آموزش دین

«بہ زبان سادہ»

حصہ چہارم

مؤلف

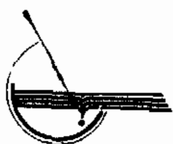
آیۃ اللہ ابراہیم امینی

مترجم

شیخ الجامعہ مولانا الحاج اختر عباس صاحب



شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے



نام کتاب	آموزش دین جلد چہارم
مؤلف	آیۃ اللہ ابراہیم امینی
مترجم	شیخ الجامعہ مولانا اختر عباس صاحب
نظر ثانی	حجۃ الاسلام مولانا نثار احمد صاحب
ناشر	انصاریان پبلیکیشنز قم المقدسہ ایران
تعداد	سہ ہزار
کاتب	جعفر خان سلطانپوری

عرض ناشر

کتاب تعلیم دین ساده زبان میں حوزۂ علمیہ قم کی ایک بلند پایہ علمی شخصیت حضرت آیۃ اللہ ابراہیم امینی کی گراں مایہ تالیفات میں سے ایک سلسلہ "آموزش دین در زبان سادہ" کا اردو ترجمہ ہے

اس کتاب کو خصوصیت کے ساتھ بچوں اور نوجوانوں کے لئے تحریر کیا گیا ہے ۔ لیکن اس کے مطالب اعلی علمی پیمانہ کے حامل ہیں اس بنا پر اعلی تعلیم یافتہ اور پختہ عمر کے افراد بھی اس سے استفادہ کر سکتے ہیں

بچوں اور جوانوں کی مختلف ذہنی سطحوں کے پیش نظر اس سلسلۂ کتب کو چار جلدوں میں تیار کیا گیا ہے ۔ کتاب ھذا اس سلسلۂ کتب کی چوتھی جلد کے ایک حصہ پر مشتمل ہے جسے کتاب کی ضخامت کے پیش نظر علیحدہ شائع کیا جارہا ہے

اس سلسلۂ کتب کی امتیازی خصوصیات درج ذیل ہے ۔

- کتاب کے مضامین گوکہ اعلی مطالب پر مشتمل ہیں لیکن انھیں دل نشین پیرائے اور سادہ زبان میں پیش کیا گیا ہے تاکہ یہ بچوں کے لئے قابل

فہم اور دلچسپ ہوں۔

- اصول عقائد کے بیان کے وقت فلسفیانہ موشگافیوں سے پرہیز کرتے ہوئے اتنا سادہ استدلالی طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ نوعمر طلبا سے آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔
- مطالب و معانی کے بیان کے وقت یہ کوشش کی گئی ہے کہ پڑھنے والوں کی فطرتِ خداجوئی بیدار کی جائے تاکہ وہ از خود مطالب و مفاہیم سے آگاہ ہو کر انھیں دل کی گہرائیوں سے قبول کریں اور ان کا ایمان استوار پائیدار ہو جائے۔
- ہماری درخواست پر حضرت حجۃ الاسلام والمسلمین شیخ الجامعہ الحاج مولانا اختر عباس صاحب قبلہ دام ظلہ نے ان چاروں کتابوں کا ترجمہ کیا۔

ان کتابوں کو پہلا ایڈیشن پاکستان میں شائع ہوا تھا اور اب اصل متن مؤلف محترم کی نظر ثانی کے بعد اور اردو ترجمہ حجۃ الاسلام جناب مولانا نثار احمد ہندی کی نظر ثانی اور باز نویسی کے بعد دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے اپنی اس ناچیز سعی کو حضرت بقیۃ اللہ الاعظم امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی خدمت میں ہدیہ کرتا ہوں

- ہماری دلی آرزو ہے کہ قارئین گرامی کتاب سے متعلق اپنی آرا اور قیمتی مشوروں سے مطلع فرمائیں

والسلام

ناشر محمد تقی انصاریان

فہرست

صفحہ

نبوت کے بارے میں

باب اوّل








خالقِ کائنات





"خدا" کے بارے میں

کائنات میں نظم اور ربط

ایک کتاب سامنے رکھیے وہ ہزاروں حروف اور الفاظ اور جملوں سے مل کر بنی ہوگی، ان حروف اور الفاظ کا آپس میں کیا تعلق ہوگا ؟ کیا انھیں کسی تعلق کے بغیر ایک دوسرے کے نزدیک رکھا گیا ہے ؟ یا کسی خاص ربط و تعلق سے انہیں ایک دوسرے سے جوڑا گیا ہے ـــــــــ ؟

جب آپ اس کتاب کو پڑھ چکیں گے تو تمام حروف اور الفاظ اور مختلف جملے اور کتاب کے مختلف حصے آپس میں مربوط اور متناسب پائیں گے اور یہ سب ایک غرض کو پورا کر رہے ہوں گے اور یہ تمام حروف و کلمات ایک مخصوص ترتیب کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہوں گے اور ہر ایک اپنی جگہ ایک خاص مقام رکھتا ہوگا

اس طرح آپ کو معلوم ہوگا کہ ان حروف اور کلمات کا لکھنے والا عاقل اور باشعور انسان ہے اور اس کام کے انجام دینے سے پہلے وہ اس سے آگاہ تھا

اور ان حروف اور کلمات کو اس طرح منظم کرنے میں اس کا ایک خاص مقصد تھا اور وہ اس کام کے انجام دینے کی قدرت اور مہارت رکھتا تھا ۔

کیا آپ کے ذہن میں یہ خیال آسکتا ہے کہ یہ کتاب خود بخود ایک حادثہ کے طور پر بغیر کسی مقصد کے وجود میں آگئی ہوگی ؟

کیا یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ ایک "بے شعور موجود" جیسے ہوا " نے قلم کو کاغذ پر چلایا ہوگا اور اس قسم کی کتاب لکھ ڈالی ہوگی ؟

نہیں ۔ ہرگز آپ کے ذہن میں یہ خیال نہیں آئے گا کہ یہ کتاب خود بخود اور بغیر کسی مقصد کے وجود میں آگئی ہوگی ۔ اور یہ نہیں سوچا جا سکتا کہ یہ کتاب کسی ایسے ذریعہ سے جو علم اور شعور نہ رکھتا ہو ایک حادثہ کے طور پر لکھی گئی ہوگی ۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ہر موجود کسی مناسب علت اور سبب سے وجود میں آتا ہے اور اگر کوئی اس کے برعکس کہے بھی تو آپ اس پر ہنسیں گے ۔ اور اس کی اس بات کو غیر عاقلانہ کہیں گے ۔

پس ایک کتاب کے کلمات اور حروف میں نظم و ضبط اور ربط و تعلق سے دو چیزیں سمجھ میں آتی ہیں :

ایک یہ کہ اس کا کوئی مؤلف اور لکھنے والا ہوگا ۔

دوسرے یہ کہ اس کتاب کا لکھنے والا عقل و علم اور مہارت و قدرت رکھتا ہوگا اور اس کام کے ذریعہ اس کا کوئی نہ کوئی مقصد ہوگا ۔

اس طرح ہر منظم اور با مقصد چیز اپنے بنانے والے کی عقل، تدبیر اور قدرت کو ظاہر کرے گی ۔ نیز اس چیز میں پایا جانے والا نظم اور بناوٹ کی عمدگی اس کے بنانے والے کی قدرت اور اس علم کے مقام کا اظہار ہوگی ۔

یہ کائنات بھی ایک عظیم کتاب کی مانند ہے جو مختلف کلمات اور حروف اور جملوں پر مشتمل ہے اور اس جہان کا ہر موجود اور اس میں پیش آنے والا ہر حادثہ اس کتاب کا ایک حرف، کلمہ یا جملہ ہے ۔ اس جہان کے موجودات اور حوادث، منتشر، بے ربط اور بے نظم نہیں ہیں بلکہ ایک کتاب کے حروف اور کلمات کی طرح منظم اور ایک دوسرے سے متصل ہیں ۔

اس عالم کی ایک بڑی کتاب انسانی بدن کی ساخت کو دیکھئے جو اس کائنات کی کتاب کا ایک کلمہ ہے ۔ اس میں سینکڑوں نازک نظاموں کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے ۔ یہ تمام باعظمت نظام ایک چیز کو تشکیل دے رہے ہیں کہ جس کے تمام اجزاء آپس میں مربوط ہیں اور ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور دوسرے کی ضروریات کو پورا کر رہے ہیں ۔ انسانی بدن کے مختلف اجزاء اور نظام ایک عظیم کارخانہ کی مانند ہیں اور سب ایک دوسرے سے وابستہ ہیں ۔ انسانی بدن کے تمام اعضاء پورے نظم وضبط سے کام کرتے ہیں تاکہ انسان اپنی زندگی کو جاری رکھ سکے ۔

انسان کا بدن تنہا اپنی زندگی کو باقی نہیں رکھ سکتا بلکہ وہ دوسرے موجودات جیسے پانی، ہوا اور مختلف غذاؤں، درخت، نباتات، حیوانات اور زمین کے فطری سرچشموں کا محتاج اور ضرورت مند ہے ۔ ان کے بغیر زندگی نہیں بسر کرسکتا اور پھر یہ تمام چیزیں سورج کی روشنی، دن، رات کی منظم حرکت اور گرمی وسردی کے موسم سے ربط رکھتی ہیں اس طرح یہ ساری چیزیں ایک ایسی حقیقی وحدت کو تشکیل دیتی ہیں گویا ایک کامل نظم اور ضبط انکے درمیان کارفرما ہے ۔

کائنات کی اس عظیم کتاب کو غور سے دیکھئے اور اس کے حسین وجمیل کلمات

پر نگاہ ڈالئے اس کے ہر ایک کلمہ میں گہرا نظم وضبط پائیں گے۔

کیا دیکھیں گے ــــــــــــــ؟

آپ اچھی طرح جان لیں گے کہ خلقت کا اتنا بڑا مجموعہ بغیر کسی غرض اور مقصد کے اتفاقی طور پر وجود میں نہیں آیا ہے۔ بے شعور مادہ اور طبیعت اس قسم کے گہرے اور بامقصد نظام کو وجود میں نہیں لاسکتا۔ ایسی ضخیم اور پر معنی کتاب مادہ کی تالیف نہیں ہو سکتی ــــــــــــــ!

اس جہان اور اس کے نظم وضبط کو جان لینے کے بعد اس کا حقیقی سبب آپ کی سمجھ میں آجائے گا اور آپ جان لیں گے کہ اس جہان کا کوئی پیدا کرنے والا ہے جو عالم اور قادر ہے۔ جس نے اپنے علم اور تدبیر سے اس جہان کو کسی خاص غرض اور مقصد کے لئے خلق کیا ہے اور اسے چلا رہا ہے۔ لہٰذا آپ جس طرف نگاہ ڈالیں گے اور جس مخلوق کا مطالعہ کریں گے خالق جہان کے علم اور قدرت کے آثار آپ پر ظاہر ہوں گے۔

خلقت عالم کا مشاہدہ اور مطالعہ خدا شناسی کے طریقوں میں سے ایک بہترین طریقہ ہے جسے برہان نظم کا نام دیا گیا ہے۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات میں تاکید کی گئی ہے کہ زمین، آسمان، سورج اور ستارے، حیوانات، نباتات، دن اور رات کی منظم گردش اور انسان کے وجود میں پائے جانے والے عجائبات مختلف شکلیں اور رنگ اور مختلف زبانوں کے وجود میں آنے کے متعلق غور وفکر کرو تاکہ خالق جہان کی معرفت حاصل کرسکو۔ اور اس کی عظمت وقدرت کو معلوم کرسکو۔

"وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ"

"اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ ۔"

"سورہ روم ۳۰، آیت ۲۲"

اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت کی نشانیوں
میں سے زمین اور آسمان کی خلقت اور
تمہاری مختلف زبانوں اور شکلوں کا ہونا
ہے اور یہ سوچنے والوں کے لئے بہت
زیادہ نشانیاں ہیں "

سوچیے اور جواب دیجئے

(۱) ایک کتاب کے حروف اور الفاظ کے آپس میں ربط کو دیکھ کر آپ کیا سمجھتے ہیں؟

(۲) اس سبق میں کائنات کو کس چیز سے تشبیہ دی گئی ہے؟ اور تشبیہ دینے کا کیا مقصد ہے؟

(۳) خلقت جہان میں نظم و ضبط اور ارتباط کی کوئی مثال دیجئے؟

(۴) اس کائنات میں پائے جانے والے نظم و ضبط اور ارتباط پر غور کرنے سے ہم کیا سمجھتے ہیں؟ اور خالق جہان کی کون سی صفت کو اس سے معلوم کر سکتے ہو؟

(۵) برہان نظم کسے کہا جاتا ہے؟ اس دلیل کا خلاصہ کیا ہے؟

(۶) قرآن مجید کی آیات میں خالق کائنات کے پہچاننے کے لئے

کن چیزوں میں غور کرنے کے لئے کہا گیا ہے ؟

(۷) ——— برہان نظم کی کوئی مثال آپ پہلے پڑھ چکے ہیں ؟ اگر ہاں تو اسے بیان کیجئے ؟

کائنات پر ایک نگاہ

دیہات میں صبح کی لطیف اور فرحت بخش ہوا چل رہی ہے۔ اس زندہ دل بوڑھے کو دیکھئے کہ صبح کی دودھیا روشنی میں اوپر نیچے ہو رہا ہے اس کس ذوق وشوق اور چابکدستی سے گندم کی کٹائی کر رہا ہے۔

اس کی گنگنانے کی لے کو سنیئے! یہ دن اور رات، چاند کی روشنی! یا اللہ! اس کے بیٹے بھی اس کی مدد کو پہنچ چکے ہیں۔ ان میں سے کچھ باپ کی مدد کر رہے ہیں اور ایک جلانے کے لئے خشک لکڑیاں اکٹھی کر رہا ہے۔ شاید یہ کہ باپ اور بھائی بہنوں کے لئے چائے بنانا چاہتا ہے تاکہ سب مل کر ناشتہ کریں۔

کیا آپ ان کے مہمان بننا پسند کریں گے؟ ظاہر ہے کہ یہ لوگ مہربان اور مہمان نواز ہیں اور آپ کی اچھی طرح خاطر مدارات کریں گے۔

اس بچے کے نزدیک بیٹھیے ۔ تھوڑی دیر صبر کیجئے اور دیکھئے کہ کس طرح سورج ان پہاڑوں کے پیچھے سے آہستہ آہستہ طلوع ہوتا ہے اور کس خوبصورتی سے کھیتوں اور کھلیانوں پر نور بکھیرتا ہے ۔ سچ مچ سورج طلوع ہو کر پہاڑوں اور میدانوں کو کیسی خوبصورتی اور پاکیزگی بخشتا ہے ۔

غور کیجئے کہ اگر سورج طلوع نہ ہوتا اور ہمیشہ رات اور تاریکی ہوتی تو ہم کیا کرتے ــــــ ؟ کبھی سوچا ہے کہ سورج یہ ساری روشنی اور توانائی کس طرح فراہم کرتا ہے ــــ ؟

کیا آپ کو سورج کا حجم معلوم ہے ــــــــ ؟

سورج کا حجم زمین سے دس لاکھ گنا زیادہ ہے ۔ یعنی سورج اگر ایک خالی کرّہ ہو تو ہماری زمین کے برابر دس لاکھ زمینیں اس کے اندر سما جائیں ۔ اس بڑے آتشی کرّہ کا درجۂ حرارت ٦٠٠٠ ہے ۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ سورج اتنی شدید گرمی اور اتنے زیادہ درجہ حرارت کے باوجود کیوں زمین اور اس پر موجود چیزوں کو جلا نہیں ڈالتا ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ سورج، زمین سے ایک مناسب اور مقرر فاصلہ (ڈیڑھ کروڑ کلومیٹر) پر ہے ۔ اور اس کی روشنی اور توانائی صرف ضرورت کے مطابق کرہ زمین پر پہنچتی ہے ۔

کبھی آپ نے سوچا کہ سورج اور زمین کا درمیانی فاصلہ اگر اس مقدار میں نہ ہوتا تو کیا ہوتا ــــــــ ؟

اگر سورج اور زمین کا فاصلہ موجودہ فاصلہ سے کم ہوتا مثلاً اگر نصف ہوتا تو کیا ہوتا ــــــــ ؟

ہاں ! زمین پر کوئی جاندار باقی نہ رہتا اور سورج کی تمازت تمام نباتات حیوانات اور انسانوں کو جلا ڈالتی ۔

اور اگر سورج اور زمین کا فاصلہ موجودہ فاصلہ سے زیادہ ہوتا مثلاً موجودہ فاصلے سے دوگنا ہوتا تو کیا ہوتا ______ ؟

اس صورت میں روشنی اور حرارت ضرورت کے مطابق زمین پر نہ پہنچتی اور تمام چیزیں سرد اور سردہ ہوجاتیں ۔ تمام پانی برف ہو جاتا ، کہیں زندگی کا نام و نشان نہ ملتا ۔

واضح رہے کہ زمین اور سورج کا یہ فاصلہ وسیع علم و آگاہی اور کھرے حساب و کتاب کے ساتھ معین کیا گیا ہے ۔

گندم کی خوشنما بالیاں ، سورج کی روشنی اور حرارت سے ہی اتنی بڑی ہوتی ہیں ۔ سورج ہی کی حرارت کے سبب یہ تمام نباتات اور درخت نشو و نما پاکر ہمارے لئے پھل اور دوسری طرح طرح کی اجناس پیدا کرتے ہیں ۔ مختلف غذائیں جنہیں ہم استعمال کرتے ہیں سورج کی توانائی ہی سے بالیدگی حاصل کرتی ہیں ، درحقیقت یہ سورج ہی کی توانائی (انرجی) ہے کہ جو نباتات اور دیگر تمام غذاؤں میں ذخیرہ ہوتی ہے اور ہم اس سے طاقت و قوت حاصل کرتے ہیں ۔

حیوانات نباتات کی ذخیرہ شدہ توانائی سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور ہم حیوانات کے ذریعہ بھی اس توانائی سے فیض یاب ہوتے ہیں ۔

مثلاً حیوان گھاس چرتے ہیں اور ہمیں دودھ دیتے ہیں اور ہم گوشت اور دودھ سے بنی ہوئی دوسری غذاؤں سے استفادہ کرتے ہیں ۔ مختصر یہ کہ سورج توانائی کا منبع ہے ۔

یہ سورج ہی کی توانائی ہے جو اس لکڑی میں موجود ہے اور اب یہ ان محنت کش باپ بیٹوں کے مہمانوں کے لئے چائے کا پانی ابال رہی ہے۔

اے ان باپ بیٹوں کے معزز مہمانو! آپ خورشید کی پرشکوہ اور حسین صورت سے اور اس کے اور زمین کے درمیان فاصلہ میں پائے جانے والے گہرے حساب وکتاب سے اور نباتات وحیوانات اور انسانوں کے اس کی روشنی اور توانائی سے فائدہ اٹھانے سے کیا سمجھتے ہیں ______؟

آپ کائنات کی مختلف اشیاء کے درمیان پائے جانے والے حیرت انگیز ارتباط اور ہم آہنگی سے کیا نتیجہ اخذ کرتے ہیں؟ اور کیا یہ کائنات ایک غیر منظم اور بے ربط اشیاء کا مجموعہ ہے یا ایک مکمل طور پر ہم آہنگ اور مربوط اشیاء کا مجموعہ ہے ______؟

یقیناً آپ جواب دیں گے کہ:

ہم کائنات کو ایک بہت بڑے اور مکمل طور پر ہم آہنگ اشیاء کے مجموعہ کے طور پر دیکھتے ہیں اور ہم خود بھی اس کا ایک حصہ ہیں۔

اس عظیم، ہم آہنگ اور بڑے مجموعہ کو دیکھ کر آپ کے دل میں کیا خیال آتا ہے ______؟

یہ نظم اور حساب جو اس عظیم جہان کے تمام اجزا میں پایا جاتا ہے کس چیز کی نشاندہی کرتا ہے ______؟

کیا اس سوال کا یہ غیر عاقلانہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ اس عظیم کائنات کا خالق کوئی نادان اور جاہل و ناتواں موجود ہے ______؟

ہمارا بیدار ضمیر اور عقل سلیم یہ جواب کبھی پسند نہیں کرے گی بلکہ کہے گی

کہ یہ عظیم نظم وضبط اور اشیاء عالم کے درمیان ہم آہنگی اس کے بنانے والے کی عظمت اور قدرت اور علم کی علامت ہے کہ جن کی وجہ سے اس نے موجودات عالم کو اس طرح بنایا ہے اور خالق ہر ایک مخلوق کی ضروریات سے اپنے علم اور بصیرت کی بنا پر پہلے سے آگاہ تھا اس لئے اس نے کائنات کی ہر چیز کی ضروریات کو پورا کیا ہے اور ہر ایک کے لئے ایک مقصد اور اس تک پہنچنے کا راستہ معین کیا ہے ۔

وہ خالق عالم اور قادر کون ہے ______ ؟

وہ عالم توانا اور قادر خدا ہے کہ جس نے یہ تمام نعمتیں ہمارے لئے پیدا کی ہیں اور ہمارے اختیار میں دے دی ہیں ۔ سورج اور چاند اور زمین کو ہمارے لئے مسخر کر دیا ہے تاکہ کوشش اور محنت سے زمین کو آباد کریں اور علم و دانش حاصل کر کے اس دنیا کے عجائبات سے پردہ اٹھا دیں اور اپنے پروردگار اور خالق کی عظمت کی نشانیوں کو دیکھیں اور ان نشانیوں سے اس کی بے انتہا قدرت اور کمال کا نظارہ کریں اور اس سے راز و نیاز اور مناجات کریں ۔

کیونکہ

"انسان خدا سے راز و نیاز اور مناجات کے وقت ہی اپنے اعلیٰ اور صحیح مقام پر ہوتا ہے ۔ اگر انسان اپنے پروردگار سے دعا اور مناجات نہ کرے تو ایسی زندگی کس کام کی ہوگی ؟ اور ایسا انسان کتنا بے قیمت ہوگا ۔"

دن اور رات کی پیدائش کو دیکھئے اور صبح و شام دن و رات کے پیدا کرنے والے سے مناجات کیجئے ۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ زمین کی حرکت سے دن

اور رات پیدا ہوتے ہیں۔ زمین ایک دن اور رات میں اپنے محور کے گرد گردش کرتی ہے۔ زمین کا وہ آدھا حصّہ جو سورج کے سامنے ہوتا ہے وہ دن کہلاتا ہے اور دوسرا حصّہ تاریک اور رات ہوتا ہے۔

زمین کی اسی محوری گردش سے گویا دن، رات میں اور رات دن میں داخل ہو جاتی ہے اور دن و رات مستقل یکے بعد دیگرے ایک ترتیب سے آتے جاتے رہتے ہیں۔ دن میں سورج کی گرمی اور حرارت سے نباتات اور درخت نشوونما پاتے ہیں اور دن ہی میں انسان کام کاج اور محنت و مشقت کرتے ہیں اور پرسکون رات میں آرام کرکے اور مناجات بجا لا کر اگلے دن کے لئے نئی قوت حاصل کرتے ہیں اور دوسرے دن کے لئے کام کاج اور عبادتِ الٰہی کے لئے خود کو تیار کرتے ہیں۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ جب آپ دن بھر کی محنت و مشقت اور عبادت و ریاضت کے بعد رات کو مناجات بجا لا کر پرسکون میٹھی نیند کے مزے لے رہے ہوتے ہیں تو خالق کائنات کا یہ مربوط نظام اپنے نظم و ضبط اور ربط و ہم آہنگی کے کچھ اور تماشے دکھا رہا ہوتا ہے۔

جی ہاں ! سورج سے حاصل کردہ روشنی اور توانائی سے چاند ہمیں نہ صرف ٹھنڈی اور فرحت بخش چاندنی سے نوازتا ہے بلکہ اسی چاندنی سے سمندر میں مدّوجزر یعنی جوار بھاٹا آتا ہے۔ تپتے ہوئے صحراؤں کی ریت ٹھنڈی ہو کر کاروانوں کے لئے آغوش مادر بن جاتی ہے۔

یقین جانیئے۔ کھیتوں میں سبزیاں نمو پاتی ہیں۔ بلکہ اگر آپ ککڑی کے کھیت میں کسی نوزائیدہ ککڑی پر نظر ٹکا کر بیٹھ جائیے تو دیکھیے گا کہ اسی چھلکی ہوئی

چاندنی میں آنا فاناً ککڑی جست لگا کر بڑھ جاتی ہے ۔

اس رات میں ابر نیساں برستا ہے جس سے سیپی میں موتی۔ بانس میں بنسلوچن، کیلے میں کافور اور سانپ میں زہر مہرہ پیدا ہوتا ہے ۔

کبھی آپ نے سوچا ہے کہ اگر زمین اس طرح منظم اور ایک خاص حساب سے حرکت میں نہ ہوتی تو کیا ہوتا ________ ؟

زمین کے بعض حصے ہمیشہ تاریکی میں ڈوبے رہتے ۔ ہمیشہ رات کا سماں ہوتا اور اس قدر سردی ہوتی کہ برف جمی رہتی ۔ اور بعض حصوں میں ہمیشہ دن اور روشنی اور جھلسا دینے والی گرمی ہوتی ۔

دن اور رات کی پیدائش بھی خالقِ کائنات کی قدرت، عظمت، علم، دانائی اور توانائی کی واضح نشانی ہے ۔

کیا آپ اس محنت کش بوڑھے سے چند سوال کرنا چاہیں گے ____ ؟

صبر کیجئے، جب وہ ناشتہ کرنے کے لئے آپ کے پاس بیٹھے تو اس سے سوال کیجئے گا اور پوچھئے گا کہ گندم کے خوشنما خوشوں کے مشاہدے اور ان لہلہاتے کھیتوں اور حسین و جمیل فلک بوس پہاڑوں اور دلکش مرغزاروں کو دیکھ کر آپ کیا محسوس کرتے ہیں ________ ؟

اور اس سے پوچھئے گا کہ دن اور رات کی گردش اور آفتاب کے طلوع وغروب سے آپ کیا سمجھتے ہیں ________ ؟

اور سوال کیجئے گا کہ سورج اور چاند کے کام اور ان میں پائے جانے والے نظم وضبط کے مشاہدے سے آپ نے کیا نتیجہ اخذ کیا ہے ؟ کیا آپ جانتے ہیں کہ سورج کا نور اور چاند کی روشنی کو کس نے پیدا کیا ہے ________ ؟

پھر اس کی باتوں کو غور سے سنیئے گا اور دیکھیے گا کہ وہ آپ کو کتنا عمدہ اور سادہ جواب دیتا ہے اور ملاحظہ فرمایئے گا کہ وہ اس جہان کو دیکھ کر اس کے خالق کے عالم و قادر ہونے اور اس کے عظمت و قدرت والا ہونے کا کس طرح نتیجہ نکالتا ہے اور کس ایمان و خلوص اور دل کی گہرائیوں سے اپنے خالق کے حضور مناجات کرتا ہے اس کی آواز کو خوب کان لگا کر سنیئے گا کہ وہ اس شعر کو گنگنا کر کتنا عمدہ جواب دیتا ہے:

این شب و روز و این طلوع و غروب
بر وجودِ خدا دلیل خوب
نظم در کارِ ماہ و خورشید است
نظمِ عالم نشانِ توحید است
نورِ خورشید و روشنائی ماہ
باشد از جانب تو یا اللہ
یا اللہ

آیت قرآن

"وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ"

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے (ایک) زمین اور آسمان کی خلقت اور جو ان میں حرکت کرنے والے ہیں" (سورہ شوریٰ آیۃ ۲۹)

سوچئے اور جواب دیجئے

(۱) سورج کے کرہ کا حجم زمین کے حجم سے کتنا زیادہ ہے؟ سورج کی سطح کا درجۂ حرارت کتنا ہے؟

(۲) سورج کی اتنی حرارت اور گرمی کے باوجود کرۂ زمین کیوں نہیں جلتا؟ سورج زمین سے کتنے فاصلے پر ہے؟

(۳) اگر سورج کا زمین سے اتنا فاصلہ نہ ہوتا تو کیا ہوتا؟ مثلاً اگر آدھا فاصلہ ہوتا تو کیا ہوتا؟ اور اگر دوگنا فاصلہ ہوتا تو کیا ہوتا؟ وضاحت کیجئے؟

(۴) سورج کا زمین سے اور موجودات زمین سے ارتباط کیا بتاتا ہے؟

(۵) کائنات میں پائے جانے والے گہرے حساب وکتاب اور نظم وضبط کا مشاہدہ کس طرح خالقِ عظیم اور دانا و توانا کی طرف راہنمائی کرتا ہے؟

(۶) ایک انسان کی بہترین اور بلندپایہ حالت کس وقت ہوتی ہے؟

(۷) زمین کی طبعی حرکت کو بیان کیجئے اور اس حرکت کا نتیجہ انسانوں کیلئے کیا ہوتا ہے بیان کیجئے اور وضاحت کیجئے کہ اگر زمین کی یہ طبعی حرکت نہ ہوتی تو کیا ہوتا؟

(۸) اس سبق میں بیان کی گئی آیت قرآن کو زبانی ترجمہ کے ساتھ یاد کیجئے؟

ہر موجود کی علت ہوتی ہے

درخت کے پتے آہستہ آہستہ حرکت کر رہے ہیں۔ اگر سوال کیا جائے کہ درخت کے پتے کیوں حرکت کر رہے ہیں اور پتوں کے حرکت کرنے کا سبب کیا ہے ؟

تو جواب ہوگا :

ہوا پتوں کو حرکت دیتی ہے۔ پتوں کے حرکت کرنے کا سبب "ہوا" ہے اگر ہوا نہ چلے تو پتوں کی حرکت بھی رک جائے۔ بالفاظِ دیگر ہوا کا وجود پتوں کے حرکت کرنے کی "علت" ہے۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ پتوں کی حرکت "معلول" ہے اور ہوا "علت" ہے۔

"معلول" اسے کہا جاتا ہے جو "علت" کے ذریعہ سے وجود میں آئے۔ اسی لئے اسے معلول کہا جاتا ہے۔

آپ کے سامنے درخت سے ایک سرخ سیب زمین پر گرتا ہے۔ آپ جھک

کر اسے زمین سے اُٹھا کر سونگھتے ہیں اور سوال کرتے ہیں کہ :

یہ سیب درخت سے کیوں گرا ؟ اس کے گرنے کی علّت کیا تھی ؟

زمین کی کششِ ثقل، سیب کو اپنی طرف کھینچتی ہے ۔ سیب کے گرنے کی "علّت" کششِ ثقل ہے ۔

یہاں اس سلسلہ میں دو چیزیں ہیں ۔ ایک " سیب کا گرنا " اور دوسرا زمین کی کشش ثقل " کشش ثقل " علّت " ہوگی اور سیب کا گرنا " معلول " ہوگا ۔

اگر دیوار سے ٹیک لگائیں تو آپ اپنی پشت پر گرمی محسوس کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ دیوار کیوں گرم ہوگئی ہے ؟ دیوار کے گرم ہونے کی علّت کیا ہے ؟

آپ کا دوست کہتا ہے کہ مجھے علم نہیں ۔ آپ اُٹھ کر کمرے سے باہر جاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ دیوار کے پیچھے ایک بڑی سیاہ دیگ کے نیچے آگ جل رہی ہے ۔ آپ فوراً سمجھ جاتے ہیں کہ دیوار کے گرم ہونے کی " علّت " یہ آگ تھی ۔

یہاں بھی دو چیزیں موجود ہیں جو ایک دوسرے سے واسطہ رکھتی ہیں ۔ ایک دیوار کی گرمی اور دوسرے آگ کا وجود ۔ دیوار کی گرمی آگ کی وجہ سے ہے ۔ یعنی اگر آگ نہ ہوتی تو دیوار گرم نہ ہوتی ۔ اسی لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ آگ کا وجود " علّت " ہے اور دیوار کی گرمی اس کا " معلول " ہے ۔ علّت اور معلول کے درمیان مکمل رابطہ پایا جاتا ہے جب تک علّت نہ ہوگی معلول وجود میں نہیں آئے گا ۔ معلول ہمیشہ علّت کے ذریعہ وجود میں آتا ہے ۔

انسان اپنی زندگی کے آغاز سے ہی اس روشن حقیقت سے واقف ہے اور جانتا ہے کہ کائنات میں پائی جانے والی مختلف چیزوں کا ایک دوسرے سے ایک خاص تعلق ہوتا ہے ـــــــــــــــــ ؟

اور _______ کائنات کی یہ موجودات اپنے وجود و زندگی کے لئے ایک دوسرے کی محتاج ہیں ۔

چند مثالیں اور تجربات

اپنا ہاتھ بڑھا کر کوئی چیز اٹھائیے ۔

ہاتھ کو بڑھانا آپ کا کام ہے اور آپ اس کام کی علت ہیں۔ اگر آپ نہ ہوتے تو یہ کام انجام نہیں پا سکتا تھا ۔

اسی طرح نگاہ اٹھا کر اپنے دوست کی جانب دیکھئے !

یہ دیکھنا وہ کام ہے جو آپ انجام دے رہے ہیں۔ بالفاظِ دیگر آپ دیکھنے کی علت ہیں ۔ یہ کام یعنی دیکھنا آپ سے تعلق رکھتا ہے اور اس کام کے لئے آپ کا ہونا ضروری ہے ۔ اگر آپ نہ ہوں تو دیکھنے کا یہ عمل انجام نہیں پا سکتا لہٰذا آپ " علت " ہیں اور آپ کا کیا ہوا کام " معلول " ۔ اس طرح یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ " معلول " کا وجود " علت " کا محتاج ہے اور بغیر علت کے معلول وجود میں نہیں آسکتا ۔

آپ اپنے دوست کی بات سنتے ہیں ۔

یہ سننا آپ کا کام ہے اور آپ کے وجود سے تعلق رکھتا ہے اگر آپ کا وجود نہ ہو تو آپ اپنے دوست کی بات نہیں سن سکتے ۔

آپ اپنے دوست سے محبت کرتے ہیں ۔

یہ محبت کرنا بھی آپ کے وجود کا محتاج ہے ۔ کیونکہ اگر آپ نہ ہوں

تو آپ محبت بھی نہیں کر سکتے ———— کیا ایسا نہیں ہے ————؟

آپ کائنات میں پائی جانے والی بہت سی چیزوں کا علم رکھتے ہیں۔

آپ کا یہ علم و دانش آپ کے وجود سے وابستہ ہے۔

اگر آپ نہ ہوں تو وہ علم و دانش کہ جو آپ کے وجود کا معلول ہے وہ بھی نہ ہوتا۔ آپ اپنے اور اپنے علم و محبت اور اپنے ارادے کے ساتھ ایک خاص وابستگی کو محسوس کرتے ہیں اور اچھی طرح جانتے ہیں کہ کس طرح آپ کے علم اور محبت اور ارادے کا وجود آپ کے وجود کے ساتھ مربوط اور آپ کے وجود کا محتاج ہے

آپ حرکت کرتے ہیں، کوئی چیز لکھتے ہیں، راستہ چلتے ہیں، بات کرتے ہیں، سوچتے ہیں، سمجھتے ہیں، جانتے ہیں ارادہ کرتے ہیں، محبت کرتے ہیں۔ یہ سب آپ کے کام ہیں اور آپ ان کے وجود کی علت ہیں اور انہیں وجود میں لاتے ہیں۔ اور اگر آپ نہ ہوتے تو یہ کام بھی وجود میں نہ آتے۔ ان کاموں کا موجود ہونا آپ کے وجود کا محتاج ہے اور اسے یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ تمام کام "معلول" ہیں اور آپ ان کی "علت" ہیں۔ وہ خاص ربط جو ان کاموں کا آپ کے وجود کے ساتھ برقرار ہے اسے علت کہا جاتا ہے۔

انسان علت کے مفہوم کو اچھی طرح جانتا ہے۔ وہ ابتدائے زندگی سے ہی اس سے آشنا ہے۔ اور اس سے واسطہ رکھتا ہے۔ مثلاً پیاس بجھانے کے لئے پانی تلاش کرتا ہے اور بھوک مٹانے کے لئے غذا ڈھونڈتا ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں یہ کیوں ہوتا ہے ————؟

یہ اس لئے ہوتا ہے کہ وہ جانتا ہے کہ پیاس بجھانے کی علت پانی ہے، وہ بھوک ختم کرنے کی علت غذا کو سمجھتا ہے۔ کیوں سردی سے کے

وقت آگ کے نزدیک پناہ لیتا ہے۔ اس لئے کہ آگ کو گرمی کی علت جانتا ہے
اگر کوئی آواز سنتا ہے تو اس کی علت کی جستجو کرتا ہے ——— کیوں ؟
اس لئے کہ ہر موجود علت کا محتاج ہے (انسان)۔ بجلی جلانے
کے لئے بٹن دباتا ہے، بیماری دور کرنے کے لئے دوا حاصل کرتا ہے۔ اپنی
بات کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے بولتا ہے۔

قانون علت، ایک عالمگیر اور کلی قانون ہے اور تمام انسان اس کے
مفہوم سے آگاہ ہیں اور اسے محسوس کرتے ہیں۔ تمام لوگ اسے قبول کرتے ہیں اور زندگی
کو اس پر استوار کرتے ہیں۔ اگر انسان علت کو نہ سمجھتا اور اس پر یقین نہ رکھتا تو اس کے
لئے زندگی گزارنا ممکن نہ ہوتا اور کسی کام کی انجام دہی کے لئے اقدام نہ کر پاتا۔

انسان نے قانون علت کی حقیقت کو تسلیم کیا ہے، اسی لئے ہر موجود کے
لئے اس کی علت کی جستجو کرتا ہے۔

کیوں کہتا ہے کہ پتوں کی حرکت کا سبب کیا ہے؟
کیوں سیب درخت سے گرتا ہے؟
کیوں دیوار گرم ہوتی ہے؟

اسی قانون علت کی بنیاد پر انسان مختلف قسم کی پیش گوئیاں کرتا ہے
کیونکہ وہ قانون علت کو قبول کرتا ہے اسی لئے ہر علت کے نتیجہ میں ایک خاص
موجود و معلول کی توقع رکھتا ہے۔ سورج سے روشنی، آگ سے گرمی، پانی اور غذا
سے بھوک اور پیاس کے دور کرنے کی امید رکھتا ہے۔

قانون علت " جیسے کہ آپ کو علم ہو چکا ہے " یہ بتاتا ہے کہ ہر موجود کا کسی دوسری
چیز سے ربط ہے اور وہ اسکا محتاج ہے کہ جسے علت کا نام دیا جاتا ہے مثلاً دیوار کا گرم ہونا ایک

نئی چیز کا وجود تھا کہ جس نے اپنی گرمی دیوار کے پیچھے سے جلائی ہوئی آگ سے حاصل کی تھی ہمیشہ معلول کا وجود علّت کے وجود سے ظاہر ہوتا ہے اور علت کا محتاج ہوتا لیکن علت کو معلول کی احتیاج نہیں ہوتی

سوال :

اب ہم سوال اٹھاتے ہیں کہ اس کائنات اور جو کچھ اس میں موجود ہے اس کی علت کیا ہے؟ زمین اور آسمان اور سورج اور ستاروں کے وجود کا سرچشمہ کیا ہے ــــــ؟ یہ کائنات بھی ایک وجود ہے اور دوسرے چھوٹے بڑے موجودات کی طرح کسی چیز سے وابستہ اور اپنے وجود کے لئے محتاج ہے ــــــــــ یہ کس سے وابستہ اور کس کی محتاج ہے؟ اس کے وجود کی علّت کیا ہے؟ وہ کون سا غیر محتاج و بے نیاز وجود ہے کہ جس نے اس محتاج کائنات کو وجود بخشا ہے؟ اس جہان کے وجود کی علّت کیا ہے؟

انسان کی عقل اور وجدان کہ جس نے قانون علّیت کو ایک ضابطہ اور فلسفے کے طور پر قبول کر لیا ہے اس سوال کا بھی واضح اور روشن جواب دے گی کہ یہ کائنات بھی ایک علّت رکھتی ہے جو قادر اور توانا ہے۔ جس نے اسے اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے اور اسے چلا رہا ہے اور اس کی عظمت و قدرت تمام جہان پر سایہ فگن ہے۔

یہ کائنات اسی سے وابستہ اور اسی کی محتاج ہے۔ اس جہان کا سرچشمہ اور علّت وہی ہے۔ وہ اس کائنات کا قادر و توانا اور بے نیاز خالق ہے ــــــ وہ خدا قادر مطلق ہے، وہ وجود اور ہستی دینے والا خدا ہے جو جہان کو

ہستی اور وجود کا نور عطا کرتا ہے ۔ اور ہر لحظہ اس کی ضروریات کو پورا کرتا ہے
وہ عالم اور قادر ہے ۔ اس نے یہ کائنات خلق کی ۔ اس میں نظم وضبط و ہم آہنگی
کو وجود بخشا ورا سے چلا رہا ہے ۔ یہ وہ ذات ہے جو ہر لحظہ ہمارے وجود کی
ضروریات کو پورا کرتی ہے اور اپنے لطف و کرم کے چشمے سے سیراب کرتی ہے
ہم اس کے بندے اور محتاج ہیں اور اس کی قدرت اور
عظمت کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے اس کے فرمانبردار ہیں ۔
اس کی بے انتہا اور مسلسل نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں، اور
اس کے فرامین اور راہنمائی کو اپنی زندگی کے لئے مشعلِ راہ قرار دیتے ہیں ۔

آیت قرآن

"اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ
تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ
اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ"

سورہ فاطر ۳۵ آیت ۴۱

"یقیناً خدا ہے کہ جس نے زمین اور آسمان کو
برقرار رکھا ہے تاکہ نابود نہ ہو جائے اور خدائے
تعالٰی کے علاوہ کوئی بھی نہیں جو اسے نابودی
سے بچا سکے"

سوچیے اور جواب دیجیے

۱۔ ـــــــ علت اور معلول کے درمیان کیا تعلق ہے؟ ان میں سے کون دوسرے سے وابستہ اور اس کا محتاج ہوتا ہے ـــــــ ؟

۲۔ ـــــــ معلول کس کے وجود کا نتیجہ ہے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی موجود بغیر علت کے وجود میں آسکے ـــــــ ؟

۳۔ ـــــــ اس سبق میں جن "معلولوں" کا ذکر ہوا ہے، ان کے ساتھ ان کی علت تحریر کریں ـــــــ ؟

۴۔ ـــــــ علت اور معلول کے درمیان ربط کو کیا نام دیا جاتا ہے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی انسان قانون علیت کے مفہوم کو نہ جانتا ہو، اور اس کا اسے یقین نہ ہو ـــ؟ اس کی وضاحت کیجئے ـــــــ ؟

۵۔ ـــــــ قانونِ علیت ایک کلی ضابطہ ہے؟ وضاحت سے بیان کیجیے ـــــــ ؟

۶۔ ـــــــ انسان جب "کیوں" کا لفظ استعمال کرتا ہے تو اس سے کیا سمجھا جاتا ہے ـــــــ ؟

بڑے آبشار کا سرچشمہ

درختوں سے گھرے ہوئے فلک بوس پہاڑی درّے سے اس بلند اور خوشنما آبشار کا نظارہ کیجئے۔ آہا ! کیا حسین منظر ہے۔

کاش ! کسی چھٹی کے دن دوستوں کے ساتھ مل کر اس بلند اور خوشنما آبشار کو دیکھنے کے لئے وہاں جاتے ! اور بید کے درختوں کے سائے میں "جو اس ندی کے کنارے پر موجود ہیں"، بیٹھ کر اس دل فریب نظارے کو دیکھتے، صاف ٹھنڈی اور فرحت بخش ہوا سے لطف اندوز ہوتے۔ آبشار کے صاف وشفاف پانی میں نہا کر تھکان دور کرتے اور روح کو تازگی بخشتے۔

سچ آبشار کا یہ زور و شور سے جھاگ اڑاتے ہوئے نیچے گرنا کتنا خوبصورت، روح پرور اور قابلِ دید ہے۔

جب اسے دور سے دیکھتے ہیں تو ایک بلند و بالا چاندی کے ستون کی طرح

نظر آتا ہے کہ جو مضبوطی کے ساتھ سیدھا کھڑا ہے۔ لیکن جب اس کے نزدیک پہنچتے ہیں تو تند و تیز پانی کا بہاؤ نظر آتا ہے جو تیزی اور جوش سے شور مچاتا، جھاگ اڑاتا اور موجیں مارتا ہوا نیچے گر رہا ہے۔ اور ہر لمحہ پانی پہاڑ کی بلندی سے تیزی کے ساتھ نیچے ندی کے ہموار بستر پر گر کر انگڑائی لیتا ہوا آگے کی طرف بہنے لگتا ہے۔

اس وقت یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ سفید اور بلند ستون جو دور سے سیدھا کھڑا ہوا دکھائی دے رہا تھا وہ ایک لمحہ کے لئے بھی ٹھہرا ہوا نہیں ہے، بلکہ حرکت میں ہے اور ہر لمحہ پانی کا ایک نیا ریلا اس آبشار سے گرتا ہے، گویا ہر ہر لمحہ ایک نیا آبشار وجود میں آتا ہے۔

آبشار کی یہ روانی اور ہر آن نئے وجود سے آپ کے ذہن میں ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ اس آبشار کا سرچشمہ کہاں ہے ــــــ؟

اس آبشار کے وجود میں آنے کی علت کون سا سرچشمہ ہے ــــــ؟

کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ہر موجود کے لئے کسی نہ کسی علت کا ہونا ضروری ہے۔ لہذا یقیناً یہ آبشار بھی کہ جو مسلسل بہہ رہا ہے اور ہر لمحہ ایک نئے وجود کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے اس کے لئے بھی علت و سرچشمہ کا وجود ضروری ہے۔ لیکن ہم نہیں جانتے کہ یہ سرچشمہ اور علت کیا ہے اور کہاں ہے۔

اس واضح مثال کو سامنے رکھتے ہوئے اس کائنات اور اس میں پائی جانے والی موجودات پر نظر ڈالیں تو کیا دیکھیں گے ــــــ؟

کیا یہ ایک ایسا مجموعہ ہے جو ایک جگہ ٹھہرا اور کھڑا ہوا ہے ــــــ؟

یا پھر ایسا مجموعہ ہے جو مسلسل گردش میں ہے اور چل رہا ہے ــــــ؟

سورج کے نکلنے کو دیکھئے اور اس کے شفق رنگ غروب ہونے پر نظر

ڈالئے ــــــــ سورج کے نکلنے سے دن روشن ہوجاتا ہے ۔ اور اس کا ہر لمحہ نیا پیدا ہوتا ہے اور ساعت بہ ساعت گزرتا ہے ۔ غروب کے وقت دن ختم ہوجاتا ہے اور رات نمودار ہوتی ہے ۔ رات بھی ایک لحظے کے لئے نہیں رکتی اور مسلسل گردش میں رہتی ہے ۔ یہاں تک کہ طلوع آفتاب تک پہنچ جاتی ہے

گرمی، سردی، بہار اور خزاں کے موسموں کو دیکھئے ۔ سردی کی نیند میں سوئے ہوئے پیڑ اور پودے بہار کی خوشگوار ہوا سے بیدار ہوتے ہیں ۔ کونپلیں پھوٹنے لگتی ہیں پھر شگوفے اپنی بہار دکھاتے ہوئے اور بتدریج سفر طے کرتے ہوئے خوش رنگ پھولوں اور لذیذ پھلوں میں تبدیل ہوجاتے ہیں ۔

بہار جاتی ہے اور خزاں آپہنچتی ہے ۔ درخت اپنے سرسبز و شاداب پتوں سے محروم ہوجاتے ہیں، زرد اور پژمردہ پتے درختوں کی ٹہنیوں سے زمین پر گر پڑتے ہیں ۔ آج کی آمد سے گزری ہوئی کل کا نشان تک باقی نہیں رہتا ۔

موسم سرما کی آمد، گرمی اور بہار کو بھلا دیتی ہے ۔ پس ساری چیزیں حرکت اور تغیر میں ہیں ۔

ذرا اور نزدیک آئیے اور قریب سے دیکھئے ! کیا یہ عالم رنگ و بو ایک ساکت اور ٹھہرا ہوا مجموعہ نظر آتا ہے ــــــ ؟ یا ایک بلند آبشار کی طرح مسلسل متغیر اور ہر لمحہ حرکت پذیر کارخانہ قدرت ــــــــــ ؟

دور ترین کہکشاں سے لے کر یہ چھوٹا سا ذرہ جو آپ کے نزدیک پڑا ہے تمام کے تمام ایک حیران کن تغیر اور گردش میں ہیں اور اپنی مسلسل حرکت کو جاری رکھتے ہوئے عجیب و غریب اور نئی نئی صورتیں پیدا کر رہے ہیں ۔ سورج، چاند، ستارے، پانی، مٹی، دن، رات، سال، مہینے، بادل، ہوا، بارش

سب ایک بلند آبشار کی طرح حرکت کرنے میں مشغول ہیں ۔ تمام ایک زنجیر کے مختلف حلقوں کی طرح آپس میں مربوط ایک ہدف اور مقصد کے حصول کے لئے کوشاں ہیں ۔

ہر لمحہ موجودات کا وجود میں آنا اور تغیر و حرکت میں رہنا ذہن میں ایک سوال پیدا کرتا ہے اور وہ یہ کہ اس کائنات سے بلند آبشار اور اس میں موجودات کا سرچشمہ کون ہے ـــــ؟ اس آبشار کے وجود میں لانے کی علّت کا سرچشمہ کون ہے ؟ اس کا کیا جواب دیا جا سکتا ہے ـــــ؟

کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس وسیع کائنات کے مختلف موجودات جو آپس میں مربوط اور ایک بلند آبشار کی طرح ہیں بغیر کسی علّت کے وجود میں آئے ہیں !

انسانی فطرت کہ جو معمولی سی چیز کے وجود میں آنے کے لئے بھی علّت کی قائل ہے اس جواب کو ہرگز پسند نہیں کرے گی بلکہ وہ ضرور بالضرور اس جہان ہستی کے موجودات کے لئے کوئی نہ کوئی علّت معلوم کرنا چاہے گی اور اس بلند و بالا آبشار کے لئے بھی کسی طاقتور سرچشمہ کی جستجو کرے گی ۔ ایسی علّت کی کہ جو اس کائنات کی تمام چھوٹی بڑی موجودات کا سرچشمہ ہو اور جس نے اپنے بے انتہا علم و قدرت کے ذریعہ اس عجیب و غریب نظام اور ایک دوسرے سے مربوط اور ایک مقصد کی جانب گامزن موجودات کو پیدا کیا ہو اور ان کو چلا رہا ہو ۔

انسان کی فطرت میں جو علّت کی جستجو رکھی گئی ہے وہ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اقرار کرے گی کہ اس جہان کے وجود (جو مسلسل اور ہر آن ایک نئی چیز وجود میں لا رہا ہے) کی علّت ایک عظیم ، طاقتور اور بے نیاز خالق ہے جس نے اپنے بے پناہ علم اور قدرت و توانائی سے اس جہان اور اس میں جانے والے تمام موجودات

کو پیدا کیا ہے اور ان کی ایک معیّن و معلوم ہدف اور غرض کی طرف رہنمائی و ہدایت کر رہا ہے ۔ وہ خالق اس ہستی اور وجود کے بلند آبشار کا سرچشمہ ہے اور اپنے علم و تدبیر سے اسے رواں دواں رکھے ہوئے ہے ۔ اس جہان کا ہر ایک وجود اور ہر ایک قطرہ اور ہر ایک ذرّہ اپنے وجود میں اس کا محتاج ہے لیکن وہ ان میں سے کسی کا محتاج نہیں ہے اور کوئی بھی چیز اس کی مانند اور مثل نہیں ہے ۔

سبب و علّت کی متلاشی عقل اچھی طرح جانتی اور محسوس کرتی ہے کہ کائنات اور اس کے تمام موجودات ایک بلند اور خوبصورت آبشار کے مانند ہیں کہ جو خود سے کچھ بھی نہیں بلکہ ہر قطرہ اور ہر ہر ذرّہ کا سرچشمہ قدرت کا ایک لا محدود مرکز ہے ۔ تمام موجودات اسی ذات کے معلول ہیں اور اسی سے اپنے وجود کا رنگ لیتے ہیں ۔ اسی ذات کے نور اور روشنی سے یہ روشن اور ظاہر ہوتے ہیں ۔

یہی علّت کی متلاشی انسانی عقل اسے دعوت دیتی ہے کہ اس لا محدود قدرت کے مرکز کو پہچانے اور اس سے زیادہ سے زیادہ واقف ہو کیونکہ تمام اچھائی اور خوبی اسی سے ہے اور انسان کو اسی کی طرف لوٹنا ہے ۔

اگر انسان غور کرے اور کائنات کی تمام موجودات کا اچھی طرح مطالعہ کرے تو صاف طور سے مشاہدہ کرے گا کہ تمام کائنات اور جو کچھ اس میں ہے صرف ایک وجود اور بے پناہ قدرت و حیات پر تکیہ کئے ہوئے ہے اور اسی کی مہر و محبت کے سرچشمہ سے وجود اور حیات حاصل کر رہا ہے ۔ اسی فکر و بصیرت کے سایہ میں انسان کا قلب ہر چیز سے بے نیاز ہو کر صرف اور صرف اس ذات سے پیوستہ ہو جاتا ہے اور اس کی عظمت و کبریائی کے علاوہ کسی اور کے سامنے اس کا سر نہیں جھکتا، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ دوسروں کے پاس جو کچھ بھی ہے سب اسی ذات کا عطا کیا ہوا ہے،

لہٰذا مخلوقاتِ خدا سے نگاہیں پھیر کر وہ اپنا دل صرف اسی سے لگا لیتا ہے جو علم و قدرت، رحمت و خلقت کا سرچشمہ ہے اور اپنے آپ کو عظیم خالقِ کائنات اور پروردگارِ عالم کی حکومت و سرپرستی میں دے دیتا ہے۔ سوائے اس کی رضا کے کسی دوسرے کی رضا نہیں چاہتا، سوائے اس کی قدرت کے کسی اور کی قدرت کو نہیں مانتا۔ اولیاء اور انبیاء خدا کی رہنمائی و رہبری میں خدا کے احکامات کو تسلیم کر کے ان پر عمل کرتا ہے۔ اپنے پاکیزہ اخلاق اور نیک اعمال کے ساتھ اس کے تقرب اور محبت کے راستے پر چلتا ہے اور اس طرح انسانیت کے کمال کے آخری درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔ حقیقی کمال اور دنیا و آخرت کی سعادت کو حاصل کر لیتا ہے کہ جس کی عظمت اور زیبائی ناقابلِ تعریف ہے۔

آیت قرآن

۱۰ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

(سورہ ابراہیم ۱۴۔ آیت ۱۰)

کیا خدا میں بھی شک کیا جا سکتا ہے؟ وہ ہے کہ جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے

سوچیے اور جواب دیجیے

۱۔ آبشار کس طرح وجود میں آتا ہے؟ کیا یہ ایک ثابت اور غیر

متحرک وجود ہے یا ایک متغیر و متحرک وجود ہے؟

۲۔ اگر آبشار کے ہر لحظہ نئے وجود کو دیکھا جائے تو ذہن میں کیا سوال ابھرتا ہے؟

۳۔ جب کائنات اور اس کے موجودات کو دیکھا جائے تو اس میں کیا نظر آتا ہے؟ کیا وہ ایک ثابت اور ساکت مجموعہ ہے؟ یا ایک متغیر اور حرکت کرنے والا مجموعہ؟ وضاحت کیجئے؟

۴۔ اس کائنات کے ہمیشہ متحرک اور متغیر ہونے کی کوئی مثال بیان کیجئے؟

۵۔ جب کائنات میں تغیر اور نیا وجود دیکھیں تو اس سے ذہن میں کیا سوال اٹھتا ہے؟

۶۔ کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس وسیع کائنات کے موجودات بغیر علت کے وجود میں آئے ہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟

۷۔ انسان کی علت کی متلاشی فطرت اس عجیب نظام اور موجودات کے آپس میں ارتباط اور با ہدف ہونے سے کیا سوچے گی؟

۸۔ اس وجود اور بلند ہستی کے آبشار کا سرچشمہ کون ہے؟

۹۔ اس حقیقت کو پا لینے کا نتیجہ کہ "اس کائنات کا سرچشمہ خدا ہے" کیا ہے؟

۱۰۔ کیوں ایک خدا شناس اور خدا پرست انسان خدا کے آگے سر تسلیم خم کر دیتا ہے اور اس کی حکومت و سرپرستی کو قبول کر لیتا ہے؟

خداشناسی کی دو دلیلیں

دلیل اس عمدہ اور واضح بیان کو کہا جاتا ہے جس سے کسی بات کو ثابت کیا جائے اور اس سے متعلق ناواقفیت اور شک کو دور کیا جائے۔ نیز اس قسم کے بیان کو اصطلاح میں "برہان" کہا جاتا ہے۔

ہم اب تک خداشناسی کے لئے دو دلیلوں سے واقف ہیں کہ جن میں سے ایک کو "دلیلِ نظم" اور دوسرے کو "دلیلِ علیّت" کہا جاتا ہے۔ لہٰذا اب ہم ان دونوں دلیلوں پر تحقیق و جستجو اور ان کا آپس میں تقابلی تجزیہ کرتے ہیں۔

① دلیل نظم

خداشناسی کی بحثیں جو اس کتاب کی ابتدا میں اور اس کتاب کے سابقہ حصول

میں آپ نے پڑھی ہیں تمام کی تمام اسی دلیلِ نظم کی بنیاد پر تحریر کی گئی ہیں۔

مثلاً گزشتہ کتاب میں جب ہم اپنے بدن کے نظاموں میں سے ایک کے متعلق مطالعہ کر رہے تھے تو ہم نے پڑھا تھا کہ:

اس نظام میں جس حیرت انگیز نفاست سے کام لیا گیا ہے اس پر اچھی طرح غور و فکر کیجئے اور خون کی گردش کے سلسلہ میں گردہ اور مثانہ کے درمیان پائے جانے والے گہرے ارتباط اور نظم و ضبط پر فکر انگیز نگاہ ڈالئے۔

آپ کیا دیکھتے ہیں ــــــــ؟

کیا ایک با مقصد اور منظم مجموعہ ــــــ؟

یا ایک بے مقصد اور غیر منظم مجموعہ ــــــ؟

اس نہایت نفیس اہم عضو اور اس حساس مجموعہ کے مشاہدہ سے آپ کے ذہن میں کیا خیال آتا ہے ــــــ؟

اس کی تخلیق میں پائے جانے والے باریک حساب و کتاب اور اس کی ساخت میں جس تناسب و ارتباط اور ہم آہنگی سے کام لیا گیا ہے اس سے آپ کیا سمجھتے ہیں!

آیا آپ کو اس بات کا یقین نہیں ہوتا کہ یہ گہرا اور منظم نظام (اور ہمارے بدن کے دوسرے نظام) خود بخود اور بغیر کسی حساب و کتاب کے وجود میں نہیں آئے گا ــــــــ!

آیا ممکن ہے کوئی عقل و شعور رکھنے والا انسان یہ بات تسلیم کرے کہ ساکت و بے شعور طبیعت (مادّہ) نے یہ حیرت انگیز نظام پیدا کیا ہے ؟

ہرگز نہیں ــــــ!

بلکہ ہر عقل و باشعور انسان یہ اقرار کرے گا کہ ایک دانا اور توانا

ہستی اس کی خالق و بنانے والی ہے اور اس کے بنانے میں اس کا کوئی مقصد و ہدف ہے ۔ اس بنیاد پر عقل و فہم رکھنے والے ہر انسان کا ایمان ان حیرت انگیز چیزوں کے شاہدہ سے ایک عظیم خالقِ عالم و قادر کے وجود پر مزید مضبوط ہو جاتا ہے اور اس کی شان و شوکت، قدرت اور لا محدود نعمتوں کے آگے اس کا سر تسلیم خم ہو جاتا ہے ۔

خداشناسی کے متعلق جس دلیل کا آپ نے مندرجہ بالا سطور میں مطالعہ کیا اسے دلیلِ نظم کہا جاتا ہے ۔ یعنی کائنات میں پائے جانے والے موجودات کو دیکھ کر اور ان کے ہر ہر ذرہ میں نظم و ہم آہنگی اگہرے حساب اور درست تناسب کے شاہدہ سے نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے ۔ کہ اس منظم اور مربوط نظام کی خالق اور پیدا کرنے والی ایک ایسی عالم و قادر ہستی ہے جس نے اپنے علم اور قدرت سے ایسا عجیب و غریب نظم و ربط پیدا کیا ہے ۔ کیونکہ اگر اس نظام کا خالق، جاہل، اور ناتواں ہوتا تو اس کے کام کا نتیجہ سوائے بے نظمی اور بے ربطی و بے حسابی اور بے مقصدی کے اور کچھ نہ ہوتا ۔

دلیلِ نظم کو مختصراً یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ :

عالمِ خلقت مکمل نظم و ترتیب اور ہم آہنگی و ارتباط پر مبنی ہے
اور ہر نظم و ترتیب اور ہم آہنگی و تناسب ایک دانا و توانا کا کام ہوتا ہے ۔ پس یہ جہان بھی ایک دانا اور توانا خالق کی مخلوق ہوگا ۔

اس دلیل یعنی دلیلِ نظم میں پہلے اجزاء کائنات میں پائے جانے والے نظم و ہم آہنگی اور حساب و کتاب و تناسب پر توجہ کی جاتی ہے اور پھر اس اصول پر یقین کے ساتھ کہ "نظم و تناسب کسی عالم و دانا کا محتاج ہے" یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ

کائنات میں یہ جو عظیم نظم و ہم آہنگی قائم ہے اس کی خالق ایک دانا و توانا ہستی ہے۔

۲ دلیلِ علّیت

اس سے پہلے دو سبق جن کا آپ نے مطالعہ کیا وہ دونوں دلیل علّیت کی بنیاد ہی پر تحریر کئے گئے ہیں۔ دلیلِ علّیت میں کائنات کے اجزا کے درمیان پائے جانے والے نظم و ہم آہنگی کا مطالعہ نہیں کیا جاتا بلکہ موجودات کی ذات و ہستی پر نگاہ ڈالی جاتی ہے۔
اور وہ خاص احتیاج جو ہر موجود علّیت کے سلسلہ میں رکھتا ہے اس کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔
قانونِ علّیت کی بنیاد پر جس پر انسان مضبوط یقین رکھتا ہے ہم بحث کو اس طرح پیش کرتے ہیں :
"ہر موجود جو وجود میں آتا ہے اس کا وجود خود اپنا نہیں ہوتا، بلکہ وہ کسی دوسری چیز سے وابستہ اور اس کا محتاج ہوتا ہے کہ جسے "علّت" کہا جاتا ہے۔
یہ کائنات بھی جو مختلف موجودات کا مجموعہ ہے، لازماً اس کی بھی کوئی علت ضرور ہے۔ اس کائنات کے موجودات کوئی نہ کوئی سرچشمہ رکھتے ہیں، ایک عظیم طاقتور اور بے نیاز خالق رکھتے ہیں، وہی اس بلند آبشارِ ہستی کا سرچشمہ اور علّت ہے۔ اس ہستی کا ہر ایک قطرہ، ہر ایک ذرہ اور ہر ایک وجود اپنی پیدائش میں اس کا محتاج ہے لیکن وہ کسی کا محتاج اور کسی کا ہم شکل نہیں۔
اگر انسان خوب غور کرے تو وہ واضح طور پر مشاہدہ کرے گا کہ تمام

مخلوقاتِ کائنات ایک ہستی اور ایک لامحدود قوت پر تکیہ کئے ہوئے ہیں اور اس کی محبت و رحمت اور عطا کے سرچشمہ سے اپنا وجود اور ہستی قائم رکھے ہوئے ہیں ۔

دلیلِ علیّت میں اس موضوع پر گفتگو ہوتی ہے کہ ہر موجود اپنے وجود کیلئے کسی سے وابستہ اور اس کا محتاج ہے ۔ اس کا وجود خود اس سے نہیں بلکہ ایک علت کا محتاج ہے اور کائنات اور اس میں پایا جانے والا سب کچھ (جو تمام کے تمام موجود مخلوق ہیں) لامحالہ قدرت کے ایک عظیم مرکز اور ایک لامحدود ہستی سے کسبِ فیض کرتے ہیں ۔ اسی لامحدود قدرت کو خدا کہتے ہیں ۔

دونوں دلیلیں یعنی دلیلِ نظم اور دلیلِ علیّت اس لئے ہیں کہ یہ انسان پاک فطرت اور بیدار عقل سے حقائق کا مطالعہ کرے اور خداوند عالم کی ذات پر اپنے ایمان کو محکم اور مضبوط بنائے ۔

لیکن انسان کی پاک اور آگاہ فطرت، اپنے عظیم خالق وقادر پر اس طرح یقین رکھتی ہے اور یہ موضوع اس کے لئے اتنا واضح و روشن ہے کہ اس کیلئے معمولی سی دلیل و برہان کی بھی ضرورت نہیں ۔ یہ پاک فطرت اور یہ آگاہ انسان تمام موجوداتِ کائنات کو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے ناقابلِ شکست ارادے پر تکیہ کرنے والا دیکھتا ہے ۔ اور تمام مصائب اور سختیوں میں اسی سے پناہ کا طلب گار ہوتا ہے ۔ کبھی بھی ناامید اور مایوس نہیں ہوتا ۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ کوئی کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو وہ پھر بھی اسی خداوند عالم کا محتاج اور اسی کے حکم وارادے کے ماتحت ہوتا ہے ۔

یہ پاک فطرت اور آگاہ انسان سوائے خداوند عالم کے کسی دوسرے

کے سامنے نہیں جھکتا اور سوائے اللہ تعالیٰ کے فرمان اور اس کی حکومت و ولایت کے کسی کے فرمان و حکم کو قبول نہیں کرتا اور اپنی دنیاوی زندگی کو عزت اور کامیابی کے ساتھ آخرت کی دائمی سعادت کی زندگی تک پہنچا دیتا ہے ۔

آیت قرآن

"رَبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِیْ فَطَرَهُنَّ"

سورہ انبیاء ۲۱۔ آیت ۵۶

"تمہارا رب ہے وہ جو زمین اور آسمان کا رب ہے کہ جس نے انہیں پیدا کیا ۔"

سوچیئے اور جواب دیجئے

۱۔ دلیل و برہان کی تعریف بتایئے ؟

۲۔ آپ اسوقت تک خداشناسی کے بارے میں کتنے دلائل سے واقف ہیں ؟

۳۔ "دلیل نظم" کو کس طرح بیان کیا جاتا ہے ؟ اس کا خلاصہ بیان کیجئے ؟

۴۔ "دلیل علیّت" کو کس طرح بیان کیا جاتا ہے ؟

⑤ —— خداشناسی کے لئے دلائل کی ضرورت کیوں ہوتی ہے ؟

⑥ —— کیا پاک فطرت خداشناسی کے لئے دلیل و برہان کی محتاج ہے ؟

⑦ —— پاک فطرت انسان، خداشناسی کے متعلق کیا خیالات رکھتے ہیں کیا ایسے لوگ خدا کے علاوہ کسی اور کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں ؟ کیوں صرف فرامین الٰہی کو قبول کرتے ہیں ؟

خدا کی تلاش

جہاں تک تاریخ بتاتی ہے اور زمین کی کھدائی اور آثارِ قدیمہ کی تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے، گزشتہ دور کے انسان حتیٰ کہ قبل از تاریخ کے انسان بھی خدا سے آشنا اور واقف تھے اور اس عظیم ذات کا احترام کرتے اور اس کی عبادت بجا لاتے تھے اور اس ذات کی خوشی کی خاطر بعض مراسم انجام دیتے تھے۔

لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان ابتدا میں خدا کی طرف کیسے متوجہ ہوا ـــــــ؟ کون سے عوامل اور اسباب تھے جنہوں نے انسان کو خدا پرستی کی فکر میں ڈالا؟ کون سے عوامل نے اس کی رہنمائی کی کہ وہ خالق کائنات کی جستجو اور تلاش کرے ـــــــ؟ اس فکر کا مقصد اور اس کی بنیاد کیا تھی ـــــــ؟ اصولاً کون سے عوامل اور اسباب اس بات کا باعث ہوئے کہ انسان خدا اور اس کی پرستش کی طرف متوجہ ہوا اور اس کے بارے میں سوچنے لگا ـــــــ؟

معمولی سے غور و فکر کے بعد اس سوال کا جواب معلوم کیا جا سکتا ہے، جیسے کہ تیسرے سبق میں بیان کیا جا چکا ہے کہ انسان فطرتاً معلول کی علّت و سبب کی تلاش و جستجو کرتا ہے۔ انسان ابتدا ہی سے اس مسئلہ سے آگاہ ہے کہ ہر موجود اپنے وجود کے لئے کسی نہ کسی علّت کا محتاج ہے۔ اسی بنا پر وہ ہر موجود کی علّت و سبب کا متلاشی نظر آتا ہے۔ اگر بھوکا ہوتا تھا تو غذا کی تلاش کرتا ہے کیونکہ غذا کو بھوک دور کرنے کی علّت و سبب سمجھتا تھا۔ اگر پیاسا ہوتا تو پیاس دور کرنے کے لئے پانی کی تلاش میں نکلتا، کیونکہ پانی کو پیاس کے دور کرنے کی علّت جانتا تھا اگر کسی آواز کو دیوار کے پیچھے سے سنتا تو اسے یقین ہو جاتا کہ آواز کی کوئی نہ کوئی علّت ہے اور اس کی علّت معلوم کرنے کے درپے ہو جاتا۔ اور اگر بیمار ہوتا تو اپنی بیماری کو کسی سبب و علّت کا نتیجہ جانتا اور اس کے علاج کی فکر کرنے لگتا ہے سردی کو دور کرنے کے لئے آگ کی پناہ ڈھونڈتا کیونکہ گرمی کو سردی دور کرنے کی علّت جانتا۔

علّت کی تلاش و جستجو ہر انسان کی خلقت و طبیعت میں موجود ہے اور ہر انسان ہمیشہ اس تلاش و جستجو میں رہتا ہے کہ موجودات کی علّت سے آگاہی حاصل کرے ہر موجود کے متعلق کہ وہ کیوں ہے اور اس کی علّت کیا ہے اس کے سامنے واضح ہو جائے اور ہمیشہ کوشش کرتا ہے کہ اس علّت و سبب کی تلاش و جستجو کا درست اور قابل اطمینان جواب حاصل کرے، اور جب تک اس کا صحیح جواب نہ پالے اسے آرام نہیں آتا۔

انسان ذاتاً علّت کی تلاش کرنے والا موجود ہے اور وہ اپنی اس فطرت و طبیعت کو فراموش نہیں کر سکتا۔

تمام انسان، بشمول دورِ اوّل کے انسان بھی اس فطرت و طینت کے حامل تھا۔ یہ انسان اس کائنات میں زندگی گزار رہا تھا اور روزمرّہ کی زندگی میں اسے مختلف حیرت انگیز حوادث و واقعات سے واسطہ پڑتا تھا۔ دن رات کا پے در پے اور تسلسل کے ساتھ ظہور، سردی و گرمی، سورج چاند اور ستاروں کی منظم حرکت، عجیب و غریب حیوانات اور نباتات، بلند و بالا پہاڑوں، وسیع و عریض دریاؤں اور پانی کا جاری ہونا، ان تمام کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا اور اس فکر اور سوچ میں ڈوب جاتا تھا کہ اس جہاں کی علّت کون ہے؟ اور اس کو وجود میں لانے والا کون ہے؟

لامحالہ یہ منظّم کائنات اپنی علّت رکھتی ہے اور خالق دانا اور توانا نے اسے پیدا کیا ہے اور وہی اسے چلا رہا ہے۔

اس طرح سے دورِ اوّل کے انسان اللہ تعالیٰ سے واقف ہوئے اور انہوں نے اس کے وجود کا اعتراف کیا اور اس کی عظمت اور قدرت کے سامنے خشوع و خضوع کیا۔

کچھ عرصہ گزرنے کے بعد ایک گروہ انحراف کا شکار ہوا اور جھوٹے معبودوں کی پرستش میں مشغول ہو گیا اور آہستہ آہستہ بت پرستی، خورشید پرستی، چاند پرستی، آتش پرستی، ستارہ پرستی بھی لوگوں میں پیدا ہو گئی۔

جھوٹے معبودوں کا پیدا ہو جانا خود اس بات کی دلیل ہے کہ انسان اپنی فطرت میں موجود، علّت کی تلاش کے عنصر کی بنا پر یہ بات جانتا تھا کہ اس کائنات کی بقا کے لئے ایک علّت ضروری ہے لیکن اس نے بعض امور میں غلطی و اشتباہ کیا اور جھوٹے معبودوں کو خالقِ حقیقی اور کائنات کی علّت جانا اور ان کی

پرستش میں مشغول ہوگیا ۔

مختصر یہ کہ انسان اس فطرت (علّت کی تلاش) کی وجہ سے جو اس کی سرشت میں رکھ دی گئی ہے تمام موجودات کے لئے علّت تلاش کر رہا تھا اور اسی ذریعہ سے خالق کائنات کہ جو کائنات کی محتاج موجودات کی حقیقی علّت ہے سے واقف اور مطلع ہوا اس کے وجود کو تسلیم کیا اور اس کی عبادت اور پرستش شروع کردی

آیت قرآن

" وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ
وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ "

اگر ان سے پوچھو کہ زمین اور آسمان کو کس نے خلق کیا ہے تو جواب دیں گے کہ انھیں عزیز اور علیم نے خلق کیا ہے

(سورہ زخرف ۴۳۔ آیت ۹)

سوچیے اور جواب دیجئے

۱ ۔۔۔۔ کون سے امور اور عوامل نے انسان کو خدا پرستی کی فکر میں ڈالا ہے ؟

۲ ۔۔۔۔ علّت کی تلاش یا علّت جوئی سے کیا مراد ہے ؟ انسان کی علّت جوئی سے متعلق کوئی مثال دیجئے ؟

۳ — "ہر موجود کے سلسلہ میں "کیوں اور کس علت سے"۔ انسان کے سامنے واضح ہونے سے آپ کیا سمجھتے ہیں ؟

۴ — جھوٹے معبودوں کا پیدا ہونا کس بات کی دلیل ہے ؟

زمین اور آسمان کا خالق

اپنی عمر کے گزرے ہوئے دور کا تصور کرتا ہوں، اپنے بچپن کو ذہن میں لاتا ہوں، گوکہ اپنے شیر خوارگی کے زمانے کو تو پردۂ ذہن پر نہیں لا پاتا لیکن اپنے اس دور کے معصوم چہرے کو اپنی ماں کی آغوش میں دیکھ سکتا ہوں۔ اپنی بہن کے چہرے کو جو مجھ سے چھوٹی ہے اور حال ہی میں دنیا میں آئی ہے دیکھتا ہوں۔

وہ اپنی خوبصورت ننھی منی آنکھیں کھولتی ہے، جیسے آسمان سے ابر کا پردہ ہٹا رہی ہے۔ ہولے ہولے اپنے نازک لبوں پر مسکراہٹ بکھیرتی ہے اپنی چھوٹی چھوٹی انگلیوں سے چیزیں پکڑ کر اپنے منہ کے قریب لے جاتی ہے۔

میں گھنٹوں اس کے پاس بیٹھا سوچا کرتا ہوں کہ ———:

ماں کے پیٹ میں اس طرح کس نے تیری پرورش کی ہے؟

وہ کیسا بہترین مصوّر ہے! کتنا زبردست مجسمہ ساز ہے اور وہ کتنی اچھی طرح جانتا

ہے کہ تجھے کن کن چیزوں کی ضرورت ہے، نہ صرف یہ بلکہ اس نے تیری یہ تمام ضروریات پوری بھی کی ہیں۔

اس کائنات کے نظارے کے لئے خوبصورت آنکھیں، طرح طرح کی آوازیں سننے کے لئے کان، اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے ہاتھ اور چلنے پھرنے کے لئے پیر عطا فرمائے۔

تیری محبّت کو ماں کے دل میں جگہ دی اور اس نے تیری اچھی طرح تربیت کی ________!

سچ بتا! تیرا پروردگار کون ہے ____؟

میں بھی تیری طرح ایک نوزائیدہ بچّہ تھا۔ اس سے پہلے اپنے وجود کی کوئی شکل تو کیا نشان بھی نہ رکھتا تھا، ایک قدرت مند مصوّر نے مجھے یہ شکل وصورت اور رنگ وروپ عطا کیا اور ایک طاقت ور وجود نے مجھے اس طرح بنایا ہے۔

پھر میں بھی کیوں نہ پوچھوں کہ میرا پروردگار کون ہے ___؟

تمام انسان اس طرح کا سوال اپنے آپ سے کرتے ہیں۔ اپنے وجود کی ضروریات پر نظر ڈالتے ہیں۔ اپنے بچپن، شیرخوارگی کا زمانہ اور اس سے بھی پہلے جب کہ وہ اپنی ماں کے پیٹ میں تھے، تصور میں لاتے ہیں۔ اپنی ضروریات اور ان کی تکمیل کو محسوس کرتے ہیں اور اس حقیقت کو پا لیتے ہیں کہ!

ایک بے نیاز اور طاقتور وجود نے انھیں خلق کیا ہے اور ان کی اس طریقہ سے پرورش کی ہے۔ اور خود سے پوچھتے ہیں کہ:

ہمارا پروردگار کون ہے؟

ان کی پاک فطرت، ان کی اپنے بزرگ پروردگار کی طرف رہنمائی کرتی

ہے اور ان کا واضح ادراک انھیں اس ذات کی ستائش اور عبادت کی طرف راغب کرتا ہے ۔

ہمیشہ سے اور ہر دور میں انسان اپنے پروردگار (بے نیاز اور قادرِ مطلق) سے آشنا تھے اور صرف اسی کی پرستش کرتے تھے ۔ البتہ کبھی غلطی اور گمراہی کا شکار ہو جاتے اور بے جان بتوں ، ناتواں مجسموں اور سورج چاند اور ستاروں کو اپنا پروردگار سمجھنے لگتے تھے ، ان کی تمام پریشانیوں اور بدبختیوں کا سبب یہی غلطی و گمراہی تھی ۔

اسی گمراہی کی وجہ سے وہ ہر قسم کی ذلت کو برداشت کر لیتے تھے اور ہر قسم کے ظلم و ستم سہہ لیتے تھے ۔ جہالت اور گمراہی کے گہرے غار میں گر پڑتے تھے اور تاریکیوں کے اسیر ہو جاتے تھے ۔

لیکن مہربان خدا کہ جس نے ان کی پرورش کا وعدہ کیا ہے انھیں یوں ہی نہیں چھوڑ دیتا تھا ۔ انھیں بیدار اور آگاہ کرنے کے لئے پیغمبر بھیج دیتا تھا تاکہ ان کو اپنے پیغامات کے ذریعہ شرک کی تاریکیوں اور انحراف سے نجات دلا سکے ۔

پیغمبر ان کو بیدار کرنے کی کوشش کرتے تاکہ خدا پرستی اور توحید کی طرف بلائیں اور شرک اور بت پرستی سے (جو تمام مشکلات اور پریشانیوں کا سبب ہے) مقابلہ کریں ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا کے بڑے پیغمبروں میں سے ایک ہیں کہ جنھیں خداوند عالم نے لوگوں کی نجات اور ہدایت کے واسطے بھیجا تھا تاکہ اپنی قوم کو بیدار اور آگاہ کریں اور ان کی عقلوں کے چراغ کو روشن کریں ۔ ان کے دلوں کو اپنے پروردگار کے عشق اور امید سے لبریز کر دیں ۔ نیکیوں اور اچھائیوں کی ان کو تعلیم

دیں اور برائیوں سے انھیں روکیں ۔

اس زمانے میں اکثر لوگ بت پرست تھے ۔ لکڑی اور پتھر سے مجسمے بناتے تھے اور ان کے سامنے سجدہ کرتے تھے ۔

یا سورج، چاند اور ستاروں کی پرستش کرتے تھے ۔

خداوند عالم نے ان لوگوں کی ہدایت اور نجات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذمے ڈال دی اور آپ کو دورِ جوانی میں اپنی قوم کے پاس بھیجا لیکن چونکہ وہ لوگ بت پرستی میں بری طرح مبتلا تھے اس لئے ان کی رہنمائی بہت مشکل تھی ۔ اس کے باوجود حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان لوگوں کی ہدایت کے لئے کمر ہمت باندھی ۔

آپ وقتاً فوقتاً ان کی عبادت گاہ میں جاتے اور جب موقع ملتا ان سے گفتگو کرتے ۔ خوش اخلاقی اور مہربانی کے ساتھ خالقِ کائنات (جو پوری دنیا کا خالق و پروردگار ہے) کے متعلق ان سے تبادلہ خیالات اور بحث و مباحثہ کرتے واضح اور روشن دلیلوں کے ذریعہ لوگوں کو خداشناسی کی طرف راغب کرتے ۔

آپ جانتے تھے کہ لوگوں کو شرک اور ذلت اور ظلم سے نجات دلانے کے لئے پہلے مرحلہ میں ان کی عقل اور فکر کو بیدار کیا جائے ۔ لہٰذا آپؑ ان کی خوابیدہ عقلوں کو بیدار کرنے کی کوشش کرتے تھے ۔

جب آپؑ بت پرستوں کو دیکھتے کہ بتوں کے سامنے سجدے میں گرے ہوئے ہیں تو ان سے پوچھتے :

کیا انہیں پوجتے ہو کہ جن کو تم نے خود اپنے ہاتھ سے بنایا ہے؟

یعنی تمہارے ہاتھ کا بنایا ہوا یہ بت تو خود تمہاری مخلوق ہے پھر وہ کیسے تمہارا پروردگا

اور خالق ہو سکتا ہے ؟

وہ مجسمہ کہ جسے میں خود بناؤں کیسے میرا پروردگار ہو سکتا ہے؟

ایک مرتبہ آپؑ ستارہ پرستوں کے عبادت خانے کے قریب سے گزرے، دیکھا کہ ایک جماعت اپنی آنکھیں آسمان کی طرف لگائے انتظار میں بیٹھی ہے ۔ آپؑ نے ان سے پوچھا کس کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہو ۔

انھوں نے کہا کہ رات کے انتظار میں، تاکہ ہمارا خدا طلوع ہو اور ہم اس کی عبادت اور پرستش کریں ۔

غروب آفتاب کا وقت تھا، حضرت ابراہیم علیہ السّلام بھی ان کے پہلو میں انتظار کرنے بیٹھ گئے، یہاں تک کہ تاریکی چھا گئی اور خوبصورت ستارہ زہرہ افق سے نمودار ہوا ستارہ پرست سجدے میں گر گئے اور ایک خاص قسم کی عبادت اور دیگر رسوم ادا کرنے لگے ۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے زہرہ ستارے کی بلندی، خوبصورتی اور روشنی کو دیکھا اور کہا: کیا یہ میرا پروردگار ہے ؟

ستارہ پرستوں نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا یہ سوال سنا اور ان سے بحث کرنے لگے، وہ کہنے لگے کہ یہ خوبصورت ستارہ تو ہمارا بنایا ہوا نہیں ہے کہ تم ہمیں سرزنش کرو اور کہو کہ جسے خود بناتے ہو اس کی پرستش کرتے ہو؟

اس گفتگو کے دوران ستارہ آہستہ آہستہ غروب ہونے لگا ۔ اور افق کے نزدیک ہوتے ہی مکمل طور پر غروب ہو کر عبادت کرنے والوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا ۔

حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ :

کس طرح اس ستارے کو جو غروب ہو گیا ہے اپنا پروردگار سمجھتے ہو؟ کیونکہ اس ستارہ کی حرکت اور اس کا طلوع و غروب ہونا خود اپنی زبانِ حال سے کہہ رہا ہے کہ میں ایک قادرِ مطلق پروردگار کے فرمان کے ماتحت ہوں جو مجھے حرکت میں لاتا ہے اور طلوع و غروب ہونا میرے مقدر میں لکھ دیا گیا ہے۔

نہیں ...... میں کسی ایسی چیز کو جو غروب ہوتی اور پستی کی طرف جاتی ہے اپنا پروردگار نہیں مان سکتا ...... اس لئے کہ ایسی محتاج اور نیاز مند چیز میرا پروردگار نہیں ہو سکتی۔

ستارہ پرستوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ گفتگو سنی اور گہری فکر و تذبذب میں ڈوب گئے۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دلیل کا کوئی جواب نہ دے سکے۔

خوبصورت اور چمکدار چاند طلوع ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا یہ میرا پروردگار ہے؟

چاند پرستوں نے آپ سے یہ سوال سنا تو آپ سے بحث شروع کر دی۔ لیکن چند گھنٹے گزرنے کے بعد چاند بھی ڈوب گیا۔

نہیں ...... نہیں، یہ بھی میرا پروردگار نہیں ہے۔ یہ بھی نکلتا اور ڈوبتا ہے۔ یہ بھی حرکت کرتا ہے اور اس میں بھی تغیر رونما ہوتا ہے اور زمان و مکان کا محتاج ہے ...... یہ موجود میرا پروردگار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ خود محتاج اور نیاز مند ہے۔

چاند پرستوں نے جب یہ بات سنی تو سوچنے لگے کیونکہ ان کے پاس

بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس واضح دلیل کا کوئی جواب نہیں تھا۔

چاند سے بھی زیادہ روشن اور بڑا سورج طلوع ہوا۔ حضرت ابراہیمؑ نے سوال کیا: کیا یہ میرا پروردگار ہے ؟

لیکن سورج بھی مغرب میں پہونچا اور غروب ہو گیا۔

نہیں .... سورج بھی میرا پروردگار نہیں ہے یہ خود حرکت اور تغیر میں ہے۔ یہ خود محتاج اور نیازمند ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اس وقت مشرکوں کے درمیان سے اٹھے اور فرمایا:

میں ان چیزوں سے کہ جن کی تم پرستش کرتے ہو بیزار ہوں اور ان کی پرستش نہیں کرتا ہوں۔ یہ سورج اور چاند اور یہ ستارے تمام کے تمام کسی دوسرے کے پیدا کئے ہوئے ہیں میں اس ذات کی طرف دیکھتا ہوں کہ جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔ وہی میرا پروردگار ہے۔ وہی عبادت و پرستش کے لائق ہے تنہا وہی وہ ذات ہے جو اس کائنات پر حاکم ہے اسی پر ایمان لاؤ اور اپنے ایمان کو ظلم و ستم سے آلودہ نہ کرو تاکہ امن اور ہدایت کا راستہ پاؤ۔

توضیح اور تحقیق

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دلیل تھی جو حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو تعلیم کی گئی تاکہ وہ اپنی قوم کو بیدار اور آگاہ کر سکیں اور انہیں موہوم تصورات اور غلط عقائد سے نجات دلا سکیں۔ یہ دلیل تمام انسانوں کی اس فطرت پر مبنی ہے جسکے تحت وہ جانتے ہیں کہ ہر موجود کے لئے علّت ضروری ہے اور ہر مخلوق کا کوئی خالق ہے۔

اس فطرت کی بنا پر حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی قوم اس سلسلہ میں کسی شک و شبہ کا شکار نہ تھی کہ وہ کسی دوسری ذات کی پروردہ اور مخلوق ہیں اور ایک قادر و توانا ہاتھ ہے جو ان کی اس طرح پرورش کر رہا ہے اور درحقیقت ایک خالق پروردگار موجود ہے۔

لیکن وہ اپنے اس پروردگار کی پہچان کے سلسلہ میں لغزش کا شکار ہو گئے تھے۔ ایک گروہ بتوں کی پرستش کرتا تھا اور دوسرا گروہ سورج کو پوجتا تھا، ایک گروہ چاند اور بعض ستاروں کو اپنا پروردگار سمجھتا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے مختصر سوالوں سے ان کی سوئی ہوئی عقلوں کو جھنجوڑتے اور انھیں آگاہ کرتے تھے تاکہ وہ بیدار ہو جائیں اور شرک کی بدنمائی کو دیکھ کر توحید اور خدا پرستی کی طرف آجائیں

حضرت ابراہیم علیہ السّلام ان کے درمیان بیٹھتے تھے اور ان سے محبت اور مہربانی سے گفتگو کرتے تھے اور ان کے ساتھ بحث و مباحثہ کے دوران ان باتوں کو ترجیح دیتے تھے جو فطرت سے ہم آہنگ اور ان کے لئے قابل قبول ہوا

کرتی تھیں۔ اور کوشش کرتے تھے کہ ان کے تاریک ذہنوں میں روشنی کا ایک دریچہ کھول دیں۔ اور انہیں بتاتے تھے کہ جن چیزوں کی تم پرستش کرتے ہو وہ خود مخلوق اور اپنے وجود کے لئے کسی دوسرے کی محتاج ہیں۔ وہ کبھی طلوع ہوتے ہیں اور کبھی غروب۔ اور مجبور ہیں کہ اپنے وجود کے لئے کسی بے نیاز سرچشمہ پر تکیہ کریں۔

اور وہی بے نیاز سرچشمہ ہے کہ جس نے انھیں پیدا کیا ہے وہی زمین اور آسمان کا خالق ہے اور وہی تمہارا پروردگار بھی ہے۔ میں حق پسند اور حنیف ہوں، میں اسی ذات کی طرف متوجہ ہوں اور وہی زمین اور آسمانوں کا خالق ہے اور اس کا کسی کو شریک قرار نہیں دیتا۔ اس کے سوا کسی اور کی حکومت اور ولایت کو قبول نہیں کرتا اور اس کے سوا کسی اور کی عبادت و اطاعت نہیں کرتا

خداوند عالم نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے ان کلمات کو قرآن مجید میں بیان کیا ہے اور تمام حق پسند اور حنیف انسانوں سے چاہا ہے کہ آپ کی اقتدا کریں اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی طرح تمام چیزوں سے دل خالی کریں اور زمین و آسمان کے خالق سے وابستہ ہو جائیں، اس سے محبت کریں اور اس سے مانوس اور آشنا ہو جائیں۔

آیت قرآن

اِنّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔

میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف کر لیا
ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے
میں حق پسند ہوں، مشرکین میں سے نہیں ہوں"
"سورۂ انعام ۶/ آیت ۷۹"

سوچئے اور جواب دیجیے

۱۔ ہم اپنی ضروریات سے کس طرح بہتر طریقہ سے واقف ہو سکتے ہیں؟ اور اس واقفیت کا کیا نتیجہ نکلے گا؟

۲۔ حضرت ابراہیمؑ بت پرستوں کی خوابیدہ عقل کو بیدار کرنے کیلئے کیا فرماتے تھے؟ اور کس طرح ان سے گفتگو کرتے تھے؟ اور کس طرح دلیل دیتے تھے؟

۳۔ آپ نے ستارہ پرستوں سے کیا کہا اور کس طرح ستارے کے غروب ہو جانے سے بے نیاز خالق کیلئے دلیل لائے؟

۴۔ چاند پرستوں سے کیا کہا اور ان کیلئے واضح دلیل کس طرح بیان کی؟

۵۔ سورج پرستوں سے کیا کہا اور جب مشرکوں کے درمیان سے اٹھے تو ان سے کیا کہا؟

۶۔ حضرت ابراہیمؑ کی گفتگو کیا چیز بیان کرتی ہے۔ برہان نظم اور برہان علیت کی وضاحت کیجئے؟

۷۔ حنیف کسے کہتے ہیں؟ خدا تعالیٰ سومن انسان سے کیا چاہتا ہے؟ اور ان سے کس شخص کی اقتدا چاہتا ہے اور کس طرح؟

باب دوم

جہان آخرت

(قیامت) کے بارے میں

قیامت کا دن حساب کا دن ہے

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

یہ لوگ کس چیز کے بارے میں پوچھ گچھ کر رہے ہیں؟ کیا اس بڑی خبر کے بارے میں جس کے متعلق یہ چہ میگوئیاں کرنے میں لگے ہوئے ہیں؟ ہرگز نہیں، عنقریب انھیں معلوم ہو جائے گا۔ ہرگز نہیں، عنقریب انھیں معلوم ہو جائے گا۔

کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہم نے زمین کو فرش بنایا اور پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑ دیا اور تمھیں جوڑوں کی شکل میں پیدا کیا، اور نیند کو تمہارے لئے آرام کا ذریعہ بنایا اور رات کو پردہ پوش اور دن کو روزی کمانے کا وقت بنایا، اور تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان قائم کئے اور ایک نہایت روشن اور گرم چراغ پیدا کیا اور بادلوں سے لگاتار بارش برسائی تاکہ اس کے ذریعہ سے غلہ سبزی اور گھنے باغ اگائیں۔

بے شک فیصلہ کا دن ایک مقرر وقت ہے، جس روز صور میں پھونک

ماردی جائے گی، تم فوج در فوج نکل آؤ گے اور آسمان کھول دیا جائے گا حتیٰ کہ وہ دروازے ہی دروازے بن کر رہ جائے گا اور پہاڑ چلائے جائیں گے یہاں تک کہ وہ سراب ہو جائیں گے۔

درحقیقت جہنم ایک گھات ہے، سرکشوں کا ٹھکانا، جس میں وہ مدتوں پڑے رہیں گے، اس کے اندر کسی ٹھنڈک اور پینے کے قابل کسی چیز کا مزہ وہ نہ چکھیں گے اگر کچھ ملے گا تو وہ بس گرم پانی اور زخموں کا گندہ پانی۔ وہ کسی حساب و کتاب کی توقع نہ رکھتے تھے اور ہماری آیات کو انہوں نے بالکل جھٹلا دیا تھا اور حال یہ تھا کہ ہم نے ہر چیز گن گن کر لکھ رکھی تھی۔

مندرجہ بالا عبارت جو آپ نے پڑھی قرآن کریم کے اٹھترویں (۷۸) سورۂ سورۂ نبا کی چند آیات کا ترجمہ ہے۔ ان آیات میں خداوند عالم نے زمین و آسمان کی خلقت، انسان اور جہان کی خلقت، دن اور رات، پانی اور بارش، غلہ گھاس پھوس اور درختوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اور اس نکتہ پر بار بار زور دیا ہے کہ اگر تم غور کرو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ یہ سب ہماری بنائی ہوئی ہیں اور ہم نے انھیں ایک خاص مقصد کے لئے خلق کیا ہے۔

اور پھر خدا تاکید کرتے ہوئے کہتا ہے کہ قیامت اور حساب و کتاب کا دن نزدیک ہے۔ ہم نے انسان اور جہان کو بے مقصد خلق نہیں کیا ہے۔ فیصلے کا دن عنقریب آنے والا ہے۔ اس دن پورا پورا حساب لیا جائے گا۔ اچھے اور برے لوگ جدا جدا ہو جائیں گے اور وہ لوگ جو اس دن پر ایمان نہیں رکھتے تھے وہ سخت اور دردناک عذاب میں مبتلا ہوں گے کیونکہ انہوں نے اس روز حساب کو جھٹلا دیا تھا۔

لیکن متقین کہ جو ہمیشہ روز حساب کو یاد رکھتے تھے اور اس دن کے خوف سے گناہوں سے دور رہتے تھے اب وہ آسائشوں اور آرام کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت میں رہیں گے ۔

اس کے علاوہ بھی قرآن مجید کی دوسری بہت سی آیات اور پیغمبر اکرمؐ اور آئمہ علیھم السلام کے فرامین سے پتہ چلتا ہے کہ قیامت کے روز لوگوں کے اعمال کا نہایت توجہ کے ساتھ اور بالکل ٹھیک ٹھیک حساب ہوگا اور پھر ان کی قدر و قیمت اس کی نیکیوں اور برائیوں کے لحاظ سے متعین کی جائے گی ۔

حساب و کتاب کس طرح لیا جائے گا اور اس وقت کیا کیفیت ہوگی، یہ باتیں بھی حضور اکرمؐ کی بعض احادیث میں بیان ہوئی ہیں۔ ان میں سے بعض احادیث کی جانب ہم اشارہ کرتے ہیں ۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے :

قیامت کے روز انسان کے قدم اٹھانے سے پہلے چار چیزوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ اپنی عمر کس طرح گزاری ؟ اپنے جسم کو کس کام میں استعمال کیا ؟ مال کیسے کمایا اور کہاں خرچ کیا ؟ اور خدا کے پیغمبرؐ اور اہل بیتؑ سے دوستی کے بارے میں پوچھا جائے گا

ایک اور مقام پر پیغمبرؐ اکرم فرماتے ہیں کہ :

قیامت کے روز ایک ایسے شخص کو حساب و کتاب کے لئے پیش کیا جائے گا کہ جس نے دنیا میں بہت سے اچھے کام اور بے شمار نیکیاں انجام دی ہوں گی ۔ اسے امید

ہو گی کہ ان نیک کاموں کی وجہ سے وہ خدا کے عذاب سے محفوظ رہے گا اور منتظر ہو گا کہ فرشتے اسے جنت کی جانب لے جائیں۔ عین اسی وقت چند ایسے انسان نمودار ہوں گے جن کا اس شخص نے حق غصب کیا ہو گا اور وہ اپنے حق کا مطالبہ کریں گے اور انصاف چاہیں گے لیکن قیامت کے روز اس ظالم و غاصب شخص کے پاس کچھ بھی نہ ہو گا کہ ان طالبان حق کا حق ادا کر سکے آخر کار فرشتے اس شخص کی نیکیوں میں سے کچھ نیکیاں لے کر ان طالبان حق مظلوم انسانوں کے حصہ میں ڈال دیں گے تاکہ وہ اپنے مطالبہ سے دستبردار ہو کر راضی ہو جائیں ممکن ہے اس شخص کے سامنے کچھ اور طالبان حق اپنا مطالبہ لے کر آئیں اور ان کی تعداد اتنی بڑھ جائے کہ اس شخص کی نیکیاں ہی ختم ہو جائیں، اس صورت میں فرشتے حق طلب کرنے والوں کے گناہوں اور برائیوں کو اس غاصب شخص کے نامۂ اعمال میں ڈال دیں گے اور اس طرح یہ انسان کہ جس نے دنیا میں لوگوں پر ظلم کیا ہے اور ان کے حقوق کو غصب کیا ہے نہ صرف تمام نیکیاں اور اچھائیاں کہ جنھیں اس نے دنیا میں انجام دیا تھا اپنے ہاتھ سے کھو بیٹھے گا بلکہ دوسروں کے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھائے گا اب وہ ہو گا اور برائیوں کا بھاری بوجھ۔

پیغمبر اکرمؐ ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

اگر کوئی کسی پر ظلم کرتے ہوئے تازیانہ لگائے تو قیامت کے دن اس سے یقیناً قصاص لیا جائے گا۔"

خود آپؐ نے اپنی عمر کے آخری دنوں میں لوگوں کے سامنے اپنے کو قصاص کے واسطے پیش کر دیا اور فرمایا :

خدا کی قسم ! دنیا میں قصاص دینا آخرت میں قصاص دینے سے بہت زیادہ سہل اور آسان ہے ۔ دنیا میں قصاص کو رائج کرو تاکہ آخرت کے قصاص سے محفوظ رہو ۔

آپؐ ہی نے فرمایا کہ :

قیامت کے دن سب سے پہلے جو ایک دوسرے پر دعویٰ کریں گے وہ ایک دوسرے پر زیادتی کرنے والے اور ایسے میاں بیوی ہوں گے جن میں کبھی بھی نہ بنتی ہو گی ۔ مرد اللہ تعالیٰ سے اپنی بیوی کی زیادتیوں کی شکایت کرے گا اور کہے گا کہ خداوندا ! یہ عورت بلاوجہ میری برائی کیا کرتی تھی اور خواہ مخواہ مجھ میں عیب نکالا کرتی تھی اور مجھے اذیت اور تکلیف دیتی تھی اور اس نے میرا گھر میں رہنا دوبھر کر دیا تھا عورت اس موقع پر ان الزامات کو رد کرے گی لیکن فرشتے اس کی زبان پر مہر لگا دیں گے تاکہ وہ خاموش رہے ۔ اس عورت کے اعضا اور جوارح ، ہاتھ اور پاؤں بات کرنے لگیں گے اور عورت کی ان زیادتیوں کو بیان کریں گے جو اس نے اپنے شوہر پر کی تھیں ۔ اور کبھی اس کے برعکس بیوی

اپنے شوہر کی زیادتیوں کی شکایت کرے گی اور کہے گی کہ اس نے میرا جینا دشوار کر دیا تھا۔ بغیر کسی وجہ کے گھر میں چیخ و پکار کیا کرتا تھا اور اس نے گھر کو اپنے غصّہ کی آگ سے جہنم میں تبدیل کر دیا تھا۔ مرد کے اعضاء اور جوارح اس کے خلاف گواہی دیں گے اور عورت کی بات کی تصدیق کریں گے ۔"

پیغمبر اسلامؐ جو دونوں جہانوں کیلئے رحمت اور انسانوں کے نجات دہندہ تھے پسند نہیں فرماتے تھے کہ کوئی انسان اپنے آپ کو آخرت کے عذاب اور قیامت کے حساب کی سختی میں گرفتار کرے ۔ لہٰذا آپؐ نے تمام مومن اور حق پسند انسانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

خدا اس بندہ پر اپنی رحمت نازل کرے جو موت کے آنے سے پہلے اس آدمی کا حق ادا کر دے جس کا حق اس کی گردن پر ہو، کیونکہ قیامت کے دن انسان کے پاس کسی قسم کا مال و دولت نہ ہو گا کہ وہ اپنے حق کے طلب گاروں کا حق اس کے ذریعہ ادا کر دے ۔ روز قیامت صرف انسان کے اچھے اور بُرے اعمال اس کے ساتھ ہوں گے اور حق داروں کے حق طلب کرنے کی صورت میں اس کے اچھے اعمال کم کر کے طلب گاروں کے حصّہ میں ڈال دیئے جائیں گے اور اگر اس کے پاس کوئی اچھا عمل نہ ہو گا تو طلب گاروں کے برے اعمال اس کے حساب میں ڈال دیئے

جائیں گے۔

یقیناً اس روز ہم بھی اپنے پروردگار کے سامنے جواب دہ ہوں گے اس عظیم دن کے لئے جس دن تمام طاقت و قدرت صرف ذات الٰہی کے ہاتھ میں ہوگی اور اسی کا حکم چلے گا اور کسی کو اس کی اجازت کے بغیر بات کرنے کی طاقت نہ ہوگی اور پھر سوائے حق اور صحیح بات کے کوئی اور بات کی بھی نہ جا سکے گی۔ ضروری ہے کہ اس دن کے لئے زادِ راہ جمع کریں اور بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔

پیغمبر اکرمؐ کے فرمان کے مطابق:

پہلی چیز جس کے متعلق روزِ قیامت سوال ہوگا وہ نماز ہوگی

بہترین چیز جسے انسان اپنے ساتھ لے جائے گا وہ اچھا اور نیک اخلاق ہوگا۔

ہمارے لئے بہتر یہ ہے کہ اس سے پہلے کہ ہم سے روزِ قیامت سوال کیا جائے اور دنیا میں کئے جانے والے اعمال و افعال کا حساب طلب کیا جائے ہم خود ہی اپنے اعمال و اخلاق پر نگاہ ڈالیں اور اپنا محاسبہ کریں۔

پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ:

اپنے اعمال کا حساب کرو قبل اس کے کہ ان کا حساب کیا جائے۔ اور اپنے اعمال کا وزن کرو قبل اس کے کہ ان کا وزن کیا جائے۔

آیت قرآن

"اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ بِمَا نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ۔"

وہ لوگ جو اللہ کے راستے سے گمراہ ہو گئے ہیں یقیناً ان
کے لئے سخت عذاب ہو گا کیونکہ انہوں نے قیامت کے
دن کو بھلا دیا ہے۔ (سورہ ص آیت ۲۶)

سوچیے اور جواب دیجئے

۱۔ خداوند عالم نے سورۂ نبا میں جہان کے با مقصد ہونے کے ساتھ کن موضوعات کو یاد دلایا ہے؟

۲۔ خداوند عالم نے اس سورہ میں کن مسائل کا ذکر فرمایا ہے (صرف سورہ کے اس حصے میں کہ جس کا ذکر اس درس میں کیا گیا ہے؟)

۳۔ قیامت کے دن کو کیوں "روز فصل اور روز جدائی" کہا جاتا ہے؟

۴۔ سورہ نبا میں ظلم اور زیادتیاں کرنے والوں کے بارے میں کیا بیان ہوا ہے؟

۵۔ پیغمبر اکرمؐ کا فرمان ہے کہ انسان سے قیامت کے دن چار چیزوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ وہ چار چیزیں کون سی ہیں؟

۶۔ اگر کوئی دنیا میں کسی پر ظلم کرے اور کسی کا مال اور حق غصب

کرے تو اس سے قیامت کے دن صاحبان حق اپنا حق کس طرح وصول کریں گے ؟

۷۔ پیغمبر اکرمؐ نے دوسرے لوگوں کے حقوق کے متعلق کیا سفارش کی ؟

۸۔ ایک دوسرے پر زیادتی کرنے والے میاں بیوی کس طرح انصاف چاہیں گے اور اگر اپنی زیادتیوں کا انکار کریں گے تو کون ان کے اعمال کی گواہی دے گا ؟

۹۔ سب سے پہلی چیز جس کا قیامت کے دن سوال ہو گا کیا ہے؟ بہترین چیز جو قیامت کے دن ہمارے کام آئے گی، کیا ہے؟

۱۰۔ قیامت کے دن حساب و کتاب کے بارے میں پیغمبر اکرمؐ کی ایک حدیث بیان کریں اور اس کی وضاحت بھی کریں ؟

۱۱۔ قیامت کے دن کیلئے بہترین توشا اور زاد راہ کیا ہے ؟

قیامت کے ترازو

موت کے وقت انسان کے سامنے یہ دنیا ختم ہو جاتی ہے اور اس کے سامنے آخرت کی دنیا کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ عمل کا زمانہ ختم ہو جاتا ہے اور حساب وکتاب اور جزا و سزا کا زمانہ قریب ہو جاتا ہے اور انسان دنیا سے آخرت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اگر اس کی نظر میں دنیا کی قدر و قیمت ہو گی اور دنیا پرستی کا شکار ہو گا تو اس کے لئے دنیا کو چھوڑنا سخت مشکل و ناگوار ہو گا۔ اور اگر اس کی نظر میں خدا کی خوشنودی ہر چیز سے زیادہ قیمتی ہو گی تو وہ مکمل ذوق و شوق کے ساتھ اس سفر کے لئے تیار ہو گا۔

امام علی رضا علیہ السّلام نے جانکنی کے بارے میں فرمایا ہے کہ:

"کافر کے لئے موت کا لمحہ نہایت سخت ہو گا۔ گویا کہ ایک اژدہا مسلسل اسے ڈس رہا ہے اور بچھو اسے بار بار اپنا زہر

آلود ڈنک مار رہا ہے ...... اور اس سے بھی زیادہ
اذیت ناک ہے۔
آپؑ سے سوال کیا گیا کہ :
کہا جاتا ہے کہ کافروں کے لئے اس دنیا سے جدا ہونے کی تکلیف اس
سے بھی زیادہ سخت ہوگی کہ اس کے بدن کو آری سے ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے یا
قینچی سے اس کی بوٹی بوٹی جدا کی جائے یا اس پر بہت بھاری پتھر مارا جائے
یا لوہے کی سلاخیں اس کی آنکھوں میں ڈالی جائیں یا چکی میں اسے پیس دیا جائے
امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ :
ہاں ایسا ہی ہے لیکن تمام کافروں کے لئے نہیں بلکہ ان میں
سے بعض کے لیے جو ظالم اور زیادہ گناہ گار ہوں گے اور پھر
یہ عذاب تو فقط آغاز ہوگا۔ اس سے سخت اور سخت ترین
عذاب تو اسے برزخ اور قیامت میں جھیلنا پڑے گا۔
اس کے برعکس مومن جو خدا پرست اور خدا سے دل لگائے
ہوئے ہوں گے اور اس کے احکام و فرامین کو مانتے ہوں
گے اور ہمیشہ آخرت کو یاد کرتے ہوں گے اور لوگوں کے
ساتھ صرف عدل و انصاف کا سلوک کرتے ہوں گے
وہ بہت آسانی سے اس دنیا سے گزر جائیں گے کہ گویا
پھول سونگھتے ہوئے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر رہے
ہیں۔ ان کا یہ سفرِ آخرت اسی طرح برزخ اور اس کے بعد
روز قیامت تک جاری رہے گا اور آخر قیامت کے دن

کہ جس دن حساب وکتاب ہوگا اور اعمال تولے جائیں
گے اس دن ان کے اعمال کا بھی ٹھیک حساب
کیا جائے گا۔

قیامت کے ترازو

خداوند عالم قرآن مجید میں قیامت کے دن کے بارے میں فرماتا ہے:

"پھر دیکھو وہ موت کی جانکنی حق لے کر آ پہنچی" یہ وہی چیز ہے
جس سے تو بھاگتا تھا۔"
"اس چیز کی طرف سے تو غفلت میں تھا، ہم نے وہ پردہ
ہٹا دیا جو تیرے آگے پڑا ہوا تھا اور آج تیری نگاہ خوب تیز
ہے"
قیامت کے روز ہم ٹھیک تولنے والے ترازو رکھ
دیں گے پھر کسی شخص پر ذرہ برابر ظلم نہ ہوگا۔"

(سورہ ق آیت ۱۹۔ سورہ انبیاء آیت ۴۷)

آپ سوچتے ہوں گے کہ عدالت کا ترازو کیا چیز ہے؟ سوچتے ہوں گے کہ قیامت کے ترازو سے کیا مراد ہے؟ اور یہ اعمال کے وزن اور اس کی قدر و قیمت کا کس طرح تعین کریں گے؟ عمل بے وزن اور بے قیمت ہونے کو کس ترازو سے تولیں گے؟

میزان کے معنی ترازو اور اس ذریعہ کے ہیں جس سے کسی چیز کو تولا لیا

ناپا جاتا ہے۔

ہر چیز کو ایک مخصوص پیمانے سے ناپا جاتا ہے۔ مثلاً سونے کے زیورات کے وزن کے لئے ایک حساس اور چھوٹا ترازو استعمال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ایک بڑے ٹرک کا وزن معلوم کرنے کے لئے جو تربوزوں سے بھرا ہوا ہو ایک بڑے کانٹے کو استعمال کیا جاتا ہے۔ جسم کی حرارت اور بخار معلوم کرنے کے لئے تھرمامیٹر اور کسی چیز کی بلندی یا طول و عرض معلوم کرنے کے لئے میٹر سے استفادہ کیا جاتا ہے۔

پس آپ نے دیکھا کہ میزان اور ترازو مختلف شکلوں اور مختلف قسموں کے ہوتے ہیں۔ جسم کی حرارت معلوم کرنے والا تھرمامیٹر اور ٹرک کا وزن کرنے والے کانٹے کے درمیان کتنا فرق ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ پیمائش کرنے کا ذریعہ کہلاتے ہیں۔

اگر ہم آپ کی کلاس میں مصوری کا مقابلہ منعقد کروائیں تو اس میں بہترین تصویر کا چناؤ کیسے کریں گے؟

اگر کچھ لوگوں کی طاقت کا موازنہ کریں کہ ان میں سے کون زیادہ طاقتور ہے تو کیسے معلوم کریں گے؟

اور اسی طرح ایک مجاہد کی بہادری معلوم کرنے کا آپ کے پاس کیا پیمانہ ہے؟

اس قسم کے مواقع پر "میزان اور ترازو" وہ نمونہ ہوتا ہے جو دنیا میں پہلے سے موجود ہو۔ مثلاً ایک تحریر کی خوبصورتی اور اس کے حسن کو پرکھنے کے لئے ایک بڑے استاد کی تحریر سے اس کا موازنہ کیا جائے گا۔ اور اسی لحاظ سے اس کا معیار معین کیا جائے گا۔ پس اس صورت میں ترازو اور میزان استاد کی لکھی

ہوئی تحریر قرار پائے گی۔

ایک کلاس کے طالب علموں کی قابلیت کا تعین کرنے کے لئے امتحان منعقد کیا جاتا ہے اور کلاس کے سب سے ذہین طالب علم کو دوسروں کے لئے میزان قرار دیا جاتا ہے۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ کبھی کبھی آپ کے استاد پوری کلاس کو ایک سوال حل کرنے کے لئے دیتے ہیں اور پھر اس کی چیکنگ کے دوران جب دیکھتے ہیں کہ اکثر طالب علموں نے سوال غلط حل کیا ہے تو ان سے کہتے ہیں کہ فلاں طالب علم کو دیکھو، اس نے سوال بالکل درست طور پر حل کیا ہے، جاؤ اور اس کی کاپی سے اپنا سوال ملاؤ۔

قرآن مجید کے مطالعہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے روز بندوں کے حساب و کتاب کے لئے خداوند عالم ایسے میزان اور ترازو معین کرے گا جن کے ذریعہ بندوں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا تاکہ انسان اپنے اعمال کے وزن اور ان کی قدر و قیمت کے مطابق اپنی جزا کو پا سکیں۔

اس بارے میں خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ:

"قیامت کے دن ہم ٹھیک ٹھیک تولنے والے ترازو رکھ دیں گے، پھر کسی شخص پر ذرہ برابر ظلم نہ ہوگا جس نے رائی کے دانے کے برابر بھی عمل انجام دیا ہوگا وہ ہم سامنے لے آئیں گے اور حساب لگانے کے لئے ہم کافی ہیں۔"

(سورہ انبیاء ۲۱۔ آیت ۴۷)

"اس دن پیمائش اور وزن حق کے مطابق ہوگا جس شخص

کا پلڑا نیک اعمال سے بھاری ہوگا نجات پا جائے گا اور
جن کا پلڑا ہلکا ہوگا وہ نقصان اور خسارہ میں رہیں گے کیونکہ
انہوں نے ہماری آیات پر ظلم کیا ہے، اور جہنم میں ہمیشہ کے
لئے رہیں گے۔

البتہ یہ بات ذہن نشین رہے کہ قیامت کا ترازو ان ترازؤوں سے مختلف ہے جن کا ہم اپنی روزمرہ مادی زندگی میں مشاہدہ کرتے ہیں۔ قیامت کے دن کے ترازو کی نوعیت مختلف ہوگی۔ اس ترازو کے ذریعہ لوگوں کے عقائد و افکار اور اخلاق و رفتار کو ناپا جا سکے گا۔ عقائد کو پرکھنے کا پیمانہ "حق" ہوگا اور "حق" سے موازنہ کر کے ہی عقائد کو پرکھا جا سکے گا۔

انسانوں کے اعمال و افعال کا پیمانہ صالح لوگ ہوں گے۔ انبیاء، ائمہ، خدا کے منتخب بندوں اور اولیاء اللہ کے اعمال کے ذریعہ انسانوں کے اعمال کا موازنہ کیا جائے گا۔ جتنا کسی کا عمل ان کے عمل سے مشابہت رکھتا ہوگا اتنا ہی وزنی اور با قیمت ہوگا۔ جو اعمال خدا اور اس کی رضا کے لئے انجام دیئے جائیں وہ وزنی اور قیمتی ہیں اور جو اعمال غیر خدا کے لئے اور غفلت میں انجام دیئے جائیں وہ بے وزن و بے قیمت ہوتے ہیں، اگرچہ ان کی ظاہری صورت اچھی اور نیک ہی کیوں نہ ہو وہ قیامت کے دن نیک اور اچھے اعمال میں شمار نہیں کئے جائیں گے۔

لہٰذا جنّت اور خداوند عالم کا قرب وہ حاصل کر سکے گا جس کے نیک اعمال کا پلڑا بھاری ہوگا۔ اور جس کے نیک اعمال کا پلڑا بھاری نہ ہوگا وہ نجات نہ پا سکے گا اور وہ ضرور بالضرور جہنم میں جائے گا اور آگ کی تہہ میں جا پڑے گا
قرآن مجید کا ایک سورہ جسے قارعہ کہا جاتا ہے اس کے ترجمے پر غور

سبق کیجئے :

خدا کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔
"توڑ دینے والی، توڑ دینے والی کیا ہے، کیا جانتے ہو کہ
توڑنے والی کیا ہے۔ وہ دن کہ جب لوگ بکھرے
ہوئے پروانوں کی مانند اور پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کی طرح
ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، پھر جس کے اعمال کا پلڑا بھاری
ہوگا وہ اچھی اور خوشحال زندگی میں داخل ہوگا اور جس کے
اعمال کا پلڑا ہلکا ہوگا اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور تمہیں کیا
جانتے ہو کہ جہنم کیا چیز ہے۔ بھڑکتی ہوئی آگ۔"

قیامت کے دن انسانی اعمال کا وزن کیا جائے گا اور اس کے پوشیدہ اعمال ظاہر و آشکار ہو جائیں گے۔ اس دن انسان اپنے تمام اعمال اور حرکات کا شاہدہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ :

"اس دن انسان کو اس کا سب اگلا پچھلا کیا ہوا بتا دیا
جائے گا۔ بلکہ انسان خود ہی اپنے آپ کو اچھی طرح جانتا
ہے"

قیامت کے دن انسان کا نامۂ عمل اتنا واضح اور روشن ہوگا کہ وہ اس کو دیکھ کر اپنے تمام اعمال سے آگاہ ہو جائے گا اور ان کے درست ہونے کا اعتراف کرے گا اور میزان اتنا ٹھیک ہوگا کہ انسان سے کہا جائے گا کہ خود اپنا حساب کرے

قیامت کے دن انسان سے کہا جائے گا کہ :

اپنے نامۂ عمل کو پڑھ آج تو خود اپنا حساب کرنے کے
لئے کافی ہے "

قیامت کے دن باطنی اعمال اور پوشیدہ حقائق اس طرح واضح ہوں گے
کہ کوئی بھی ان کا انکار نہ کر سکے گا۔ اور اگر کوئی انکار کرنا چاہے گا تو اس کے منہ پر مہر
لگا دی جائے گی تاکہ اس کے اعضاء و جوارح گواہی دے سکیں۔

خداوند عالم نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

اس دن یعنی قیامت کے دن ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے
اور ان کے اعضاء و جوارح، ہاتھ، پاؤں باتیں کریں گے
اور اپنے کردار کی گواہی دیں گے "

حتیٰ کہ نامہ عمل خود کلام کرے گا اور ٹھیک ٹھیک گواہی دے گا۔

خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

یہ ہماری کتاب ہے کہ جو حق کے مطابق تمہارے خلاف
گواہی دے رہی ہے۔ قیامت کا دن حساب و میزان
کا دن ہے۔ حق اور عدل اور جزا و سزا کا دن ہے۔ نیک
لوگوں کی ظالموں اور بدکاروں سے مکمل جدائی کا دن ہے "

پس کتنا اچھا ہو کہ ہم اپنے آپ کو اس عظیم دن کے لئے تیار کریں اور ایسے
اعمال انجام دیں کہ اس دن جن کے دیکھنے سے شرمندگی نہ ہو۔

آیت قرآن

"وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۚ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۚ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ"

سورہ انبیاء ۲۱۔ آیت ۴۷

قیامت کے دن ہم ٹھیک تولنے والے ترازو رکھ دیں گے پھر کسی شخص پر ذرہ برابر ظلم نہ ہوگا۔ جس نے رائی کے برابر بھی عمل انجام دیا ہوگا وہ ہم سامنے لے آئیں گے۔ اور حساب کرنے کے لئے ہم کافی ہیں۔

سوچیے اور جواب دیجئے

۱۔ دنیا سے آخرت کے سفر میں کون جان لیوا اور سخت مشکل محسوس کرے گا اور کون ذوق و شوق سے اس کو طے کرے گا؟

۲۔ امام رضا علیہ السلام کے مطابق ظالم اور کافر دنیا سے رخصت کے وقت کیا محسوس کریں گے اور مومن خدا پرست اس موقع پر کیا محسوس کریں گے؟

۳۔ قیامت کے دن کون لوگ نجات پانے والے اور کون لوگ نقصان و خسارہ کا شکار ہوں گے؟ د آپ کی کتاب

میں اس بارے میں جو ذکر ہوا ہے اس کی رو سے
جواب دیں؟)

④ اس سبق میں ترازو کی جو قسمیں بیان ہوئی ہیں انہیں
شمار کیجئے اور یہ بتلائیے کہ قیامت کے دن ترازو کون
سی چیز ہوگی؟ انسان کے اعمال کو کس سے تولا جائے
گا ....؟

⑤ عمل کے بھاری یا بے وزن ہونے کا قیامت کے
دن کیا معیار ہوگا؟

⑥ سورۂ قارعہ کی آیات کی رُو سے کون لوگ قیامت کے
دن اچھی زندگی میں داخل ہوں گے اور کون لوگ ہاویہ
اور عذاب میں ڈالے جائیں گے؟

⑦ قیامت کے دن مشکلات اور شرمندگی سے بچنے کے لئے
ہمیں کون سے اعمال انجام دینا چاہیئے؟

جنّت اور اہل جنّت ، دوزخ اور اہل دوزخ

جناب ابوذر غفاریؓ سے کسی نے سوال کیا کہ ہمارے لئے مرنا کیوں تکلیف دہ ہوتا ہے ـــــــ ؟

حضرت ابوذرؓ نے جواب دیا :

" اس لئے کہ تم نے اپنی دنیا کو آباد کیا ہے اور آخرت کو خراب و ویران کیا ہے ۔ اس دنیا میں اپنی خواہشات نفس کی پیروی کی ہے اور گناہوں میں مبتلا رہے ہو اور جو کچھ تمہارے پاس تھا اسی دنیا میں خرچ کر دیا ہے اور آخرت کے لئے کوئی توشہ و زاد راہ روانہ نہیں کیا ۔ اسی لئے تمہارے لئے ایک آباد مکان سے خراب و ویران مکان کی طرف منتقل ہونا تکلیف دہ ہوتا ہے "

اس نے پھر سوال کیا کہ اے ابوذرؓ ! ہماری حالت آخرت کے جہان میں داخل ہوتے وقت کیسی ہوگی ؟

جناب ابوذرؓ نے فرمایا :

لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ نیک اور بُرے۔ نیک لوگ، ان لوگوں کی طرح ہوں گے جو طویل مدّت اپنے گھر بار سے اور اپنے رشتہ داروں اور دوستوں سے دور رہوں اور اب وہ اپنے گھر پہنچنے والے ہوں اور اپنے رشتہ داروں کا دیدار کرنے والے ہوں تو انھیں کتنی خوشی اور مسرّت محسوس ہوگی ؟ وہ کتنے خوشحال وخوشنود ہوں گے ؟ نیک لوگ اس طرح اپنے مہربان خدا کے نزدیک اور اس کی خوبصورت بہشت میں داخل ہوں گے۔ ملائکہ و پیغمبران و اولیاء خدا ان کا استقبال کریں گے اور وہ بہشت کی ختم نہ ہونے والی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے لیکن گناہگار اور بُرے اعمال کے مرتکب اس مجرم اور باغی کی طرح ہوں گے جو اپنے گناہوں کے خوف سے فرار ہوگیا ہو اور جب اسے گرفتار کرکے لایا جائے اور اس کے جرائم کی سزا سنائی جائے تو اس کی کیا حالت ہوگی ؟

اعمال بدانجام دینے والا اپنے آپ کو اپنے اعمال میں گرفتار دیکھ رہا ہوگا تمام گناہگاروں کی یہی حالت ہوگی، وہ خود کو خدا کے غیظ و غضب اور عذاب میں مبتلا دیکھ رہے ہوں گے۔ وہ دیکھ رہے ہوں گے کہ اب وہ اس پروردگار کے سامنے کھڑے ہیں جو بدلہ لینے والا ہے۔ جس کے فرامین و احکامات کی انہوں نے خلاف ورزی کی ہے۔ اس کی بندگی کو فراموش کیا ہے، اس کے اور اس کے بندوں کے حقوق کو ضائع کیا ہے۔ ان پر پانی پانی کر دینے والی شرمندگی طاری ہوگی اور وہ اپنے آپ کو عذاب کا مستحق دیکھ رہے ہوں گے اور بالآخر ان کو کھینچ کر جہنم میں لے جایا جائے گا ۔"

اس شخص نے پھر سوال کیا۔ اے ابوذرؓ ! بتائیے کہ ہماری حالت

خداوند عالم کے سامنے کیسی ہوگی ؟ جنّتی ہوں گے یا جہنمی ؟

حضرت ابوذرؓ نے فرمایا کہ:

اپنے اعمال کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کے سامنے رکھو اور دیکھو کہ خدائے تعالیٰ قرآن مجید میں کیا فرماتا ہے اور تمہاری کیا حالت ہے۔ خدائے تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ نیک اور صالح جنّتی ہوں گے اور فاسق و فاجر جہنمی۔

اس شخص نے سوال کیا: اللہ تعالیٰ کی رحمت کہاں ہوگی

ابوذرؓ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک لوگوں سے زیادہ قریب ہے۔

آخرت میں انسان لامحالہ ان دو مقامات میں سے ایک میں قیام کرے گا۔ جنّت میں یا جہنّم میں۔

جنّت

جنّت نیک اور دیندار اور خدا پرست لوگوں کی رہائش اور مکان ہے، پیغمبروں اور ان کے پیروکاروں کے ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے۔

بہترین اور خوبصورت ترین مقام ہے جسے مہربان خالق نے اپنے نیک بندوں کے لئے بنایا ہے۔ نہایت وسیع اور کشادہ ہے، زمین اور آسمان کی وسعتوں کے مساوی بلکہ ان سے بھی وسیع و عریض ہے، روشن و پرنور ہے۔ غرض انسان اس کی تعریف سے عاجز ہے۔

اسے بہشت بھی کہتے ہیں۔ قرآن اسے جنت سے تعبیر کرتا ہے

"جنت" یعنی سرسبز و شاداب درختوں سے بھرا ہوا باغ

جنت کے سرسبز و شاداب درختوں کے نیچے صاف اور شفاف اور ٹھنڈے پانی کی نہریں جاری ہوں گی۔ ان کی شاخوں پر رنگ برنگے اور مزے دار پھل لٹکے ہوئے ہوں گے اور معطر ہوا کے جھونکوں سے جھوم رہے ہوں گے۔

جنّت میں کسی قسم کی برائی اور نقص کا وجود نہ ہوگا۔ نیک لوگ وہاں جس چیز کی تمنا کریں گے ان کے لئے حاضر کر دی جائے گی۔ جب کسی پھل کی خواہش کریں گے تو درختوں کی خوبصورت ٹہنیاں ہوا کے چلنے سے حرکت کریں گی اور اس نیک بندے کے نزدیک پہنچ کر پھل اس کے ہاتھوں پر رکھ دیں گی۔

جنّت میں مومنین کے لئے نہایت عالیشان اور آسائشوں سے پُر محل بنائے گئے ہوں گے، ان پر عمدہ اور بہترین فرش بچھے ہوئے ہوں گے مومنین بہترین اور خوش رنگ لباس زیب تن کئے ہوئے، آرامدہ مسندوں پر پیغمبروں، ائمہ اطہار، شہداء اور دوسرے جنتیوں سے گفتگو ہوں گے

پیغمبرؐ فرماتے ہیں کہ:

میں نے جنّت میں دیکھا کہ فرشتے جواہرات اور لؤلؤ سے ایک خوبصورت محل بنا رہے ہیں۔ کبھی تیزی سے اور زیادہ کام کرنے لگتے اور کبھی کام چھوڑ کر بیٹھ جاتے ہیں میں نے ان سے پوچھا: کیا کام کر رہے ہو؟ کیوں کبھی کام کرنا چھوڑ دیتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم یہ

محل ایک مومن کے لئے بنا رہے ہیں۔ آپؐ نے سوال کیا: پھر بناتے بناتے رک کیوں جاتے ہو۔ فرشتوں نے جواب دیا کیونکہ محل بنانے میں استعمال ہونے والا سامان ختم ہو جاتا ہے۔ آپؐ نے پوچھا: محل بنانے کا سامان کیا ہے؟ فرشتوں نے کہا یہ سامان اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ ہے جو ان جواہرات اور سونے کی اینٹوں میں تبدیل ہو جاتا ہے اس محل کو بنانے کا سامان اللہ تعالیٰ کا ذکر اور وہ نیک اعمال ہیں جو خود مومن دنیا سے ہمارے لئے روانہ کرتا ہے جب تک مومن کارِ خیر اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہے، ہم تک سامان پہنچتا رہتا ہے اور اگر مومن غافل ہو جائے اور کارِ خیر انجام نہ دے تو ہم تک سامان نہیں پہنچتا اسی لیے ہم بھی مجبوراً کام روک دیتے ہیں۔

جنت میں نعمتیں ہمارے دنیاوی اعمال سے بنائی جاتی ہیں اور جنت کی بعض نعمتیں اتنی خوبصورت ہیں کہ کبھی آنکھ نے ان جیسی خوبصورتی کو نہ دیکھا ہوگا ان کے دل پسند اوصاف کو کسی کان نے نہ سنا ہوگا بلکہ ان کا خیال بھی کسی کے ذہن میں نہیں آسکتا۔ مختصر یہ کہ جنت کی نعمتیں ہماری فکروں سے بھی زیادہ بلند و بالا ہیں۔ اور بہشت کی تعریف و توصیف میں جو کچھ بھی بیان کیا گیا ہے وہ ہماری ذہنی سطح کے مطابق بیان کیا گیا ہے۔ ورنہ بہشت کی عظمت اور اس کی حقیقی خوبصورتی اور زیبائی ناقابلِ بیان ہے۔

لیکن خدا نے یہ بتانے کے لئے کہ بہشت رہنے کے لئے کتنی عمدہ جگہ ہے اس کی کچھ صفات کو ہماری زبان اور ہماری ذہنی سطح کے مطابق بیان کیا ہے اور فرمایا ہے کہ :

> متقین کے لئے جس جنّت کا وعدہ کیا گیا ہے اس کی شان یہ ہے کہ اس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اس کے پھل ہمیشہ رہنے والے ہیں اور اس کا سایہ لازوال ہے یہ تو انجام ہے متقی لوگوں کا۔ لیکن کافروں کا انجام یہ ہے کہ ان کے لئے دوزخ کی آگ ہے ۔"

(سورہ رعد ۱۳ آیت ۳۵)

> بہشت میں جس چیز کی خواہش کرو گے تیار ہوگی اور جو چاہو گے وہ موجود ہوگا ۔"

(سورہ فصلت ۴۱ ۔آیت ۳۱)

"ان مومن مردوں اور عورتوں سے خدا کا وعدہ ہے کہ انھیں ایسے باغ دے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے ۔ ان سدا بہار باغوں میں ان کے لئے پاکیزہ قیام گاہیں ہوں گی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ کی خوشنودی انھیں حاصل ہوگی اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے

(سورہ توبہ ۹ آیت ۷۲)

جنت میں مقیم رہنے والے لوگ ایک مرتبے اور ایک درجے کے نہیں ہیں بلکہ اپنے ایمان اور خلوص اور اعمال صالح کی مقدار کے لحاظ سے ان کے مراتب میں فرق ہوگا بہشت میں سستی، غم، بیماری، فکر، مصیبت کا کوئی

وجود نہ ہو گا۔ بلکہ جنتی افراد ہمیشہ خداوند عالم کے لطف و عنایات کے زیر سایہ ہوں گے اور ہمیشہ خدا کی ظاہری اور باطنی نعمتوں سے بہرہ مند ہوں گے اور سب سے زیادہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گا اور وہ بھی اللہ اور اس کے الطاف اور عنایات سے راضی ہوں گے۔

دوزخ

دوزخ ظالموں اور بدکاروں کا ٹھکانہ ہے اور مشرکوں اور منافقوں کی قیام گاہ ہے۔

دوزخی نہایت سخت اور بہت دردناک زندگی سے دوچار ہوں گے ان کے برے اعمال اور کفر و نفاق، عذاب اور سخت سزا کی صورت میں تبدیل ہو کر ان کے لئے ظاہر ہوں گے اور انھیں درد و رنج پہنچاتے رہیں گے۔ آگ کا لباس ان کے جسم پر اور گلے میں طوق، ہاتھ اور پاؤں میں زنجیر پہنائی جائے گی۔ آتش دوزخ کے شعلے ان کے جسم سے اٹھ رہے ہوں گے ان کے گوشت اور ہڈیوں کو جلا رہے ہوں گے۔ ساتھ ہی ساتھ ان کے باطن میں قلب و روح میں بھی نفوذ کر رہے ہوں گے۔

جہنمیوں کا کھانا اور پینا، گندا، بدبودار، غلیظ اور جلا دینے والا ہو گا جو پیپ سے بدتر ہو گا۔ جس کی بدبو مردار سے زیادہ ہو گی۔

جہنم کا عذاب جو کفر و نفاق ظلم و ستم اور برے اعمال کا نتیجہ ہے اتنا سخت اور دردناک ہے کہ جس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اس دردناک

عذاب کی جھلک خداوندعالم اس بیان کی صورت میں ہمیں یوں دکھاتا ہے کہ :

ہم نے ظالموں کے لئے ایک آگ تیار کر رکھی ہے جس کی لپٹیں انھیں گھیرے میں لئے ہوئے ہوں گی وہاں اگر وہ پانی مانگیں گے تو ایسے پانی سے ان کی تواضع کی جائے گی جو تیل کی تلچھٹ جیسا ہوگا اور ان کا منہ بھون ڈالے گا بدترین پینے کی چیز اور بدترین رہائش گاہ ہا۔"

(سورہ کہف ۱۸ آیت ۲۹)

جن لوگوں نے ہماری آیات کو ماننے سے انکار کر دیا انھیں یقیناً ہم آگ میں ڈالیں گے اور جب ان کے بدن کی کھال گل جائے گی تو اس کی جگہ دوسری کھال پیدا کر دیں گے تاکہ وہ خوب عذاب کا مزا چکھیں۔ یقیناً اللہ بڑا قادر اور حکیم ہے "

(سورہ نساء ۴ آیت ۵۵)

" دردناک سزا کی خبر دو انھیں جو سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انھیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی سے جہنم کی آگ دہکائی جائے گی اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔ یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا، لو اب اپنی اس دولت

کا مزا چکھو جسے تم نے ذخیرہ کیا تھا ۔

(سورہ توبہ ۹ آیت ۳۵)

یقیناً آپ کا دل بھی چاہتا ہوگا کہ معلوم کریں کہ روز قیامت ہمارا انجام کیا ہوگا ؟ آخرت میں ہمارا ٹھکانا کہاں ہوگا ؟ جنت یا جہنم ؟
اگر ہم غور سے پیغمبر اکرمؐ کے اس قول کا جائزہ لیں تو شاید اندازہ ہو جائے کہ ہمارا انجام کیا ہوگا ؟
پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے :
بہشت مصائب اور آلام میں پوشیدہ ہے جو شخص دنیا کی مشکلات اور رنج والم کو برداشت کرے گا وہ بہشت میں داخل ہوگا اور جہنم لذت وشہوت اور ہوس رانی میں پوشیدہ ہے جو شخص شہوت اور ہوس رانی میں مبتلا ہوگا وہ جہنم میں جائے گا ۔

آیت قرآن

"مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اُكُلُهَا دَآئِمٌ
وَّظِلُّهَا تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا
وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ"

سا سالہ استعمال کرتے ہیں؟ اور کیوں فرشتے کام
چھوڑ کر بیٹھ جاتے ہیں؟

۷۔ دوزخ کن کا ٹھکانہ ہے اور جہنم کا عذاب کس چیز کا نتیجہ
ہوا ہے؟

۸۔ قرآن مجید کی آیات سے استفادہ کرتے ہوئے جہنم کے
عذاب کی کوئی مثال بیان کیجئے؟

متقیوں کے لئے جس جنّت کا وعدہ کیا گیا ہے اس
کی شان یہ ہے کہ اس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ۔
اس کے پھل ہمیشہ رہنے والے ہیں اور اس کا سایہ
لازوال ہے ۔ یہ تو انجام ہے متقی لوگوں کا ۔ لیکن کافروں
کا انجام یہ ہے کہ ان کے لئے دوزخ کی آگ ہے ۔
(سورہ رعد ۱۳ آیت ۳۵)

سوچیے اور جواب دیجیے

① حضرت ابوذرؓ نے اپنے کلام میں نیک لوگوں کو کن لوگوں سے تشبیہ دی ہے اور گناہ گاروں اور برے لوگوں کو کن سے؟

② حضرت ابوذرؓ کے قول کی روشنی میں بتائیے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہماری حالت کیا ہوگی؟

③ اللہ تعالیٰ کی رحمت کہاں گئی؟ جناب ابوذرؓ نے اس سوال کا کیا جواب دیا تھا، اور اس جواب سے کیا مقصد تھا؟

④ اس سبق کو ملحوظ رکھتے ہوئے بہشت کی تعریف کیجئے؟

⑤ بہشت کی نعمتوں میں سے کون سی چیز سب سے برتر اور بالاتر ہے؟

⑥ جنّت میں مومنین کا مکان بنانے کے لئے ملائکہ کون

قیامت کا خوف

خدا کے شائستہ بندوں کی ایک صفت

خدا کے شائستہ بندوں کے متعلق حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ:

خداوند عالم نے اپنی یاد کو دلوں کے منور ہونے کا سبب قرار دیا ہے یادِ خدا دلوں کو سماعت بخشتی ہے، خدا کی یاد تاریک و مردہ اور افسردہ دلوں کو روشن، بینا اور زندہ کرتی ہے، خدا کی یاد سرکش اور گنہگار دلوں کو خدا کی بندگی اور اس کے حضور سجدہ ریز ہو جانے کا سبق دیتی ہے۔

ہر دور میں خدا کے ایسے منتخب بندے ہوتے ہیں جو خدا کی یاد میں مشغول رہتے ہیں اور اس سے مناجات کرتے ہیں اور دل کی گہرائیوں سے اس سے راز و نیاز کرتے ہیں۔

خدا کی یاد سے ان کے دلوں میں بیداری اور آگاہی کا نور چمکتا ہے۔ ان کی آنکھ، کان اور دل اس سے منور ہو جاتے ہیں۔

خدا کے یہ منتخب بندے لوگوں کو "ایام اللہ" کی یاد دلاتے ہیں اور اس کے ارفع و اعلیٰ مقام سے ڈراتے ہیں۔ یہ باخبر رہنما بھوے بھٹکے ہوؤں کو ہدایت دیتے اور رہنمائی کرتے ہیں۔ جو بھی میانہ روی اور صحیح راستہ اختیار کرے اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور اسے نجات کی خوش خبری دیتے ہیں۔ جو کجروی اختیار کرے اس کی مذمت کرتے ہیں اور ہلاکت و تباہی سے ڈراتے ہیں۔

یہ لائق احترام اور یاد خدا میں مشغول رہنے والے بندے اندھیروں کا اجالا اور گم کردہ راہوں کے رہنما ہوتے ہیں۔

جی ہاں! اس قسم کے شائستہ لوگوں نے دنیا کی محبت کی جگہ اللہ کی یاد کو اپنے دل میں جگہ دی ہے۔ دنیاوی کام کاج اور تجارت انہیں یاد خدا سے غافل نہیں کرتے۔

وہ اس عمدہ سامان سفر سے اپنی زندگی کا سفر طے کرتے ہیں اور راہ طے کرتے وقت غفلت میں ڈوبے ہوئے انسانوں کو بیدار کرتے اور انہیں گناہوں سے روکتے ہیں۔ لوگوں کو عدل و انصاف کا حکم دیتے ہیں اور خود بھی عدل و انصاف کے مطابق سلوک کرتے ہیں۔ لوگوں کو برے کاموں اور منکرات سے منع کرتے ہیں اور خود بھی برے کاموں کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتے۔

گویا وہ راہ دنیا طے کر کے آخرت تک پہنچ چکے ہیں اور وہاں سکونت اختیار کر کے ماورار دنیا کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ قیامت کے وعدے ان کے لئے ثابت ہو چکے، وہ لوگوں کے لئے ان حقائق پر سے پردہ ہٹاتے ہیں اور قیامت و برزخ کے حالات کو لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں۔

اس طرح کہ جیسے اس عالم کی جن چیزوں کا مشاہدہ وہ کر رہے ہیں لوگوں کی نگاہیں انھیں نہیں دیکھ پاتیں اور جن صداؤں کو یہ سنتے ہیں لوگ نہیں سن پاتے ۔

اے کاش!

تم اپنے ذہن میں ان کے بلند مرتبہ اور روحانیت کو دیکھ پاتے اور ان کے مقام محمود کا مشاہدہ کرتے۔ گویا انہوں نے اپنے اعمال ناموں کو اپنے سامنے کھول رکھا ہے۔ اور اپنے نفس کے (محاسبہ میں) اور چھوٹی بڑی کوتاہیوں اور خطاؤں پر نظر رکھے ہوئے ہیں ۔

خدا کے عذاب کے خوف سے آہ و فغاں اور گریہ وزاری کر رہے ہیں۔ اپنی خطاؤں کا اقرار کرتے ہوئے ندامت اور پشیمانی کا اظہار کر رہے ہیں اور اپنے رب سے عفو و بخشش کے طلبگار ہیں۔

اگر ان منتخب بندگان خدا کو غور سے دیکھا جائے تو یہ ہدایت کے پرچم اور روشنی پھیلانے والے چراغ نظر آئیں گے کہ جن کے ارد گرد اللہ کی رحمت کے فرشتوں نے احاطہ کر رکھا ہے، آسمان کے دروازے ان پر کھلے ہوئے ہیں اور فرشتے آرام و اطمینان سے ان پر نازل ہوتے ہیں ۔

ان کے لئے امن و کرامت کے مقامات تیار کئے گئے ہیں۔ اس امن کے مقام میں کہ جہاں خدا ان سے آگاہ، ان کی سعی و کوشش سے راضی اور ان کی راہ و رسم سے خوش ہے ۔

یہ بندے اپنی مناجات کے ذریعہ نسیم رحمت اور پروردگارِ عالم کی بخشش کو جوش میں لاتے ہیں۔ ان کے دل اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے

گرویدہ اور اللہ کی عظمت و بزرگی کے سامنے خاضع اور خاکسار ہوتے ہیں۔
آخرت کے عذاب کے خوف سے ان کے دل زخمی اور شکستہ ہیں اور خوف خدا کے سبب کیے جانے والے طویل گریہ سے ان کی آنکھیں آزردہ اور خستہ ہو چکی ہیں ....! (نہج البلاغہ سے ایک اقتباس)

امیرالمومنین علیہ السلام کہ جو خود خدا کے شائستہ بندوں میں سے ہیں خدا کے صالح اور شائستہ بندوں کے اس طرح قیامت سے خوفزدہ ہونے کی صفت کا تذکرہ کرتے ہیں۔ کتنا اچھا ہو کہ حضرت علیؑ کے قول کے ساتھ ساتھ ان کے عمل میں بھی خدا کے شائستہ بندوں کی نشانیوں کو دیکھیں۔

امامؑ کے دو نہایت نزدیکی اصحاب سے امامؑ کی مناجات کی کیفیت، ان کی آہ و زاری، پرسوز نالوں اور قیامت کے خوف کے متعلق سنیں۔

حبۃ عرنی اور نوف بکالی کہتے ہیں:

ایک دن ہم دارالامارۃ کے صحن میں سوئے ہوئے تھے کہ آدھی رات کو ایک دردناک آواز نے ہمیں بیدار کر دیا۔ یہ ہمارے مولا امیرالمومنینؑ کی آواز تھی۔ آپ نے ایک دیوار سے ٹیک لگائی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ قدم بہ قدم چلنے لگے۔ ستاروں سے پر آسمان کو دیکھتے اور تھوڑی دیر ٹھہر جاتے اور اچانک رونے کی آواز بلند کرتے اور آنسو بہاتے اور پر درد و دلگداز لہجے میں ان آیات کی تلاوت فرماتے تھے:

یقیناً زمین و آسمان کی خلقت اور دن و رات کی منظم گردش میں عقلمندوں کے لئے واضح نشانیاں موجود ہیں، وہ عقلمند کہ جو خدا کو ہر حال میں یاد کرتے ہیں چاہے بیٹھے

چاہے کھڑے اور چاہے پہلو پر بستر میں لیٹے ہوئے
ہوں زمین و آسمان کی خلقت پر غور و خوض کرتے
ہیں ۔
اے پروردگار! تو نے اس عظیم کارخانہ کو بے کار و
بے مقصد خلق نہیں کیا ہے تو عیب سے پاک ہے
بس تو ہم کو آگ کے عذاب سے بچا
پروردگار یقیناً جس کو تو نے آگ میں داخل کر دیا
ضرور اسے رسوا کر دیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں اے
ہمارے رب ہم نے سنا ہے کہ ایک منادی ندا کرتا
تھا ایمان کے لئے کہ ایمان لاؤ، پس ہم ایمان لے
آئے ۔ اے ہمارے رب پس بخش دے ہمارے
گناہوں کو اور دور کر دے ہم سے ہماری بدیوں کو اور ہمیں
نیکیوں کے ساتھ موت دے ۔
اے پروردگار! جو کچھ تو نے اپنے رسولوں کے ذریعہ
سے ہم سے وعدہ کیا ہے ہمیں عطا کر اور ہم کو روز قیامت
رسوا نہ کرنا ۔ یقیناً تو وعدہ خلافی نہیں کرتا ۔

(سورہ آل عمران ۳۔ آیت ۱۹۰ تا ۱۹۴)

امیر المومنین علیہ السلام بار بار ان آیات کی تلاوت کر رہے تھے اشک
بہاتے تھے اور ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر مناجات اور راز و نیاز کرتے تھے
حبۂ کہتا ہے :

میں حیرت زدہ اپنے مولا کی حالت کو دیکھ رہا تھا
کہ آپؑ میرے بستر کے نزدیک آئے اور فرمایا:
"حبّہ! سوئے ہوئے ہو یا جاگ رہے ہو؟"
میں نے عرض کی:

مولا، اے امیرالمومنین علیہ السّلام! جاگ رہا ہوں جب آپؑ خدا کے خوف سے اس قدر لرزاں اور نالہ کناں ہیں تو افسوس ہم بے چاروں کی حالت پر "

امیرالمومنین علیہ السّلام کچھ دیر سر جھکا کر روتے رہے پھر فرمایا:
اے حبّہ! ایک دن سب خدا کے سامنے اپنا حساب دینے کے لئے کھڑے کئے جائیں گے۔ خدا اپنے بندوں کے اعمال سے باخبر ہے اور کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ وہ ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ ہم سے نزدیک ہے اور کوئی چیز ہمارے اور خدا کے درمیان حائل نہیں ہو سکتی
اس کے بعد نوف کے بستر کے پاس گئے اور فرمایا:
اے نوف! سو رہے ہو یا جاگ رہے ہو؟"
نوف جو کہ امیرالمومنینؑ کی حالت کو دیکھ کر رو رہے تھے بولے:
"یا علیؑ! جاگ رہا ہوں اور آپ کی اس روحانی حالت کو دیکھ کر گریہ کر رہا ہوں "

امیرالمومنینؑ نے فرمایا:
اے نوف! اگر آج خوف خدا سے اشک بہاؤ گے تو قیامت میں تمہاری آنکھیں روشن ہوں گی۔ تمہاری آنکھوں سے گرا ہوا آنسو کا ہر قطرہ آتش جہنم کو

بجھا دے گا۔ جو انسان اللہ کے خوف سے ڈرے، گریہ کرے اور اس کی دوستی خدا کے لئے ہو تو بہشت میں اس کا درجہ سب سے بلند و بالا ہو گا۔

اے نوف! جو شخص خدا کو دوست رکھتا ہو اور جسے بھی دوست رکھتا ہو خدا کے لئے ہو، کبھی بھی خدا کی دوستی پر کسی اور کی دوستی کو ترجیح نہیں دے گا جو شخص جس سے بھی دشمنی رکھتا ہو خدا کیلئے ہو اس دشمنی سے خیر و خوبی کے علاوہ کچھ اور نہ پہنچے گا۔

اے نوف! جس وقت تم اپنی دوستی اور دشمنی میں اس درجہ پر پہنچو کمال ایمان پر پہنچو گے۔ خدا سے ڈرو کہ میں تمہیں نصیحت کر رہا ہوں" یہ کہہ کر امامؑ ہم سے دور چلے گئے۔ اور خدا سے مناجات شروع کر دی اشک بہاتے جاتے تھے اور آہستہ آہستہ اس دعا کی تلاوت کرتے تھے۔

پروردگارا! اے کاش مجھے علم ہوتا کہ جس وقت میں تجھ سے غافل ہوں تو مجھ سے ناراض ہوتا ہے اور منہ پھیر لیتا ہے یا پھر بھی مجھ پہ لطف و کرم رکھتا ہے؟ اے کاش مجھے علم ہوتا کہ میری طویل نیند، سستی و کوتاہی کے سبب میری حالت تیرے نزدیک کیسی ہے

اس رات امیر المومنینؑ تمام رات جاگتے رہے اور اپنے خالق سے راز و نیاز کرتے رہے۔ بے قراری کے عالم میں چہل قدمی کرتے تھے، نالہ کرتے تھے اور اشک بہاتے جاتے تھے۔

امیر المومنینؑ یونہی راتوں کو بیدار رہتے، مناجات کرتے اور خوف خدا اور قیامت کے حساب و کتاب کا ذکر کر کے رویا کرتے تھے۔

آیت قرآن

"رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ"

پروردگار تو نے اس جہان اور زمین و آسمان کو باطل پیدا نہیں کیا ہے تیری ذات پاک و پاکیزہ ہے پس ہمیں جہنم کی آگ سے محفوظ رکھ ۔ (سورہ آل عمران ۳ آیت ۱۹۱)

سوچیے اور جواب دیجیے

(۱) ـــــــ امیر المومنینؑ نے اپنے اس خطبہ میں اللہ کے نیک اور صالح بندوں کی بہت سی صفات بیان کی ہیں۔ آپ ان میں سے ۲ دو صفات کو بیان کریں؟

(۲) ـــــــ یہ صالح بندے کس راہ کی تعریف اور کس کی مذمت کرتے ہیں ؟

(۳) ـــــــ ان کا ڈر اور خوف کس چیز سے ہے ؟ ان کا طویل گریہ کس خوف کے نتیجہ میں ہے ؟

(۴) ـــــــ امیر المومنینؑ نے جن آیات کی تلاوت کی ان کا ترجمہ کیجیے؟

(۵) ـــــــ ان آیات میں کن باتوں کا تذکرہ ہے کہ جس کے سبب

امیرالمومنینؑ کی یہ حالت ہوگئی تھی ؟

⑥ ——— جب امیرالمومنینؑ نے حبّہ سے دریافت کیا کہ سو رہے ہو یا جاگ رہے ہو تو حبّہ نے آپؑ کو کیا جواب دیا ؟ آپؑ نے قیامت کے دن کے بارے میں حبّہ سے کیا فرمایا ؟

⑦ ——— امیرالمومنینؑ نے نوف سے قیامت کی یاد اور خوف خدا سے رونے کے متعلق کیا فرمایا ؟

⑧ ——— امیرالمومنینؑ نے ایمان کامل رکھنے والے ان کی کیا تعریف کی ؟ کامل ایمان ہونے کے لئے کیا علامتیں بیان کیں ؟

باب سوم

نبوت کے بارے میں

تمام پیغمبروں کا ایک راستہ ایک مقصد

شاید آپ نے بہار کے موسم میں بادام کے خوش رنگ شگوفے کو دیکھا ہوگا

کیا آپ نے دیکھا ہے ؟

آیا کبھی سوچا ہے کہ

بادام کا جو بیج زمین میں بویا جاتا ہے یہ بیج پھول کی خوبصورت شکل، اختیار کرنے تک کس قدر طویل، پرپیچ اور کٹھن راستہ طے کرتا ہے۔

کتنی سعی و کوشش کر کے یہ راستہ طے کرتا ہے تاکہ نشو و نما پا سکے اور اس خوبصورت لباس سے اپنے آپ کو آراستہ کرے ؟

آیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ اس طویل راستہ کو طے کرنے میں اسکی راہنمائی کون کرتا ہے ؟

ہم نے توحید کی بحث میں اس بات کا ذکر کیا ہے کہ

جسطرح خلقت کی ابتدا خداوند کریم سے ہے اسی طرح ان کے
وجود کا باقی رہنا، پروان چڑھنا اورنشوونما بھی خدا کی ذات سے وابستہ ہے
خدا کے علاوہ کون ہے جو بادام کے بیج کو اس رشد و کمال تک پہنچاتا ہے
اورایک میوے کی صورت میں پروان چڑھاتا ہے ؟
تمام موجودات بادام کے بیج کی مانند ایک مخصوص راہ کو طے کر رہے ہیں
اوراس راہ میں صرف خدا کی ہدایت ان کے شامل حال ہے اوراس تکمیل کی راہ
میں ان کا ہدایت کرنے والا پروردگار عالم ہے ۔
خدا ہی کی ذات ہے کہ جس نے ہر ایک کی سرشت اور فطرت میں حرکت
راہ کو تلاش کرنا ور رشد و کمال تک پہنچنا ودیعت کیا ہے اور یہ ایک عمومی ہدایت ہے
اس عمومی ہدایت میں انسان کی حالت وکیفیت کیسی ہوتی ہے ۔
انسان دوسرے تمام موجودات سے ایک واضح فرق رکھتا ہے ۔ اور
یہ فرق ، فکر، ارادے واختیار کی قدرت اور طاقت کا ہوتا ہے ۔ دوسرے
موجودات فکر و اختیار اور انتخاب جیسی قدرت سے بہرہ مند نہیں ہیں ۔
خداوند کریم نے یہ عظیم اور قیمتی نعمت انسان کو عطا کی ہے یہ بات واضح
اور روشن ہے کہ انسان کو بھی دوسرے موجودات کی طرح عمومی ہدایت سے سرفراز
ہونا چاہیئے ۔ لیکن یہ ہدایت بادام کے بیج کی طرح جبری نہیں ہے کہ اسکو رشد و
ارتقاء کے مراحل طے کرنے میں کوئی اختیار حاصل نہیں انسان کو خدا نے فکر و انتخاب
کی قوتوں کے ساتھ خلق کیا ہے لہٰذا
ضروری ہے کہ اسے خیر و شر کے راستے بتائیں جائیں اور اگلا جہان جو کہ اس کے
سامنے آنے والا ہے اس کی آنکھوں کے سامنے واضح کر دیا جائے تاکہ وہ

غور و فکر کے ساتھ اپنی راہ کا انتخاب کرسکے

انسان کو خیر و شر کا راستہ بتانے اور دکھانے والے اور آئندہ کے حالات سے آگاہ کرنے والے پیغمبر ہیں اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو انسان کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے خداوند عالم نے سعادت بخش فرامین کو جو ایک حقیقی سرچشمہ سے جاری ہوتے ہیں وحی کے ذریعہ پیغمبروں کے اختیار میں قرار دیا ہے

پیغمبروں کی ماموریت ایک ایسی ماموریت ہے کہ جس میں تمام کے تمام پیغمبر متحد اور ایک جیسا ہدف رکھتے ہیں یعنی کبھی بشارت و خوشخبری دے کر اور کبھی ڈرا و دھمکا کر معارف و احکام خدا کو لوگوں کیلئے بیان کریں اور انہیں خدا کے فرامین کی اطاعت کی دعوت دیں۔

تین بنیادی اصول

تاریخ بشریت میں ہزاروں پیغمبر خداوند عالم کی جانب سے مبعوث کئے گئے ان میں سے کچھ دین اور شریعت لے کر آئے جیسے حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمدؐ کی مانند کہ ان تمام پاک و پاکیزہ ہستیوں پر ہمارا اسلام ہو ان تمام پیغمبروں کو "اولوالعزم" پیغمبر کہا جاتا ہے باقی پیغمبر ان الٰہی کسی خاص دین اور شریعت کے نہیں تھے بلکہ انکا کام اولوالعزم انبیاء کے دین و شریعت کی ترویج کرنا تھا لیکن یہ جان لینا چاہئیے کہ تمام پیغمبروں کے دین کی حقیقت و اصول ایک ہی ہیں اور وہ سب کے سب ایک ہدف کی طرف انسانوں کو دعوت دیتے ہیں۔ سب ایک ہی پروگرام پر

عمل کرتے رہے ہیں۔

تمام آسمانی آدیان ان تین بنیادی اصولوں پر استوار ہیں۔

اوّل : ـــ خدائے واحد و خالق کی شناخت اور اس پر ایمان ـــ "توحید"

دوم : ـــ معاد و آخرت اور انسان کے جاودانہ مستقبل پر ایمان ـــ "معاد"

سوم : ـــ پیغمبروں اور ان کے ایک راہ و ہدف پر ایمان ـــ "نبوت"

پیغمبران گرامی ان تین بنیادی اصولوں کی طرف انسانوں کو دعوت دیتے تھے اور ان سے خدا کی ہدایت پر کان دھرنے کی آرزو کیا کرتے تھے وہ چاہتے تھے کہ لوگ ان کی باتیں سنیں اور ان پر غور و فکر کریں اور خدائے علیم و قدیر کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں اور زندگی گزارنے کا سلیقہ صرف اور صرف خدا کی رضا کے مطابق اپنائیں۔

تمام پیغمبروں نے اول سے آخر تک، آدمؑ سے خاتمؐ تک انسانوں کو اسی حقیقت کی طرف دعوت دی ہے پیغمبروں نے اس راہ و روش کو جسے خداوند متعال نے انسانوں کی زندگی کیلئے پسند کیا ہے۔ دین خدا، کا نام دیا ہے اور یقین دہانی کرائی ہے کہ دین خدا ایک سے زیادہ نہیں۔

تمام پیغمبر ایک دوسرے کی تائید کرتے تھے

تمام پیغمبروں کی دعوت کے اصول و کلیات میں معمولی سا بھی اختلاف نہیں پایا جاتا ہر آنے والا پیغمبر اپنے سے پہلے پیغمبروں کو عزت و احترام سے یاد کیا کرتا تھا ان کی دعوت اور طریقۂ کار کی تائید کرتا اور بعد میں آنے والے پیغمبر کی

خوشخبری اور بشارت دیتا تھا اپنی امت کو تاکید کے ساتھ حکم دیتا تھا کہ بعد میں آنے والے پیغمبر پر ایمان لائیں، اس کی دعوت کو قبول کریں اور اس کی تائید کریں خداوند عالم قرآن کریم میں بطور یاددہانی فرماتا ہے۔

جب ہم پیغمبروں کو کتاب و حکمت دیتے تھے تو تاکید کرتے تھے کہ جب ہمارا رسول تمہارے بعد آئے تو تم پر لازم ہے کہ اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد و نصرت کرنا

قرآن کریم پیغمبروں پر اور ان کے ایک ہدف و راستے پر ایمان کے متعلق اس طرح فرما رہا ہے

کہدو! ہم خدا پر ایمان لائے اور ہر اس چیز پر جو ہماری طرف نازل کی گئی ان تمام احکام پر ایمان لائے جو ہمارے لئے نازل کئے گئے وہ جو ابراہیم علیہ السلام و اسماعیلؑ و اسحاقؑ و یعقوبؑ اور ان کے نواسوں پر بھیجا ہے اور وہ جو موسیٰؑ و عیسیٰؑ اور دوسرے پیغمبروں پر نازل فرمایا ہے تمام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان میں کسی فرق و تفاوت کے قائل نہیں اور ہم سب خدا کے سامنے تسلیم ہیں اور جو کوئی دین اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو اختیار کرے گا اسے قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان والوں میں ہوگا

سورۂ آل عمران آیت ۸۴ ۔

اسلام یعنی خدا کے دین اور احکام کے سامنے جھک جانا تسلیم ہو جانا تمام پیغمبروں کی سیرت اللہ کے سامنے جھک جانا ہی تھی تمام پیغمبر اس معنی کے

اعتبار سے مسلم تھے ہر چند کہ اسلام ایک مخصوص معنی کے لحاظ سے اس دین کو کہا جاتا ہے جو جناب رسول خدا، خداوند عالم کی طرف سے لائے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ دعا و مناجات کے وقت اس طرح خدا سے تقاضہ کر رہے ہیں۔

اے پروردگار! مجھے اور میرے فرزند اسماعیل کو مسلم قرار دے اور میری نسل سے ایک امت کو وجود میں لا جو تیرے سامنے سراپا تسلیم ہو ہماری عبادت ہمیں دکھا دے اور ہماری توبہ کو قبول فرما کہ تو توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔ اے پروردگار! میری ذرّیت اور اولاد میں سے ایک رسول مبعوث فرما کہ جو تیری آیات کو ان کے لئے پڑھے اور کتاب اور حکمت کی انہیں تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے اور رشد دے کہ تو عزیز و حکیم ہے۔

کون ہے جو حضرت ابراہیمؑ کے دین سے روگردانی کرے؟ مگر وہ جو کہ کم عقل ہو ہم نے اسے دنیا میں منتخب کیا ہے اور یقیناً آخرت میں وہ صالحین میں شامل ہوگا۔

یاد کرو کہ اس کے رب نے اس سے فرمایا اسلام لے آ۔ وہ بولا میں پروردگار عالم کے سامنے اسلام لایا اور اس نکتہ کی ابراہیمؑ نے اپنے فرزند اور یعقوبؑ سے سفارش کی اور فرمایا!

خدائے تعالیٰ نے یہ دین تمہارے لئے منتخب کیا ہے

موت تک اس دین کو ترک نہ کرنا ایسا نہ ہو کہ مرجاؤ اور مسلمان نہ ہو۔

کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوبؑ موت کے وقت اپنے بیٹے کو وصیت کر رہے تھے؟ اس وقت جب انہوں نے اپنے فرزند سے پوچھا: میرے بعد کس کی پرستش کروگے انہوں نے جواب دیا۔

آپ کے خدا اور آپ کے باپ دادا ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کے خدا کی جو وحدہٗ لاشریک ہے اور ہم تمام اس کے ماننے والے اور اس کے سامنے تسلیم ہو جانے والے ہیں۔

آپ نے ملاحظہ کیا کہ خدا پیغمبروں کو ایک اور صرف ایک ہدف کی جو صرف اللہ کے سامنے جھکنا ہے تعلیم فرما رہا ہے اور جو بھی اس راستہ سے روگردانی کرے اسے بے عقل اور نادان شمار کرتا ہے اس سلسلہ میں ان آیات کی طرف توجہ فرمائیں جو ایک دوسرے پیغمبر کے لئے نازل ہوئی ہیں۔

خدا نے اسے کتاب و حکمت اور تورات و انجیل کی تعلیم دی اور اس کو بعنوان پیغمبر بنی اسرائیل کی طرف بھیجا حضرت عیسیٰؑ نے ان سے کہا: میں واضح اور روشن نشانیوں کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس آیا ہوں میں مٹی سے تمہارے سامنے پرندے کا مجسمہ بناتا ہوں اور اس میں پھونکتا ہوں اور وہ بے جان مجسمہ خدا کے اذن سے پرندہ ہو جاتا ہے۔ میں جذامی اور مبروص

کو شفا دیتا ہوں میں مردوں کو خدا کے اذن سے زندہ کرتا ہوں اور جو کچھ تم کھاتے ہو اور گھر میں ذخیرہ کرتے ہو خبر دیتا ہوں ان تمام باتوں میں واضح نشانی ہے اگر تم پاک دل اور مومن ہو۔

میں تورات پر ایمان رکھتا ہوں جو مجھ سے پہلے نازل ہوئی اور اس کی تصدیق کرتا ہوں بعض چیزیں جو تم پر حرام تھیں ان کے حلال ہونے کا اعلان کرتا ہوں میں پروردگار کی طرف سے تمہارے سامنے واضح علامت اور نشانی لایا ہوں تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو اور جان لو کہ میرا اور تمہارا پروردگار خدا ہے اس کی اطاعت کرو کہ یہی راستہ سیدھا راستہ ہے۔

لیکن جب عیسیٰؑ نے محسوس کیا کہ لوگ ان کی بات کو تسلیم نہیں کر رہے ہیں اور ان پر ایمان نہیں لا رہے ہیں تو فرمایا!

خدا کی راہ میں میرے دوست اور مددگار کون ہیں ؟

حواریوں نے کہا ہم خدا کے دوست ہیں ہم خدا پر ایمان لائے ہیں اور گواہ رہنا کہ ہم سب مسلمان ہیں پروردگارا ہم اس پر جو تو نے نازل کیا ہے ایمان لائے ہیں اور اس رسول کی پیروی کرتے ہیں۔ ہمارا شمار گواہوں میں کرنا۔

انبیاء خدا ایک مدرسے کے معلم کی طرح ہیں جو ایک دوسرے کے بعد

مبعوث ہوئے اور بالعموم انسانوں کو خدا کے سامنے تسلیم ہو جانے کی دعوت دیتے رہے اور اپنے اسی رہنما اصول اور ایک راستہ کو رشد و ارتقا دیتے رہے اور دین خدا کی تعلیم دیتے رہے۔

خدا کا دین ایک سے زیادہ نہیں اور یہی صراط مستقیم ہے اور انبیاء کا ہدف بھی ایک سے زیادہ نہیں۔ آسمانی ادیان اور پیغمبروں کے درمیان کسی قسم کا اختلاف نہیں

ممکن ہے کہ مختلف ادیان کے فرعی احکام میں اختلاف پایا جاتا ہو اور یہ اختلاف زمانے اور لوگوں کی صلاحیتوں اور حالات زمانہ کے اختلاف کی بنا پر ضروری ہے کیونکہ تمام زمانوں میں لوگوں کے فہم و ادراک کی صلاحیت ایک جیسی نہیں ہوتی لہٰذا تمام پیغمبر اپنے زمانے کے لوگوں کے فہم و ادراک کے مطابق ان سے گفتگو کرتے تھے اور بتدریج معارف دین میں ان کے فہم و ادراک میں اضافہ کرتے رہے یہاں تک کہ آخری آسمانی پیغمبر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک نوبت آپہنچی آپؐ ایسے گہرے اور وسیع معارف اور احکام لے کر لوگوں کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے کہ جن کی مثال پہلے ادیان میں نہیں ملتی۔

یہ دین اپنی وسعت، عظیم معارف اور تمام احکام کے سبب انسانوں کے تفکر و تحقیق کی راہوں کو کھولتا چلا گیا اس لئے اس کا خداوند متعال کی طرف سے آخری اور بہترین دین کے عنوان سے اعلان کر دیا گیا۔

خداوند کریم دین اسلام کے حدود و ابعاد اور اپنے سے پہلے ادیان کے ساتھ اس کے ارتباط کو اس طرح بیان فرما رہا ہے۔

آیتِ قرآن

"شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ"

"سورہ شوریٰ آیت ۱۳"

اس نے دین کا وہی طریقہ قرار دیا جس کی نوحؑ کو وصیت کی تھی اور اسے رسول اسی کی تیری طرف وحی کی اور اسی کا حکم ہم نے ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دیا تھا کہ دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔

سوچئے اور جواب دیجئے

(۱) ——— عمومی ہدایت سے کیا مراد ہے؟ موجودات کے لئے عمومی ہدایت کس طرح ہوتی ہے۔

(۲) ——— انسان کس اعتبار سے دوسری موجودات سے مختلف ہے؟

(۳) ——— بادام کے بیج سے عمدہ درخت کی صورت اختیار کرنے تک کی ہدایت کیسی ہدایت ہے؟ آیا یہ جبری ہدایت ہے؟ یا انتخاب و

اختیار کے ساتھ؟ وضاحت کیجئے

(۴) اگر انسان میں فکر و انتخاب کی صلاحیت نہ ہوتی تو اس کی ہدایت کیسی ہوتی؟ ابھی جو انسان فکر و انتخاب کی صلاحیت رکھتا ہے اس کی ہدایت کا طریقہ کار کیا ہے۔؟

(۵) انسان کو اچھائی، برائی بتانے والے اور آئندہ آنے والے خطرات سے آگاہ کرنے والے افراد کون ہیں؟

(۶) خداوند عالم نے پیغمبروں کو کس لئے مامور کیا ہے؟

(۷) اولوالعزم پیغمبر کون ہیں اور ان کی خصوصیت کیا ہے؟

(۸) وہ کون سے تین بنیادی اصول ہیں کہ تمام پیغمبر جن پر ایمان لانے کے لئے تمام انسانوں کو دعوت دیتے تھے؟

(۹) دین خدا سے کیا مراد ہے۔؟

(۱۰) قرآن کریم نے تمام پیغمبروں کے ایک راہ و ہدف کے متعلق کیا کہا ہے؟

(۱۱) خداوند عالم کن افراد کو " غیر عاقل اور سفیہ " کے نام سے متعارف کراتا ہے؟

پیغمبروں کا الٰہی تصور کائنات

دنیا کے متعلق ان کا نظریہ کیا ہے ــــــ؟
انسان کس طرح کا موجود ہے ــــــ؟
ان سوالوں کے جواب میں دو نظریے واضح طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ ایک خدائی اور الٰہی نظریہ اور دوسرا مادی اور دہری نظریہ۔ پہلے کو الٰہی تصور کائنات دوسرے کو مادی تصوّر کائنات کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

مادی تصوّر کائنات

اس نظریہ کے مطابق کائنات ایک مستقل وجود ہے۔ ایسا موجود

ہے جس کے وجود میں آنے میں شعور و ارادہ کارفرما نہیں۔

اس نظریہ کے مطابق جہان ایسا مجموعہ ہے کہ جو کوئی خاص مقصد یا ہدف نہیں رکھتا یہ جہان عناصر مادی سے تشکیل ہوا ہے کہ جن کی کوئی غرض و ہدف نہیں۔ کائنات کے تمام اجزاء و عناصر بے ہدف اور بے فائدہ ہیں۔ کائنات کے اس عظیم مجموعہ کا ایک حصہ انسان ہے جو ایک بے مقصد موجود ہے جو نابودی کی طرف جا رہا ہے۔ اس کے کام بے مقصد ہیں اور اس کی انتہا نا امیدی، یاس و حسرت، تاریکی اور نیستی و عدم ہے۔

انسان کے لئے کوئی پناہ گاہ اور کوئی اس کا ملجا و ماوی نہیں وہ ایک بے انتہا تاریک وحشت ناک اور بے امید دنیا میں زندگی گذار رہا ہے۔

مادی تصور کائنات کے مطابق انسان کی زندگی بے قیمت اور بے معنی ہے کوئی ایسی ذات نہیں جس کے سامنے انسان جوابدہ ہو۔ کوئی ایسا عالم اور برتر وجود نہیں جو انسان کے اچھے برے سلوک و عمل کو سمجھتا اور جانتا ہو تا کہ اسے سزا یا جزاء دے سکے۔ انسان کے اعمال کی قدر و قیمت اور انسان کے اچھے اور برے کردار کا کوئی معیار موجود نہیں ہے۔

الٰہی تصور کائنات

اس نظریے کے مطابق کائنات ایک مستقل وجود نہیں رکھتی بلکہ اسے ایک مخلوق اور کسی سے وابستہ جانا جاتا ہے۔

اس نظریہ کے مطابق کائنات ایک ایسی مخلوق ہے کہ جسے بہت

گھرے حساب۔ خاص نظم و ضبط اور خاص ہم آہنگی کے ساتھ کسی خاص مقصد اور ہدف کے لئے خلق کیا گیا ہے۔

یہ کائنات ایک قدرت مند خالق کی قدرت کے باعث قائم ہے اور اس کا ارادہ اور اس کا علم اور قدرت ہمیشہ اس کائنات کے مددگار محافظ اور نگہبان ہیں۔

اسی الٰہی نظریے کے مطابق اس کائنات کی کوئی بھی چیز بے فائدہ اور بے غرض و مقصد نہیں ہے۔ اس کائنات کے موجودات میں انسان ایک خاص فضیلت و اہمیت رکھتا ہے۔ اس کا ہدف سب سے بالا ہے جس کی طرف وہ تمام عمر بڑھتا رہتا ہے۔

انسان کا انجام نا امیدی و یاس نہیں ہے۔ بلکہ امید شوق اور موجود رہتا ہے انسان ایسا وجود ہے جسے فنا نہیں، بلکہ وہ اس فانی اور راہ گزر جہان سے ایک دوسرے جہان کی طرف سفر کر جائے گا جو باقی اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔

اس الٰہی نظریے کے مطابق انسان اپنے پروردگار مطلق اور اپنے خالق رحمٰن و رحیم کے سامنے جوابدہ ہے۔ انسان اپنے خدا کے سامنے مکمل جوابدہی کا ذمہ دار ہے کیونکہ خداوند عالم نے اسے خلق فرمایا اور اسے اختیار عنایت فرمایا ہے اور اسے مکلف اور ذمہ دار بنایا ہے۔

الٰہی نظریے کے مطابق انسان کا ایک خالق ہے جو خبیر و بصیر ہے اور اس کے اعمال کا حاضر و ناظر ہے۔ جو اچھے برے کا تعین کرتا ہے اور صالح افراد کو جزا اور برے اور شریر کو سزا دیتا ہے۔

پیغمبروں کا الٰہی تصور کائنات

پیغمبروں کا نظریہ کائنات وانسان کے بارے میں وہی ہے جو خدا کا نظریہ ہے

کائنات کے بارے میں

تمام پیغمبر اس کائنات کو اس کی تمام موجودات کو محتاج اور مربوط جانتے ہیں۔ ان تمام موجودات کو خداوند عالم کی عظمت کی نشانیاں اور علامتیں شمار کرتے ہیں۔ تمام پیغمبر اور ان کے پیروکار اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ خدائے رحمن ورحیم اس کائنات کا خالق ہے اور تمام خوبیاں اسی کی طرف سے ہیں۔ کائنات کو چلانا اور باقی رکھنا اس کے ہاتھ میں ہے۔ کائنات لغو اور بیکار کھیل نہیں کہ جو کسی خاص ہدف اور غرض کے لئے پیدا نہ کی گئی ہو۔

انسان اور سعادت انسان کے بارے میں

تمام پیغمبر انسان کے بارے میں ایک خاص فکرونظر رکھتے ہیں، اسے ایک ایسا محترم، بلند وبالا اور ممتاز موجود جانتے ہیں کہ جو دو پہلو رکھتا ہے۔ اس کا جسم خاک سے بنایا گیا ہے اور روح وجان اللہ تعالیٰ کے خاص حکم اور عالم ربوبیت سے خلق کی گئی ہے۔ اسی وجہ سے یہ ایک برتر اور ہمیشہ

رہنے والا موجود ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی امانت قبول کرنے والا اور اس کی جانب سے مکلف اور اس کے سامنے جوابدہ ہوتا ہے۔

اس نظریہ کے مطابق انسان کی سعادت واقعی اور ارتقا اللہ کی معرفت اور اس کے ارادے کی معرفت اور اس کے ارادے کے تحت چلنا اور اس کی رضا کے مطابق عمل کرنے میں ہے کیونکہ تمام قدرت اور خوبی اسی ذات کی جانب سے ہے۔ اسی کی طرف توجہ کرنا انسان کی تمام خوبیوں اور کمالات انسانی کی طرف متوجہ ہونا ہے

تمام پیغمبروں کی پہلی دعوت اللہ تعالیٰ کی عبادت، اس کی وحدانیت کا اقرار اور اس سے ہر قسم کے شرک کی نفی کرنا تھی۔ اللہ کے پیغمبر، انسان کی شرافت و اہمیت کی بنیاد خدا کی عبادت اور اس کی وحدانیت کے اقرار کو قرار دیتے ہیں اور تمام بدبختیوں کی جڑ، خدا کو بھولنے اور اس کی یاد سے روگردانی کو قرار دیتے ہیں۔ غیر خدا سے لگاؤ کو تمام تباہیوں، برائیوں اور بدبختیوں کی جڑ اور بنیاد شمار کرتے ہیں۔

انسان کے مستقبل (معاد) کے بارے میں

پیغمبروں کی نگاہ میں انسان کا مستقبل ایک کامل، روشن اور امید بخش و خوبصورت مستقبل ہے۔ پیغمبروں کا یہ عقیدہ ہے کہ صالح اور مومن انسان کا مستقبل درخشاں اور روشن ہے۔ وہ اس کائنات سے ایک دوسرے وسیع اور برتر جہان کی طرف جائے گا اور وہاں اپنے تمام اعمال کا نتیجہ دیکھے گا۔

تمام پیغمبر انسان، کائنات اور سعادت انسان اور اس کے مستقبل کے لئے ایک واضح اور برحق نظریہ رکھتے تھے اور خود بھی اس بلند و برحق نظریہ پر کامل ایمان رکھتے تھے۔

پیغمبروں کی دعوت کی بنیاد

پیغمبروں کی دعوت کی اساس و بنیاد اسی مخصوص تصوّر کائنات پر مبنی تھی۔ وہ خود بھی اپنے دین و شریعت کو اسی اساس پر استوار کرتے تھے۔

حضرت نوح کی اپنی قوم سے پہلی گفتگو یہ تھی کہ ...

خدا کے سوا کسی کی پرستش نہ کرنا کہ مجھے ایک پر درد عذاب کے دن کا تم پر خوف ہے"

جناب ہودؑ کا اپنی قوم سے پہلا کلام یہ تھا ...

اے میری قوم! خدا کی پرستش کرو کہ تمہارا اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔

حضرت صالح پیغمبر کی بھی اپنی قوم سے اسی قسم کی گفتگو تھی۔ آپ نے فرمایا:

اے میری قوم! خدا کی عبادت کرو کہ تمہارا اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے وہ ذات ہے کہ جس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور تمہیں حکم دیا کہ زمین کو آباد کرو اس سے درخواست کرو کہ تمہیں بخش دے اور اسی کی طرف رجوع کرو! اس سے توبہ کرو۔ ہاں میرا رب

بہت قریب اور اجابت وجواب دینے والا) کرنے والا ہے۔
حضرت شعیبؑ نے اپنی رسالت کے آغاز پر لوگوں سے اس طرح خطاب کیا۔

اے میری قوم! خدا کی پرستش کرو کہ تمہارا اس کے سوا اس کے اور کوئی خدا نہیں اور کبھی وزن و پیمائش میں کمی نہ کرو کہ میں تمہاری بھلائی کا خواہاں ہوں اور تم پر قیامت کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

اے میری قوم! وزن و پیمائش کو پورے عدل سے بناؤ اور لوگوں کی چیزوں کو معمولی شمار نہ کرو اور زمین میں ہرگز فساد برپا نہ کرو۔

خداوند عالم نے حضرت موسیٰؑ کی رسالت کے بارے میں یوں فرمایا

ہم نے موسیٰ کو واضح اور محکم دلائل اور آیات دے کر فرعون اور اس کے گروہ کی طرف بھیجا۔ فرعون کے پیروکار اس کے امر کو تسلیم کئے ہوئے تھے لیکن فرعون کا امر ہدایت کرنے اور رشد دینے والا نہ تھا۔ فرعون قیامت کے دن آگے آگے اپنی قوم کو جہنم میں وارد کرے گا جو برا ٹھکانا اور مکان ہے اس دنیا میں اپنے اوپر لعنت اور نفرین لیں گے اور آخرت میں بھی یہ کتنا برا ذخیرہ ہے

ان آیات کے ساتھ ہی قرآن میں اس طرح سے آیا ہے۔۔

ایک دن آنے والا ہے کہ کوئی شخص اس دن اپنے

پروردگار کی اجازت کے بغیر بات نہ کر سکے گا۔ اس دن ایک گروہ بدبخت اور شقی ہوگا اور ایک گروہ خوش بخت اور سعادت مند، وہ جو بدبخت اور شقی ہوں گے انہوں نے خدا کے سوا دوسروں سے اپنا دل لگا رکھا تھا اور خدا کی یاد اپنے دل سے نکال چکے تھے غیر خدا کی عبادت کرتے تھے وہ آگ میں گریں گے جو بہت شعلہ ور، بلند قد اور رعب دار ہوگی یہ لوگ اس آگ میں ہمیشہ رہیں گے جب تک کہ زمین و آسمان قائم ہیں مگر سوائے اس کے کہ تیرا پروردگار کچھ اور چاہے اور جو کچھ تیرا خدا چاہتا ہے اسے یقیناً آخر تک پہنچا کر رہتا ہے لیکن وہ لوگ جو خدائے واحد پر ایمان لانے اور عمل صالح انجام دینے کی وجہ سے سعادت مند ہوئے ہیں بہشت میں داخل ہوں گے اور اس میں جب تک زمین و آسمان قائم ہیں زندگی گزاریں گے مگر یہ کہ خدا اس کے علاوہ کچھ اور چاہے البتہ خدا کی یہ عنایت اختتام پذیر نہیں۔

اگر تمام پیغمبروں کی دعوت پر غور کریں تو نظر آتا ہے کہ تمام پیغمبروں کی دعوت میں اپنی نبوت کے اثبات اور بیان کے علاوہ دو رکن، دو اصل اور دو اساس موجود ہیں۔

پہلا: خدائے واحد کی پرستش و عبادت: توحید۔

دوسرا: انسان کا مستقبل سعادت یا شقاوت: معاد...

ان دو بنیادی اصولوں پر ایمان لانا، انبیاء علیہم السلام کی دعوت کی بنیاد واساس ہے۔ پیغمبر دلیل و برہان اور معجزات و بینات کے ذریعہ پہلے انسانوں کو ان دو اصولوں پر ایمان لانے کی دعوت دیتے تھے۔

کائنات کے اسرار و عجائب میں غور و فکر کی ترغیب دلا کر انسانوں کو ان دو اصولوں پر عقیدہ رکھنے کی دعوت دیتے تھے۔ انسان میں جو خدا پرستی اور خدا دوستی کی فطرت موجود ہے انبیاء اسے بیدار کرتے تھے تاکہ وہ خدا کی وحدانیت کو مان لیں اور اس کی پرستش کریں اور اپنے الٰہی نظریے کے ذریعہ سے اس کی قدرت کے آثار اور اس کی عظمت کا کائنات کے ہر گوشہ میں مشاہدہ کریں انسان کی خلقت کی غرض و غایت کو سمجھ سکیں اور موت کے بعد کی دنیا سے واقف ہو جائیں اور اپنی آئندہ کی زندگی میں بدبختی اور خوش بختی سے متعلق سوچیں۔

ابتداء میں تمام پیغمبر لوگوں کے عقائد کی اصلاح کرتے تھے کیونکہ اسی پر لوگوں کے اعمال، رفتار و کردار کا دار و مدار ہے۔ ابتداء میں لوگوں کو ان دو اصولوں (توحید اور معاد) کی طرف دعوت دیتے تھے۔

اس کے بعد احکام، قوانین و دساتیر آسمانی کو ان کے سامنے پیش کرتے تھے۔ کیونکہ ہر انسان کا ایمان، عقیدہ اور جہاں بینی اس کے اعمال اخلاق اور افکار کا سرچشمہ ہوا کرتے ہیں۔

ہر انسان اس طرح عمل کرتا ہے جس طرح وہ عقیدہ رکھتا ہے ہر آدمی کا کردار و رفتار ویسا ہی ہوتا ہے جیسا اس کا ایمان و عقیدہ ہوتا ہے ہر انسان کے اعمال و اخلاق اس کے ایمان و اعتقاد کے نشان دہندہ ہوتے ہیں

صحیح اور برحق ایمان وعقیدہ عمل صالح لاتا ہے اور نیکوکاری کا شگوفہ بنتا ہے اور برا عقیدہ نادرستی، تباہی اور ستمگری کا نتیجہ دیتا ہے۔ اس بنا پر ضروری ہے کہ لوگوں کی اصلاح کے لئے پہلے ان کے عقائد اور تصور کائنات کے راستے سے داخل ہو جائے۔

پیغمبروں کا یہی طریقہ تھا۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان اور قیامت کے دن کے عقیدے کو لوگوں کے دل میں قوی کرتے تھے تاکہ لوگ سوائے خدا کے کسی اور کی پرستش نہ کریں اور اس کی اطاعت کے سوا کسی اور کی اطاعت نہ کریں۔

پیغمبروں کا ہدف

تمام پیغمبروں اور انبیاء کا ہدف خدائے واحد پر ایمان لانا، اس کا تقرب حاصل کرنا، دلوں کو اس کی یاد سے زندہ کرنا اور اپنی روح کو خدا کے عشق و محبت سے خوش و شاد رکھنا ہوتا ہے اور تمام احکام دین، اجتماعی و سیاسی قوانین یہاں تک کہ عدل و انصاف کا معاشرے میں برقرار رکھنا اپنی تمام تر ضرورت و اہمیت کے باوجود دوسرے درجے پر آتے ہیں۔

پیغمبر، انسان کی سعادت کو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے میں جانتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ لوگوں کے اعمال و حرکات اللہ کی رضا اور اس کے تقرب کے حاصل کرنے کے لئے ہوں۔ کائنات کے آباد کرنے میں کوشش کریں۔ خدا کے لئے مخلوق خدا کی خدمت کریں اور انہیں فائدہ پہنچائیں۔

خدا کے لئے ظالموں سے جنگ کریں۔ خدا کے لئے عدل و انصاف کو پھیلائیں اور مظلوموں اور محروموں کی مدد کریں۔ یہاں تک کہ اپنے سونے اور کھانے پینے کو بھی خدا اور اس کی رضا کے لئے قرار دیں اور خدا کے سوا کسی کی بھی پرستش نہ کریں اور اگر وہ ایسا کریں تو سعادتمند ہو جائیں گے۔

آیت قرآن

"اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ
عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ"

خدا کے سوا کسی کی پرستش نہ کرو کہ میں تم پر اس دن کے دردناک عذاب سے ڈرتا ہوں۔ (سورہ ہود آیت ۲۶)

سوچیئے اور جواب دیجئے

(۱) ـــــ مادی نظریے کے مطابق انسان کا مستقبل کیا ہے؟ کیا اس نظریے میں انسان جوابدہ و ذمہ دار سمجھا جاتا ہے؟ آیا اس نظریے میں اعمال انسانی کے لئے کوئی معیار موجود ہے کہ جس سے اس کے اچھے اور برے اعمال کو معین کیا جا سکے؟

(۲) ـــــ مادی تصور کائنات میں کائنات کو کس قسم کا موجود سمجھا جاتا ہے؟۔

۳- پیغمبروں کا نظریہ انسان کے متعلق کیا ہے؟ اور وہ اسے کس قسم کا موجود تصور کرتے ہیں؟

۴- پیغمبروں کا تبلیغ کے سلسلہ میں پہلا کلام کیا ہوتا تھا؟

۵- پیغمبروں کی نگاہ میں انسان کی شرافت کی بنیاد کیا ہے؟ تمام بدبختیوں کی بنیاد کیا ہے؟ اور کیوں؟

۶- پیغمبروں کی نظر میں صالح اور مومن انسان کا مستقبل کیا ہے؟

۷- تمام پیغمبروں کی دعوت اور تبلیغ کا محور اور اساس کون سے اصول ہیں مثال دیجئے؟

۸- پیغمبروں کی نگاہ میں لوگوں کی اصلاح کس راستے سے ضروری ہے؟

۹- پیغمبروں کا مقصد و ہدف کیا ہے؟ اور وہ اس عالی ہدف تک پہنچنے کے لئے لوگوں سے کیا چاہتے تھے؟-

پیغمبروں کی خصوصیات

خدا کے پیغمبر لائق اور شائستہ انسان تھے کہ جنہیں اس نے انسانوں میں منتخب کیا یہ صاحب لیاقت اور صالح افراد بہت سی خصوصیات کے حامل تھے ان میں سے بعض کو یہاں بیان کیا جاتا ہے

خدا سے وحی کے ذریعہ ارتباط

پیغمبرؑ خدا کے کلام اور پیغام کو سنتے تھے اور انہیں اچھی طرح سمجھتے تھے دین کے معارف اور حقائق، ہدایات اور اللہ کی گفتگو ان کے پاک دلوں پر وحی کی صورت میں نازل ہوتی تھی

وہ خدا کی وحی کو اچھی طرح سمجھتے تھے اور اسے اپنے پاس محفوظ

رکھتے تھے پھر بغیر کمی وزیادتی کے لوگوں کیلئے بیان کرتے تھے بعض پیغمبر اس فرشتہ الٰہی کا مشاہدہ بھی کرتے تھے جو اللہ کا پیغام پہنچانے کے لئے امور تھا جبکہ بعض صرف اس کی آواز سنتے تھے۔

یہ بات تو آپ کو معلوم ہے کہ پیغمبر جسم وجان کے لحاظ سے دوسرے انسانوں کی طرح تھے غذا کھاتے تھے، باتیں کرتے تھے، لوگوں کے درمیان آمد ورفت رکھتے تھے، عام انسانوں کی مانند حواس کی مدد سے چیزوں کو دیکھتے تھے آوازوں کو سنتے تھے۔

لیکن روحانی اور معنوی طور سے حقائق کو سمجھنے اور معارف دین کے سلسلہ میں عام انسانوں سے کہیں زیادہ بلند درجے پر ہوتے تھے ان کا باطن اتنا پاکیزہ ہوتا تھا کہ وہ اپنے خدا سے رابطہ پیدا کر سکتے تھے اور عالم غیب کے حقائق اور معارف کو دریافت کر سکتے تھے اور اپنی چشم بصیرت سے جہان کی حقیقت اور باطن کا مشاہدہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتہ کو دیکھتے تھے اس کی آواز کو دل وجان سے سنتے تھے لیکن دوسرے انسان اس قسم کی طاقت اور استعداد نہیں رکھتے۔

پیغمبر اس قسم کی لیاقت وقدرت رکھتے تھے کہ دین کے معارف اور حقائق کو جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کے پاک ونورانی قلب پر نازل ہوتے ہیں سمجھ سکیں ان کی حفاظت ونگرانی کرتے ہوئے بغیر کسی کمی وزیادتی کے لوگوں تک پہنچا سکیں۔

اس قسم کے ربط کو دین کی لغت اور اصطلاح میں "وحی" کہا جاتا ہے بہتر ہے کہ اس بات کو بھی جان لیں کہ وحی کا عمل تین طرح سے انجام

پاتا ہے۔

پہلا یہ کہ فرشتہ الٰہی خدا کے پیغام کو لے کر قلب پیغمبر پر نازل ہو اور صرف اس کی آواز سن سکیں۔

دوسرا یہ کہ پیغمبر، فرشتے کی آواز سننے کے ساتھ ساتھ اس کا مشاہدہ بھی کرتے ہیں۔

تیسرا یہ کہ پیغمبر بغیر کسی واسطے کے حقائق دین کو خداوند عالم سے حاصل کرتے ہیں۔

۲ گناہ اور غلطیوں سے پاک ہونا

پیغمبر ہر قسم کے گناہ اور برائیوں سے پاک ہوتے ہیں اور یہ عصمت و پاکیزگی ان کے اس علم و معرفت کے سبب ہوتی ہے کہ جو خداوند عالم نے انہیں عطا کیا ہے۔

چونکہ پیغمبر برائیوں اور پلیدگی کو واضح طور پر سمجھتے تھے اس لئے کبھی بھی اپنے آپ کو گناہ اور معصیت سے آلودہ نہیں کرتے تھے۔

پیغمبر اپنی گفتار میں سچے اور کردار و عمل میں کامل انسان تھے۔

وحی کو سمجھنے اور بیان کرنے میں بھی خطاؤں سے پاک تھے یعنی اللہ کے پیغام کو صحیح ——— اور مکمل طور پر سمجھتے اور پھر اسے اسی صحیح اور مکمل صورت میں لوگوں تک پہنچاتے تھے۔

لوگوں کی ہدایت و رہبری میں کسی قسم کی کوئی خطا غلطی اور انحراف

نہیں کرتے تھے ———————— اور خداوند عالم کی ذات ان تمام مراحل اور حالات میں ان کی محافظ اور مددگار ہوتی تھی۔

۴ خدا کی راہ میں پائیداری اور استقامت

پیغمبر ایمان اور یقین سے سرشار ہوتے تھے اور ان کی ذمہ داریاں اور مقصد اتنا واضح ہوتا تھا کہ جس میں وہ معمولی شک اور تردد کا بھی شکار نہ ہوتے تھے خدا اور جہان آخرت پر انہیں دل کی گہرائیوں سے یقین تھا۔

وہ اپنی ذمہ داریوں سے مکمل طور پر آگاہ تھے اور اللہ تعالی کی رسالت اور اپنے فرائض کی انجام دہی میں ثابت قدم تھے حق کو پہچان چکے تھے اور اس میں انہیں کوئی شک و شبہ نہ تھا۔

خدا کی بے پایاں قدرت پر تکیہ کرتے تھے اور دوسری کسی طاقت سے خوفزدہ نہیں ہوتے تھے اپنے فرائض و ذمہ داریوں کو مکمل طور پر کما حقہ انجام دیتے تھے اور اپنے حامیوں اور دوستوں کی کمی سے خوفزدہ نہیں ہوتے تھے دشمنوں کی طرف سے پیدا کی جانے والی شدید مشکلات ان کے مصمم ارادے اور فولادی عزم میں معمولی سا بھی خلل پیدا نہیں کر پاتی تھیں اور آپ حضرات مشکلات دور کرنے میں پائیداری اور استقامت سے کوشش کرتے تھے۔

ذیل میں ہم بعض پیغمبروں کی سعی و کوشش کے کچھ نمونوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کی استقامت

اس عظیم پیغمبر نے تن تنہا بت پرستی اور شرک کا مقابلہ کیا اپنے دور کے ظالم ترین اور طاقتور انسان نمرود کے سامنے ڈٹ گئے اس کی عظیم طاقت سے نہ ڈرے اور پوری قوت سے اس سے کہا۔

خدا کی قسم تمہارے بتوں کو توڑ پھوڑ ڈالوں گا،،

اور پھر تن تنہا بتوں کے توڑنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے چھوٹے اور بڑے بت کدے کے بتوں کو توڑ کر زمین پر ڈھیر کر دیا۔

جب نمرود کے دربار میں آپ کو جلائے جانے کا حکم ملا تو ذرا سی بھی کمزوری اور پشیمانی کا اظہار نہ کیا اور اپنے صحیح عقیدے کے دفاع میں مستحکم اور ثابت قدم رہے۔

یہاں تک کہ اس لمحہ بھی کہ جب آپ کو آگ میں ڈالا جا رہا تھا معمولی کمزوری اور ناتوانی کا اظہار نہ کیا اور سوائے خدا کے کسی سے مدد طلب نہ کی آپؑ اس وقت بھی صرف اللہ کے لطف و کرم پر ایمان رکھے ہوئے تھے۔

اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے اپنے گھر بار کو چھوڑ دیا اور دوسری سر زمین کی طرف ہجرت کی اپنی بیوی اور بچے کو خشک و بے آب وادی میں تنہا چھوڑ گئے حضرت ابراہیمؑ کی استقامت اس حد تک تھی کہ ..

قرآن انہیں ایک امت بتا رہا ہے اور ان کی اس طرح عمدہ تعریف کرتا ہے کہ:

حضرت ابراہیمؑ تنہا ایک امت تھے اور مکمل طور پر خدا کے فرمانبردار تھے

حضرت موسیٰؑ و حضرت عیسیٰؑ کی استقامت

حضرت موسیٰؑ اپنے بھائی ہارون کے ساتھ اونی لباس پہنے اور ہاتھ میں عصا لئے فرعون کے محل میں داخل ہوئے اور بغیر کسی وحشت و اضطراب کے اس ظالم طاقتور سے فرمایا۔

میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول ہوں اور بجز حق اور کچھ نہیں بولتا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح اور روشن دلائل اور گواہیاں لایا ہوں بنی اسرائیل کو میرے ساتھ روانہ کر دے

سورہ اعراف آیت ۱۰۴/۱۰۵

حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کو فرعون کے چنگل سے نجات دلانے کے لئے اس سے برسرپیکار ہو گئے اور پوری استقامت سے ظالم فرعون کا خاتمہ کیا اور اس کے ظالم مددگاروں کو بھی ہلاک کر دیا۔

حضرت موسیٰؑ نے ان مشکلات اور دشواریوں کے وقت جبکہ کسی طرف سے کوئی معمولی سی بھی امید نظر نہیں آرہی تھی اور پھر فرعون پوری قساوت سے بنی اسرائیل کا قتل عام کر رہا تھا اور ان کی عورتوں کو لونڈی بنا رہا تھا اپنے ماننے والوں سے یوں فرمایا۔

اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو، صابر و محکم و مضبوط ہو اور جان لو کہ زمین اللہ کی ہے جسے چاہے اسے دے گا اور جان لو کہ پرہیزگاروں کی کامیابی یقینی ہے۔

"سورہ اعراف ۷، آیت ۱۲۸"

حضرت موسیٰ ؑ کی قوم کا گویا صبر و حوصلہ ختم ہو چکا تھا آپ سے انہوں نے کہا: اے موسیٰ ؑ تمہارے پیغمبری کے لئے مبعوث ہونے اور رسالت کے لئے چنے جانے سے پہلے بھی ہم فرعون کے ظلم و ستم کے سبب اذیتیں اٹھا رہے تھے وہی مصائب اب بھی ہم پر باقی ہیں۔

حضرت موسیٰ ؑ خدا کی فتح و نصرت پر اعتماد و ایمان رکھتے ہوئے فرماتے تھے۔

خداوند عالم بہت جلد ہی تمہارے دشمنوں کو ہلاک کر دے گا اور تمہیں ان کا جانشین قرار دے گا تاکہ تمہارے کردار و عمل کا جائزہ لے سکے۔

سورہ اعراف، آیت ۱۲۹

حضرت عیسیٰ ؑ بھی اپنے دشمنوں کے ساتھ مقابلہ پر اتر آئے اور ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک مقام سے دوسرے مقام پر ہجرت کرتے رہے جہاں بھی گئے لوگوں کو خداوند عالم کا پیغام سنایا اور لوگوں کو ظالم و جابر حکمران کے سامنے جھکنے سے روکا یہاں تک کہ آپ کے وجود کو دشمن برداشت نہ کر سکے اور آپ کے قتل کے لئے پھانسی کا پھندا بنایا گیا لیکن آپ کو پا نہ سکے تاکہ قتل کریں۔ خداوند عالم نے انہیں آسمان پر اپنے خاص بندوں کا مقام عنایت کیا ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ ؐ کی استقامت

حضرت محمد مصطفیٰ ؐ نے بھی یکہ و تنہا شرک و بت پرستی سے مقابلہ

کیا اور پختہ و محکم ارادے سے آخری وقت تک کوشش کرتے رہے اور لاتعداد مشکلات اور دشواریوں کے باوجود پائیداری اور استقامت کا مظاہرہ کرتے رہے اور معمولی سی کمزوری اور تردد کا بھی اظہار نہ کیا۔

اپنی کھلی دعوت کے پہلے مرحلے میں اپنے رشتہ داروں سے فرمایا

میں اللہ کا پیغمبر ہوں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوں کہ تمہیں گمراہی اور ضلالت سے نجات دلاؤں اور دنیا و آخرت کی خوش بختی اور سعادت تک پہنچاؤں جو شخص بھی میری مدد کا اعلان کرے گا اور اس عظیم کام میں میری نصرت کرے گا وہی میرا وزیر اور وصی ہوگا۔

جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ آپؐ نے اس بات کو تین مرتبہ دہرایا اور کسی نے سوائے علی ابن ابی طالبؑ کے اس دعوت اور پکار کو قبول نہ کیا پیغمبر اسلام نے پورے یقین کے ساتھ حضرت علیؑ کو اپنا وزیر اور وصی چن لیا۔

ایک دن حضرت ابو طالبؑ نے پیغمبرؐ سے کہا کہ:

قریش کے سردار میرے پاس آئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تیرا بھتیجا محمدؐ ہمارے بتوں کی توہین کرتا ہے اور ہمیں اور ہمارے باپ دادا کو جو بت پرست تھے گمراہ کہتا ہے اب ہم ان باتوں کو برداشت نہیں کر سکتے انہوں نے مجھ سے خواہش کی ہے کہ تم کو سمجھاؤں تاکہ اس کے بعد تم بتوں اور بت پرستوں پر تنقید نہ کرو ''

حضرت رسول خداؐ اپنے مقصد پر کامل ایمان رکھتے تھے اور اپنی

الٰہی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے ثابت قدم تھے لہٰذا اپنے چچا سے فرمایا:

چچا جان : میں اس راہ سے ہرگز نہ ہٹوں گا اور لوگوں کو خدا پرستی اور توحید کی دعوت دینا نہیں چھوڑوں گا میں اپنی رسالت کے پیغام کو پہنچانے میں کوتاہی نہیں کر سکتا میں اپنی کامیابی تک اس کام کو انجام دیتا رہوں گا۔

ایک دفعہ اور قریش کے سردار، جناب ابو طالب کے پاس آئے اور کہا۔

اے ابو طالبؑ ! تم ہمارے قبیلہ کے بزرگ ہو تمہارا احترام ہمارے اوپر لازم ہے لیکن تمہارے بھتیجے نے ہماری زندگی اجیرن کر دی ہے۔ اگر اسے اس کام کے بجا لانے پر فقر و محتاجی نے مجبور کیا ہے اور وہ مال و دولت چاہتا ہے تو ہم حاضر ہیں کہ بہت زیادہ مال اس کے حوالہ کریں اور اگر اسے جاہ و جلال اور مقام کی تمنّا ہے تو ہم حاضر ہیں کہ اسے اپنا سردار اور حاکم تسلیم کر لیں۔ مختصراً یہ کہ ہم حاضر ہیں جو بھی وہ چاہتا ہے اسے دیں تاکہ وہ ان باتوں سے دستبردار ہو جائے۔

جناب ابو طالبؑ نے حضرت رسول خداؐ سے جو اس موقع پر موجود تھے کہا کہ اے بھتیجے ! تم نے سن لیا کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ ؟

پیغمبرؐ نے فرمایا !:

چچا جان ! خدا کی قسم اگر یہ میرے دائیں ہاتھ پر سورج

اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں تب بھی میں ہرگز اپنی دعوت سے دستبردار نہیں ہوں گا۔

چچا جان! میں ان سے صرف ایک چیز کی خواہش کرتا ہوں کہ یہ لوگ " لا الٰہ الا اللہ " کہیں اور نجات پا جائیں۔

پیغمبر اسلامؐ اپنی دعوت کے تمام مراحل میں ان تمام مشکلات اور دشمنوں کی یلغار اور سختیوں کے مقابلے میں عزم واستقلال کے ساتھ ڈٹے رہے۔ آپ نے اپنے کردار وعمل سے تمام مسلمانوں اور خدا پرستوں کو صبر و استقامت کا درس دیا۔

آیت قرآن

" قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا " ۔ سورہ کہف آیت آخر "

کہدو کہ میں تمہاری طرح کا بشر ہوں مجھ پر وحی ہوتی ہے تمہارا خدا ایک ہے جو شخص بھی اپنے پروردگار کے دیدار کا امیدوار ہو اسے چاہیئے کہ وہ عمل صالح انجام دے اور کسی کو بھی پروردگار کی عبادت میں شریک قرار نہ دے"

سوچیے اور جواب دیجیے

۱۔ وحی کسے کہتے ہیں ؟

۲۔ کیا پیغمبر جسم و روح کے لحاظ سے دوسرے انسانوں کی طرح تھے ؟

۳۔ پیغمبر وحی کے حاصل کرنے اور پہنچانے میں معصوم تھے اس جملہ کا مطلب بتائیے ؟

۴۔ اس درس میں پیغمبروں کی جو خصوصیات بیان کی گئی ہیں انہیں بیان کیجیۓ ؟

۵۔ پیغمبروں کا اپنے ہدف پر ایمان و استقامت کا کوئی نمونہ بیان کریں ؟

۶۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں طاغوت (ظالم حکمران) کون تھا حضرت موسیٰؑ کیسے اس کے ساتھ اس کے محل میں داخل ہوئے ۔

۷۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنے جاننے والوں کو خدا پر اعتقاد اور صبر و استقامت کے بارے میں کیا فرمایا ؟

۸۔ پیغمبر اسلامؐ نے کفار کو جو آپ کو صلح کی دعوت دیتے تھے کیا جواب دیا ؟

باب چہارم

پیغمبر اسلامؐ اور آپؐ کے اصحاب کے بارے میں

ایمان و استقامت

عمار کا خاندان (گھرانہ) قرآنی آیات اور پیغمبرؐ کی دل نشیں گفتار سن کر اور آپ کے کردار کو دیکھتے ہی پیغمبر اسلامؐ کی نبوت اور دعوت برحق پر ایمان لے آیا تھا اور دعوت اسلام کے ابتدائی مراحل میں مسلمان ہو چکا تھا

ابوجہل، جو کہ مکہ کے بارسوخ اور مستکبرین میں شمار ہوتا تھا جب اسے عمار کے خاندان کے مسلمان ہو جانے کی اطلاع ملی تو وہ بہت غضبناک ہوا اور جب عمار کو دیکھا تو انہیں بہت ملامت اور سرزنش کی اور ان سے کہا کہ!

میں نے سنا ہے کہ تم بت پرستی کو ترک کر کے مسلمان ہو گئے ہو!؟۔

عمار نے جواب دیا۔

ہاں میں نے، میرے ماں باپ اور بھائیوں نے

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو سنی۔

ان آیات میں جو وہ خدا کی طرف سے لائے ہیں، غور کیا ان کی دعوت کو حق جانا اور اسے قبول کر لیا ہے۔

ابوجہل نے چلا کر کہا: تمہیں کیا حق پہنچتا ہے کہ مکہ کے بزرگوں اور سرداروں کی اجازت کے بغیر محمدؐ کے دین کو قبول کرو تم عقل اور فکر سے عاری ہو تمہیں چاہیئے کہ بزرگوں اور سرداروں کے تابع بنو وہ تم سے بہتر سمجھتے اور جانتے ہیں...

ہم مزدور اور محنتی لوگ بھی عقل و شعور رکھتے ہیں اور تم سے بہتر سمجھتے ہیں مال اور مقام نے تمہیں اندھا کر دیا ہے کہ اتنے واضح حق کو نہیں دیکھ رہے ہو لیکن ہم نے اچھی طرح جان لیا ہے کہ محمدؐ خدا کے پیغمبرؐ ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں اور ہماری ہدایت اور نجات کے لئے آئے ہیں خدا اور اس کا پیغمبر ہماری بھلائی کو تم سے بہتر طور پر سمجھتا ہیں، ہمارا ہمدرد تو پیغمبرؐ ہے تم مالدار اور ظالم لوگ نہیں۔

تم پہلے کی طرح ہم سے بے گار لینا چاہتے ہو اور ہمارے ہاتھ کی محنت ہڑپ کرنا چاہتے ہو لیکن اب وہ زمانہ گیا خداوند عالم نے ہمارے لئے دل سوز اور مہربان رہبر بھیجا ہے تاکہ تم جیسے ظالموں اور غارتگروں سے نجات دلائے

اور دنیا و آخرت کی عزت اور سعادت تک پہنچائے
ہم نے اس کی رہبری کو قبول کرلیا ہے اور تمام وجود سے
اس کے مطیع ہیں اور ہم ہی کامیاب رہیں گے۔

ابوجہل کو اس قسم کے جواب کی توقع نہیں تھی اس لئے سخت غصے میں آیا اور جناب عمار کو مارنا شروع کردیا۔ ابوجہل کے غلاموں نے بھی اس کی مدد شروع کردی اور ڈنڈوں اور کوڑوں سے مار مار کر عمار کے جسم کو نیلا کردیا۔ جناب عمار اس حالت میں بھی خدا کو یاد کرتے اور اللہ اکبر کہتے رہے۔

جناب عمار کا گھرانا ایک غریب اور مستضعف گھرانا تھا مکہ میں آپ کے کوئی عزیز و اقارب بھی نہیں تھے کہ جن کی مدد و حمایت حاصل کرتے اسی وجہ سے قریش کے سرداروں اور مکہ کے متکبروں نے پکا ارادہ کرلیا تھا کہ اس گھرانے کے بے یار و مددگار افراد کو اتنی ایذا پہنچائیں کہ وہ اسلام سے دستبردار ہوجائیں یا جان سے جائیں۔

قریش کے سرداروں نے انہیں ڈرانا، دھمکانا، مارنا، پیٹنا، اور برا بھلا کہنا شروع کردیا۔ عمار کے والد یاسر اور والدہ "سمیہ" کو وقتاً فوقتاً مارا پیٹا کرتے تھے اور ان سے چاہتے تھے کہ وہ دین اسلام سے دستبردار ہوجائیں اور پیغمبر اسلام کو برا بھلا کہیں اور گالیاں دیں (نعوذ باللہ)

مگر کیا عمار جیسے لوگ پیغمبر خدا کو گالیاں دے سکتے تھے؟ اور کیا ایمان سے دستبردار ہوسکتے تھے؟

آیئے آپ کو بتائیں کہ اس وقت جب ان پر کوڑے برسائے

جاتے تھے تو وہ کیا کہتے تھے،

کس طرح ممکن ہے کہ ہم اللہ کے راستے کو چھوڑ دیں جب کہ اسی نے ہمیں حق کا راستہ دکھایا ہے ہم تمہارے ظلم و ایذا و سختی پر صبر کریں گے خدا ہمارے صبر و استقامت کو دیکھ رہا ہے اور وہ صبر کرنے والوں کو بہترین جزا دے گا۔"

"سورہ ابراہیم ۱۴ آیت سورہ نحل ۶ آیت"

ابوجہل ان کے قریب آیا اور عمار اور ان کے والد یاسر، ماں سمیہ اور بھائی عبداللہ سے کہا کہ:

اسلام سے دستبردار ہو جاؤ اور محمدؐ کو برا بھلا کہو اور گالیاں دو ورنہ تم اسی جگہ ختم کر دیئے جاؤ گے۔

ابوجہل کے حکم پر وحشی اور بھیڑیا صفت انسانوں نے اس ایماندار اور بے یار و مددگار گھرانہ پر حملہ کر دیا اور تازیانوں، مکوں اور لاتوں سے انہیں مارنا شروع کر دیا اتنا مارا کہ ان کا بدن لہو لہان ہو گیا اور وہ نڈھال و بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے لیکن اس کے باوجود جب انہیں ہوش آیا تو "اللہ اکبر" کا کلمہ ان کی زبان پر جاری تھا اور زخمی و خون آلود چہرے سے کہہ رہے تھے۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ

پھر ان کے ہاتھ اور پاؤں کو باندھ دیا گیا اور ان کے بدن

تپتے ہوئے پتھروں اور گرم ریت پر ڈال کر ان کے سینوں پر بڑے اور بھاری پتھر رکھ دیئے گئے ان پیاروں کے بدن گرم ریت اور حجاز کی جلتی دھوپ میں جل رہے تھے، پگھلے جا رہے تھے لیکن ان کی تکبیر اور شہادت کی آواز اسی طرح سنی جا رہی تھی:

تم سے جتنا ہوسکتا ہے ہمیں آزار و تکلیف پہنچاؤ
ہم نے اللہ تعالیٰ کا راستہ دلائل سے پالیا ہے اور
اپنے پروردگار پر ایمان لے آئے ہیں اور کبھی بھی اس
راستے سے پیچھے نہیں ہٹیں گے تم ہمارے ایمان
تک پہنچ نہیں سکتے صرف ہمارے بدن کو ایذا پہنچا
سکتے ہو ہم خدا پر ایمان لے آئے ہیں تاکہ وہ گناہوں
کو بخش دے اور ہمیں آخرت کے بلند درجات میں
جگہ عنایت فرمائے اور آخرت کا اجر و ثواب ہمیشہ
رہنے والا ہے

عمارؓ کے والد اسی ظلم و تشدد کے سبب شہادت کے بلند مرتبہ پر فائز ہو گئے اور مسلمانوں کو اپنے صبر و استقامت سے دینداری اور صبر کا درس دے گئے۔

سمیّہ سے جو اپنے شوہر کی شہادت کو دیکھ رہی تھیں کہا گیا کہ محمدؐ کو برا بھلا کہو اور گالیاں دو سمیّہ نے جواب دیا:

ہم نے اپنا راستہ پالیا ہے اور حضرت محمدؐ پر
ایمان لے آئے ہیں اور آپ کی رہبری کو قبول کر لیا

ہے ہم ہرگز اپنے مقصد سے دستبردار نہیں ہوں گے

ابوجہل نے جو اس بزرگ خاتون کے منہ توڑ جواب سے ناچار ہوگیا تھا اور غصہ کی شدت میں پیچ و تاب کھا رہا تھا اپنے نیزے کو اس طرح اسلام کی اس بزرگ خاتون پر مارا کہ وہ زمین پر گر گئیں اور اسی حالت میں ، اللہ اکبر ، لا الہ الا اللہ کہتے ہوئے خالق حقیقی سے جاملیں اور شہادت کے بلند مرتبہ پر فائز ہوگئیں، سمیہ اسلام کی پہلی خاتون ہیں جو اسلام کے راستے میں شہادت کے درجے پر فائز ہوئیں۔

عمار کے ماں باپ شہید ہو گئے لیکن پھر بھی لگا ہے لگا ہے آپ کو ایذا پہنچائی جاتی تھی برسوں تکلیفیں اور ایذائیں سہنے کے بعد وہ مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے وہاں رہ کر مجاہدین اسلام کی صفوں میں شامل ہو کر دشمنوں سے جنگ کرتے تھے ۔ پیغمبر خداؐ کی وفات کے بعد جناب عمارؓ امیر المومنینؑ کے باوفا دوستوں میں شمار ہوتے تھے آپ کے ساتھ جنگ میں شریک ہوتے تھے یہاں تک کہ صفین کی جنگ میں بہادری کے ساتھ لڑتے ہوئے شہادت پر فائز ہو گئے ۔

بے شمار درود و سلام ہو آپ پر اور آپ کے ماں باپ پر اور اسلام کے تمام شہداء پر کہ جو خدائے واحد پر ایمان کے راستے میں پائیدار اور ثابت قدم رہے اور ذلت و خواری کو قبول نہ کیا اور جاہلیت کے طور طریقوں کی طرف نہ پلٹے اور ظلم و ستم کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا اور ظالموں کی حکومت اور ولایت پر خدا کی حکومت اور ولایت کو ترجیح دی ۔

آیت قرآن

"وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰی مَآ اٰذَیْتُمُوْنَا
وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُتَوَکِّلُوْنَ" سورہ ابراہیم آیت ۱۲

پیغمبروں اور مومنین نے مستکبرین سے یوں کہا کہ ہم اس اذیت پر جو تم ہم پر روا رکھتے ہو صبر کریں گے اور توکل کرنے والوں کو خدا ہی پر توکل کرنا چاہیئے۔

سوچیے اور جواب دیجیے

(۱) مستکبرین ابتدائے اسلام کے آغاز میں مسلمانوں کو کیوں اذیت دیتے تھے؟ اور آج کل مستکبرین مسلمانوں کو کس طرح تکلیف پہنچا رہے تھے۔؟

(۲) عمار اور ان کے والدین مستکبرین کے تازیانوں کے باوجود اللہ کے ذکر کے علاوہ اپنے صبر و استقامت کے متعلق کیا کہا کرتے تھے؟ اور اب ہمارا فریضہ مستکبرین جہان کے بارے میں کیا ہے؟

(۳) جب پیغمبرؐ یاسر اور سمیہ کے گھرانے کو دیکھتے تھے تو ان سے کیا سفارش کیا کرتے تھے اور کیا خوشخبری دیتے

تھے اور پیغمبرؐ کی سفارش پوری امت اسلام کے لئے کیا ہے اس کے متعلق علم حاصل کرنے کے لئے مراجع دین کی طرف رجوع کریں

۴ — سمیّہ کس طرح شہید ہوئیں؟ اپنی زندگی کے آخری لمحات میں کیا کہتی تھیں؟

۵ — سمیہ جب اپنے شوہر کو شہید ہوتے دیکھ رہی تھیں تو کفار نے ان سے کیا مطالبہ کیا تھا؟ اور انہوں نے جواب میں کیا کہا مسلمانوں کا جواب ان مشکلات کے مقابل جو آج کل مشرق و مغرب والے امت اسلامی پر وار کر رہے ہیں کیا ہونا چاہئے۔

۶ — اسلام کے سبب متکبرین کو کیا نقصان پہنچتا ہے کہ وہ اس کی مخالفت کرتے ہیں؟

۷ — عمار کے ماں باپ جیسے مومنین نے کس کی حکومت کو قبول کیا ہے؟ اور ظالم انہیں کس کی حکومت کی طرف بلاتے ہیں

۸ — عمار نے مکہ سے کس طرف ہجرت کی؟ پیغمبر خداؐ کی وفات کے بعد کن کے انصار میں داخل ہوئے؟ پھر کہاں شہید ہوئے کیا آپ جانتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے عمار کے قاتلوں کے متعلق کیا فرمایا ہے؟

اقتصادی پابندی

بت پرستوں کی شدید مخالفت کے باوجود اسلام مسلسل پھیل رہا تھا اور روز بروز مسلمانوں کی تعداد اور اسلام کی طاقت میں اضافہ ہو رہا تھا بت پرست اور وڈیرے اپنے جاہ و جلال اور منافع کو خطرہ میں دیکھ رہے تھے وہ اسلام کی پیش رفت روکنے کے لئے اپنی پوری کوشش کرتے تھے اور کسی ظلم و خباثت کے ارتکاب سے نہیں روکتے تھے کمزور اور محروم مسلمانوں کو تکلیف پہنچاتے، ان کی توہین کرتے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے تاکہ مسلمان پیغمبر اسلامؐ کی مدد سے دستبردار ہو جائیں اور اسلام کو چھوڑ دیں۔ لیکن ان مسلمانوں کا خدا اور اسلام پر ایمان اتنا قوی اور محکم تھا کہ وہ ہر قسم کے آزار اور تکالیف اور محرومیت کو برداشت کرتے لیکن پیغمبر اسلامؐ کی مدد سے دستبردار نہ ہوتے تھے اور

اسلام کو نہ چھوڑتے تھے۔

جب اذیتیں اور تکلیفیں حد سے بڑھ گئیں تو پیغمبر اسلامؐ نے مسلمانوں کے ایک گروہ کو خفیہ طور پر حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت دے دی مسلمانوں نے گھر بار چھوڑا اور اپنے ایمان کی حفاظت کی خاطر حبشہ ہجرت کر گئے اور انہوں نے عیسائیوں کے ایک گروہ کو دین اسلام کی طرف راغب کیا اور اس طریقہ سے انہوں نے عیسائیوں سے اسلام کا تعارف کرایا اور قربانی دینے والے مسلمانوں نے اپنی گفتار و کردار سے اسلام کی حیات بخش تعلیمات کو حبشہ میں پھیلایا۔

مشرکوں کا ارادہ اور حضرت ابوطالبؑ

بت پرستوں اور وڈیروں نے یہ جان لیا تھا کہ اسلام کا پھیل جانا اب یقینی ہے اسی لئے انہوں نے خطرے کا احساس کر لیا تھا اور پھر وہ اس کے تدارک کے لئے صلاح و مشورہ کرنے ایک جگہ اکٹھا ہوئے اور مختلف تجاویز کے متعلق تبادلہ خیال اور بحث و مباحثہ کرنے لگے۔

ان میں سے ایک گروہ کی تجویز تھی کہ رسول خداؐ کو قتل کر دینے سے یہ مسئلہ حل ہو جائے گا لیکن دوسرے گروہ کے لوگوں کا اس سے مختلف نظریہ تھا لیکن بالآخر نتیجہ کے طور پر رسول خداؐ کے قتل کی تجویز کو اکثریت نے قبول کر لیا اور قتل کر دینے کا مصمم ارادہ کر لیا یہ فیصلہ بہت ہی خطرناک تھا۔

آنحضرتؐ کے چچا حضرت ابوطالبؑ کو اس سازش کا علم ہو گیا

آپ نے اپنے تمام رشتہ داروں کو اکٹھا کیا اور ان سے کہا :

کیا تم نے سنا ہے کہ قریش کے سرداروں نے محمدؐ کے بارے میں کیا فیصلہ کر لیا ہے؟ کیا جانتے ہو کہ کون سی تجویز ان کے جلسے میں منظور کر لی گئی ہے؟ جانتے ہو کہ انہوں نے پکا ارادہ کر لیا ہے کہ محمدؐ کو قتل کر دیں؟ تم ان کے اس ارادے کے مقابلے میں کیا رائے رکھتے ہو؟ مجھ سے جہاں تک ہو سکا محمدؐ کا دفاع کروں گا تم کیا اقدام کرو گے؟ محمدؐ تمہاری عزت و شرف کا سرمایہ ہے میں تم سے خواہش کرتا ہوں کہ پوری قوت سے اپنی عزت و شرافت کا دفاع کرو مجھے بتاؤ کہ محمدؐ کے دفاع کے لئے کیا کرو گے؟

سب نے جواب دیا کہ ہم سب حاضر ہیں کہ محمدؐ کا دفاع اور ان کی حمایت کریں لیکن ہم اپنی کم تعداد کے سبب کس طرح دشمن کی عظیم طاقت کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

جناب ابوطالبؑ نے کہا!

ہماری ذمہ داری ہے کہ محمدؐ کا دفاع کریں اور دشمن کی کثرت اور اپنی قلت سے نہ گھبرائیں اور صبر و استقامت اور اتحاد سے ان پر غلبہ حاصل کریں بہتر ہو گا کہ ہم اپنی طاقت کو ایک جگہ جمع کریں پھر ہم سب کے سب مرد و عورت چھوٹے بڑے، محمدؐ کے ارد گرد جمع رہیں

اور دشمن سے ان کی حفاظت اور نگہداشت کریں۔

رسول خدا ؐ کی حفاظت اور نگہداری

جناب ابوطالب کی تجویز گو بہت سخت اور مشکل تھی لیکن پھر بھی تمام افراد نے اسے قبول کر لیا تھوڑا سا مال و اسباب اٹھایا اور مکہ میں پہاڑ کے ایک درّے میں منتقل ہو گئے تاکہ حضرت محمد ؐ کی بہتر طور پر حفاظت کر سکیں۔

تقریباً چالیس جنگجو مردوں نے اس درّہ میں کہ جس کا نام شعب ابی طالب تھا، عہد و پیمان کیا کہ اپنے خون کے آخری قطرے تک جناب محمد ؐ کی حمایت و حفاظت کریں گے اور عورتوں نے بھی اسی قسم کا معاہدہ کیا طاقتور جوان دن رات اس درّے کے چاروں طرف پہرا دیتے تھے دن میں پہاڑ کی گرم اور جھلسا دینے والی چوٹیوں پر گشت کرتے تھے اور رات میں پیغمبر خدا ؐ کے بہادر چچا جناب حمزہ اور علی ابن ابی طالب ؑ تلواریں نکالے پہرے داری کرتے تھے اور خود جناب ابوطالب ؑ بھی توجہ دیتے تھے اور رات کو کئی مرتبہ پیغمبر اسلام ؐ کی جگہ کو تبدیل کر دیتے تھے اور کسی دوسرے کو ان کے بستر پر سلا دیتے تھے کہ کہیں دشمن حملہ نہ کر دیں اور ان کے سونے کی جگہ کو معلوم کریں اور آپ ؐ پر حملہ کر کے آپ کو قتل نہ کر دیں۔

مکہ کے بت پرستوں نے جب پیغمبر ؐ کے مددگاروں کی اس بہادری و جانفشانی کو دیکھا تو انہوں نے کئی وجوہ کی بنا پر پیغمبر ؐ کے قتل کا ارادہ ترک کر دیا اور اپنی محفلوں میں بحث و مباحثہ اور مشورے سے ایک

اور ارادہ کرلیا کہ شعب ابی طالب کے رہنے والوں سے روابط ختم کر دیں اور ان کا اقتصادی بائیکاٹ کر دیں تاکہ رسول خدا کے حامی و ناصر تھک جائیں، تنگ آ جائیں اور آپ کی مدد سے دستبردار ہو جائیں اور آپ کو تنہا چھوڑ دیں یا ان کو اپنے آگے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیں۔

اقتصادی بائیکاٹ کا معاہدہ

ان کی خاص انجمن میں جو ظالمانہ بائیکاٹ کا مضمون تیار کیا گیا اور اس پر سب نے دستخط کیے اس کا متن یہ تھا:

(۱) ــــــ آج کے بعد کوئی حق نہیں رکھتا کہ محمدؐ اور ان کے مددگاروں کے پاس آمد و رفت کرے اور ان کی مدد کرے۔

(۲) ــــــ کوئی آدمی حق نہیں رکھتا کہ کوئی چیز ان کے پاس فروخت کرے یا کوئی چیز ان سے خریدے۔

(۳) ــــــ کوئی بھی شخص ان سے شادی نہ کرے۔

(۴) ــــــ اس معاہدہ پر دستخط کرنے والے افراد پابند ہوں گے کہ ان کو مورد اجراء قرار دیں اور ان کے پابند رہیں۔

(۵) ــــــ دستخط کرنے والے پابند ہوں گے کہ اس معاہدہ پر عمل کریں اور جستجو میں رہیں کہ کوئی بھی اس کی خلاف ورزی نہ کرے یہ معاہدہ قطعی اور اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا اور کوئی بھی اس میں ردّ و بدل کا حق نہیں رکھتا یہ معاہدہ

اس وقت تک معتبر رہے گا جب تک وہ لوگ محمدؐ کو ہماری تحویل میں نہ دے دیں۔

اس ترتیب سے اس ظالمانہ معاہدہ کو لکھا گیا اور اسے ایک مضبوط صندوق میں بند کر کے اندر رکھ دیا گیا اور اس کا دروازہ مضبوطی سے بند کر دیا گیا اور اس معاہدے کے تمام شقوں کی اطلاع تمام افراد کو دے دی گئی

حضرت ابو طالبؑ نے اپنے رشتہ داروں کو شعب کے ایک گوشے میں اکٹھا کیا اور ان کو قریش کے سرداروں کے اس معاہدے کی اطلاع دی اور فرمایا!

تم جانتے ہو کہ قریش کے سرداروں نے کیا ارادہ کیا ہے؟ انہوں نے ارادہ کر لیا ہے کہ ہمارا پوری طرح بائیکاٹ کریں اور ہمیں اقتصادی طور پر محصور کریں وہ چاہتے ہیں کہ ہم پر اتنا دباؤ ڈالیں کہ ہم محمدؐ کی مدد سے دستبردار ہو جائیں تو اے میرے عزیزو! اس ظالمانہ ارادے اور معاہدے کے مقابل کیا کرو گے؟"

سب نے مل کر جواب دیا:

ہم یہ تمام سختیاں، رنج، بھوک، اور دباؤ برداشت کریں گے لیکن محمدؐ کو کبھی بھی تنہا نہیں چھوڑیں گے اور اپنے خون کے آخری قطرے تک ان کی حفاظت کریں گے۔"

جناب ابو طالبؑ نے ان تمام افراد کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ خود میں

بھی جب تک میرے بدن میں جان ہے محمدؐ کی حمایت کرتا رہوں گا۔

اقتصادی بائیکاٹ

اقتصادی بائیکاٹ شروع ہوگیا اور لوگوں کا شعب ابی طالب سے ہر قسم کا رابطہ ختم ہوگیا کسی کو حق نہیں تھا کہ شعب میں رہنے والوں سے آمد ورفت اور خرید و فروخت کرے۔

قریش کے سرداروں نے ایک گروہ لوگوں کی آمد ورفت پر نگاہ رکھنے کے لئے معین کردیا۔ وہ نگرانی کرتے تھے کہ کوئی شخص شعب میں داخل نہ ہو، کوئی بھی چیز ان کے ہاتھ فروخت نہ کرے جو بھی اس بائیکاٹ کے معاہدے کی خلاف ورزی کرتا اس کا مال ضبط کر لیتے تھے۔

شعب میں محصور ہونے والے افراد نے بائیکاٹ کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی زندگی کی ضرورت اور کھانے پینے میں پہلے کی نسبت میانہ روی برتنا شروع کردی تھوڑی غذا کھاتے اور کم سے کم غذا اور پانی پر قناعت کرتے اور ایک دوسرے سے ہمدردی اور تعاون کرتے تھے جو کچھ ان کے پاس تھا ایک دوسرے کے اختیار میں قرار دیتے تھے جوانوں میں طاقت اور صبر کا مادّہ زیادہ تھا وہ اپنی معمولی غذا بھی نہ کھاتے تھے بلکہ انہیں بچوں اور سن رسیدہ افراد کو دے دیتے تھے

شعب میں کسی قسم کی آمد ورفت نہ ہوتی تھی۔ خوراک کا ذخیرہ آہستہ آہستہ خرچ ہو رہا تھا اور شعب میں رہنے والوں پر بالخصوص بچوں پر بھوک

زیادہ شدّت سے اثرانداز ہورہی تھی صرف کبھی کبھار بعض جانباز اور دلیر افراد پوری طرح چھپ کر رات میں شہر جاتے اور ہزارہا مصیبتوں کے بعد کچھ خوراک حاصل کرتے اور واپس شعب میں لوٹ جاتے، کبھی بنی ہاشم کے ہمدرد رشتہ دار اپنے اونٹ پر خوراک لادتے اور آدھی رات کے وقت شعب کے نزدیک جاکر اسے چھوڑ آتے اور درّہ کی طرف بڑھا دیتے تھے

شعب میں محبوس اور محصور لوگ سال میں فقط دو مرتبہ حرام مہینوں میں شعب سے باہر نکل سکتے تھے کیونکہ مشرک ان مہینوں میں اپنی پرانی رسم کے مطابق جنگ وجدال کو حرام جانتے تھے ۔

ان ایام میں پیغمبرؐ ان لوگوں سے جو اطراف مکّہ سے حج وعمرہ ادا کرنے کے لئے آیا کرتے تھے گفتگو فرماتے تھے ان کے سامنے قرآن کی تلاوت کرتے اور انہیں خداوند عالم کی پرستش اور روز آخرت (قیامت) پر ایمان لانے کی دعوت دیتے ۔

لیکن مشرکین ہر وقت آپ کی تبلیغ کے کام میں مداخلت کرتے اور لوگوں کو آپ کے اردگرد سے دور کر دیا کرتے تھے آپ کی باتوں کو قصّہ کہانی قرار دیتے اور لوگوں سے کہتے تھے کہ محمدؐ (معاذاللہ) جھوٹ بولتا ہے آخرت (قیامت) کچھ بھی نہیں ہے ۔

قرآن کریم، پیغمبرؐ سے مشرکین کے سلوک اور اس کی سزا اور عاقبت کے متعلق یوں بیان کرتا ہے

یہ مشرکین کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ کی باتیں پہلے زمانے کے قصے اور افسانے ہیں لوگوں کو ان کی باتوں کو سننے سے

روکتے ہیں اور ان سے لوگوں کو دور کر دیتے ہیں ایسے
لوگ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں اور نہیں
سمجھتے (اے رسولؐ) اگر تم انہیں دیکھتے (تو تعجب
کرتے) جب وہ جہنم کے کنارے کھڑے ہوں گے اور
کہیں گے کاش ہم دنیا میں لوٹائے جاتے اور ہم اللہ کی
آیات کو نہ جھٹلاتے اور مومنین کے گروہ میں داخل ہو جاتے
اپنی جن برائیوں کو چھپاتے تھے وہ ان کے سامنے ظاہر
ہو جائیں گی اور اگر یہ دنیا میں دوبارہ لوٹائے جائیں پھر
بھی انہیں برے کاموں میں مشغول ہو جائیں گے کیونکہ
یہ جھوٹ بولتے ہیں مشرکین کہتے ہیں کہ اس دنیا کی زندگی کے
علاوہ کوئی اور دنیا نہیں ہے اور آخرت آنے والی
نہیں ہے اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے (اے
رسولؐ) اگر تم انہیں دیکھو (تو تعجب کروگے) جب یہ لوگ
خداوند عالم کے سامنے کھڑے ہوں گے اور ان سے سوال
کیا جائے گا کہ کیا اب بھی آخرت حق نہیں ہے؟ اس
وقت جواب دیں گے۔ کیوں نہیں پروردگار کی قسم
یہ مکمل حق ہے ان سے کہا جائے گا کہ بس اب آخرت کی
سزا کا مزا چکھو جو کفر و انکار کی سزا ہے۔"

شعب کے محصورین ان مہینوں میں ہزار زحمت اور ارتباط کے
ساتھ اپنے لئے غذا کی قلیل سی مقدار حاصل کرپاتے تھے اور پیغمبرؐ خدا اس

مختصر سے وقت میں اسی طرح لوگوں سے خطاب فرماتے تھے۔

ایام حرام اسی طرح تیزی سے گزر جاتے تھے شعب کے رہنے والے مجبور ہوتے تھے کہ پیغمبرؐ کی حفاظت کی غرض سے پھر اس شدید گرم درّے میں لوٹ جائیں اور وہیں پناہ لیں ان تمام مصائب پر یہ لوگ، رسول اور حق کے دفاع کی خاطر صبر کرتے تھے اور اس کی حفاظت کرتے تھے۔

آیت قرآن

"اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ"

سورہ بقرہ ۲/آیت ۲۱۸

بہ تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی ہے اور راہ خدا میں جہاد کیا ہے وہ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ بخشنے والا اور رحیم ہے۔

سوچیئے اور جواب دیجئے

(۱) ——— مستکبرین اسلام کی ترقی سے کیوں ڈرتے تھے؟ اور اسلام

کی دعوت کے پھیلاؤ کو روکنے کے لئے کیا کرتے تھے؟

(۲) مسلمانوں کے ایک گروہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کیوں کی یہ اسلام کے فروغ، اس کی تبلیغ اور اس کی وسعت کے لئے کیا اقدام کرتے تھے؟ اور اسلام کی پیش رفت کے لئے کس چیز سے استفادہ کرتے تھے؟

(۳) کیا ان لوگوں کو پہچانتے ہیں کہ جنہوں نے انقلاب اسلامی کے پھیلاؤ کے لئے ہجرت کی تھی، ان کی ہجرت کے سبب کو بیان کیجئے؟ اور ان کی خدمات کو بیان کیجئے؟

(۴) جب مشرکین نے اسلام کی وسعت سے خطرہ محسوس کیا تو اسکے تدارک کیلئے کیا سوچا؟ اور انہوں نے کیا ارادہ کیا؟

(۵) جب ابوطالبؑ کو مشرکین کے ارادے کی اطلاع ملی تو انہوں نے کیا کیا؟ اور اپنے رشتہ داروں سے کیا کہا؟

(۶) مشرکین کا دوسرا ارادہ کیا تھا اور اس ظالمانہ معاہدہ کا مضمون کیا تھا؟

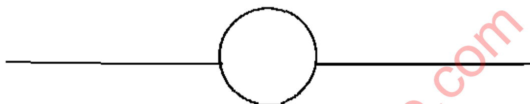
(۷) اقتصادی بائیکاٹ کے بعد پیغمبرؐ اور ان کے رشتہ داروں کی شعب ابی طالب میں کیا حالت تھی؟

(۸) کس وقت پیغمبرؐ اور ان کے رشتہ دار شعب ابی طالب سے باہر نکل سکتے تھے؟

(۹) قرآن مجید مشرکین کی رسولؐ خدا کے ساتھ گفتگو کے بارے میں کیا فرماتا ہے؟

(۱۰) ——— کفار مشرکین آخرت میں کیا آرزو کریں گے؟ کیا ان کی آرزو پوری ہوگی؟

(۱۱) ——— مشرکین کا آخرت کے بارے میں کیا عقیدہ ہے؟ خدا قیامت کے دن ان سے کیا کہے گا؟ اور یہ کیا جواب دیں گے؟ اور کیا جواب سنیں گے؟



استقامت اور کامیابی

پیغمبر اسلامؐ اور ان کے وفادار ساتھیوں نے شعب ابی طالبؑ میں تین سال بہت سختیاں اور تکلیفیں اٹھائیں یہ انتہائی سخت اور صبر آزما عرصہ تھا۔ ان کو حجاز کی گرمی اور چلچلاتی ہوئی دھوپ اور رات کو دشمن کے اچانک حملہ کا خوف بچوں کے دلوں کو لرزاتی تھی۔ پانی اور غذا کی قلت اور بھوک پیاس کی تکلیفیں جان لیوا تھیں، بچے بھوک پیاس کی شدت سے تنگ آکر نالہ و فریاد کرتے اور اپنے ماں باپ سے خوراک طلب کرتے تھے۔

گو ان تمام مصائب کا برداشت کرنا مشکل و دشوار تھا لیکن ان غیور اور بہادر جاں نثاروں نے تمام مصائب کو برداشت کیا اور تیار نہ ہوئے کہ اپنی انسانی شرافت اور عزت سے دستبردار ہو جائیں اور رسولؐ خدا کے دفاع سے ہاتھ اٹھائیں۔ انہوں نے اتنے صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا کہ پیغمبرؐ

سے دشمن ظلم کرتے کرتے تھک گئے بچوں کی آہ وبکا اوران کی فریاد وفغاں نے
ان میں سے بعض کے دل پرآہستہ آہستہ اثر کرنا شروع کردیا اور وہ اس برے
طرز عمل پر پشیمان ہونے لگے۔

کبھی وہ ایک دوسرے سے پوچھتے کیا ہم انسان نہیں ہیں۔؟
کیا ہم میں صلہ رحمی اور مروت وہمدردی کی ایک رمق بھی باقی نہیں رہی ؟
ہم نے کیوں اس ظالمانہ معاہدہ پر دستخط کئے ؟
ہمارے اہل وعیال تو بڑے آرام سے گھروں میں سو رہے ہیں
لیکن بنی ہاشم کے بچے بھوک وپیاس سے آہ وبکا کررہے ہیں اور انہیں
آرام وسکون سے سونا تک نصیب نہیں۔
اس اقتصادی بائیکاٹ کا کیا فائدہ ؟
کیا یہ اقتصادی بائیکاٹ اور دباؤ ان بہادر جانبازوں کو سرِ تسلیم خم کرنے
پرآمادہ کر سکے گا ؟ ہرگز نہیں! بلکہ اگر وہ تمام کے تمام بھوک کی شدت کے سبب
موت کے نزدیک بھی پہنچ جائیں تب بھی نہیں جھکیں گے
مشرکین کا ایک گروہ جو نادم ہو چکا تھا کسی مناسب موقع کی تلاش میں
تھا تاکہ اس ظالمانہ معاہدے کو ختم کر سکے اور حضرت محمدؐ اور ان کے اصحاب
کو اقتصادی محاصرے سے نجات دلا سکے۔
لیکن قریش کے سردار اب بھی مصر تھے کہ دباؤ اور بائیکاٹ کو
جاری رکھا جائے۔

ابو طالبؑ مشرکین کے مجمع میں

رسول اکرمؐ نے حضرت ابو طالبؑ سے کوئی بات کہی اور خواہش ظاہر کی کہ اس کو مشرکین تک پہنچا دیں۔ حضرت ابو طالبؑ اپنے چند عزیزوں کے ساتھ مسجد الحرام کی طرف روانہ ہوئے اور سیدھے مجلس قریش میں آگئے قریش کے سردار حضرت ابو طالبؑ کو وہاں آتا دیکھ کر حیران ہوئے اور سوچنے لگے کہ شاید ابو طالبؑ اقتصادی بائیکاٹ اور اس کی سختیوں سے تنگ آگئے ہیں اور اس لئے آئے ہیں کہ محمدؐ کو ہمارے حوالے کردیں۔

سب کے سب بہت خوش ہوئے اور ابو طالبؑ کو نہایت احترام سے صدر مجلس میں بٹھایا اور خوش آمدید کہا پھر کہنے لگے!

اے ابو طالبؑ! تم ہمارے قبیلے کے سردار تھے اور ہو، ہم نہیں چاہتے تھے کہ تمہاری تھوڑی سی بھی بے حرمتی ہو لیکن افسوس تمہارے بھتیجے کے رویے نے اس قسم کا ماحول پیدا کردیا۔ کیا تم کو یاد ہے کہ ہم محمدؐ کے سامنے درگزر کرنے اور صلح کرنے پر آمادہ تھے اور اس نے ہمیں کیا جواب دیا تھا؟ تم سے ہم نے خواہش کی تھی کہ محمدؐ کی حمایت سے دستبردار ہوجاؤ تاکہ ہم محمدؐ کو قتل کرسکیں لیکن تم نے اسے قبول نہ کیا اور اپنے رشتہ داروں اور قبیلے کو اپنی مدد کیلئے بلایا اور محمدؐ کی حفاظت اور نگرانی کرنا شروع کردی۔ کیا قطع رابطہ اور

اقتصادی بائیکاٹ کے علاوہ ہمارے پاس اور کوئی
صورت باقی رہی تھی؟ ہمیں یہ علم ہے کہ یہ مدت تم پر
اور تمہارے اہل و عیال پر بہت سخت گزری اور تمہیں
سخت دشواری کا سامنا کرنا پڑا لیکن اب ہم خوش ہیں
کہ تم اب ہمارے پاس آ گئے ہو اگر تم اس سے پہلے آجاتے
تو تمھیں اور تمہارے اہل و عیال اور رشتہ داروں کو یہ
تکالیف اور مصائب نہ دیکھنے پڑتے،

جناب ابوطالبؑ اس وقت تک خاموش تھے اور حاضرین
کا گہری نظر سے جائزہ لے رہے تھے آپؑ نے فرمایا:

کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اقتصادی بائیکاٹ کی سختی اور دباؤ
سے تنگ آ گیا ہوں؟ کیا تم یہ سمجھ رہے ہو کہ میں اپنے
مقصد تک پہنچنے کے راستے پر چلنے سے تھک گیا
ہوں اور اب مجھے دشواریاں برداشت کرنا مشکل ہو
گیا ہے؟ اطمینان رکھو کہ معاملہ ایسا نہیں ہے اور جب
تک میں زندہ ہوں محمدؐ اور ان کی روش کی حمایت کرتا
رہوں گا ان کے عظیم ہدف کے حصول کے لئے سعی
و کوشش سے کبھی نہ تھکوں گا میں اور میرے جوان
ایک مضبوط پہاڑ کی مانند ان تمام مشکلات کے سامنے
ڈٹے رہیں گے اور جان لو کہ ہم یقیناً کامیاب ہوں
گے کیونکہ صبر و استقامت کا نتیجہ کامیابی ہوا کرتا ہے

میں نے محمدؐ کی حمایت سے ہاتھ نہیں کھینچا اور نہ اس لئے تمہارے پاس آیا ہوں کہ محمدؐ کو تمہارے سپرد کر دوں بلکہ میں محمدؐ کا ایک پیغام تمہارے لئے لے کر آیا ہوں ۔

پیغمبر خداؐ کا پیغام

یہ پیغام تمہارے عہدنامہ سے متعلق ہے تم پہلے عہدنامہ والے صندوق کو لاؤ اور اس مجمع کے سامنے رکھو تاکہ میں محمدؐ کا پیغام تم تک پہنچاؤں ۔

وہ صندوق لے آئے ۔

جناب ابوطالبؑ نے گفتگو جاری رکھا اور فرمایا کہ :

جو فرشتہ اللہ تعالیٰ کا پیغام محمدؐ کے پاس لے کر آیا کرتا ہے اب اس نے یہ پیغام دیا ہے کہ تمہارے عہدنامہ کی تحریر کو دیمک چاٹ گئی ہے اب صرف اس کا تھوڑا حصہ باقی رہ گیا ہے صندوق کھولو اور عہدنامہ کو دیکھو اگر ان کا پیغام صحیح ہوگا تو ثابت ہو جائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبرؐ بنا کر بھیجے گئے ہیں اور محمدؐ خدا کی طرف (جو تمام چیزوں کا علم رکھتا ہے) پیغام حاصل کرتے ہیں اور واقعاً وحی کا فرشتہ ان کے لئے خبر لاتا ہے صندوق کھولو اور محمدؐ کی بات کی صداقت کو دیکھو اگر محمدؐ کی بات

صبح ہوئی تو تم اپنی سرکشی اور ظلم وستم سے باز آجاؤ اور ان کی نبوت وخدا کی وحدانیت پر ایمان لے آؤ تاکہ دنیا وآخرت میں فلاح پاؤ اور اگر ان کی بات صحیح نہ ہوئی تو میں بغیر کسی قید وشرط کے محمدؐ کو تمہارے سپرد کر دوں گا، تاکہ جس طرح چاہو ان سے سلوک کرو!"

بعض افراد نے کہا: یہ کیسے ممکن ہے کہ محمدؐ نے صندوق کے اندر دیکھ لیا ہو، یقیناً یہ بات غلط ہے۔ جلدی سے مہر توڑو اور اسے کھولو تاکہ ان کے دعوے کا غلط ہونا سب پر ظاہر ہو جائے انہوں نے صندوق کھولا اور عہدنامہ کو باہر نکالا بڑے تعجب سے دیکھا کہ عہدنامہ کی تحریر کو دیمک چاٹ چکی ہے اور صرف تھوڑا سا حصہ باقی رہ گیا ہے۔

جناب ابو طالبؑ بہت خوش نظر آرہے تھے آپ نے ان لوگوں سے کہا:

اب جبکہ تم نے محمدؐ کی صداقت کو جان لیا تو ان کی دشمنی اور سرکشی سے باز آجاؤ اور اللہ کی وحدانیت رسولؐ کی پیغمبری اور روز جزا کی حقانیت پر ایمان لے آؤ تاکہ دنیا وآخرت کی فلاح پاؤ۔

بعض افراد بہت غصے میں آگئے اور ایک گروہ سوچ وبچار میں غرق ہو گیا اسی وقت کچھ لوگ اٹھے اور کہا:

تم پہلے دن سے ہی اس عہدنامہ کے مخالف تھے!

انہوں نے عہدنامہ کا باقی حصہ جو دیمک کے کھانے سے بچ گیا تھا

قریش کے ہاتھ سے لے لیا اور وہیں پھاڑ دیا اور فوراً جناب ابوطالبؑ کے ساتھ شعب کی طرف روانہ ہو گئے۔
اور یوں رسول خداؐ کی زندگی میں دعوت اسلام کے لئے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔

آیت قرآن

"اِنَّہٗ مَنْ یَّتَّقِ وَیَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰہَ لَایُضِیْعُ اَجْرَالْمُحْسِنِیْنَ۔"

جو شخص تقویٰ اختیار کرے اور صبر کرے تو اللہ تعالیٰ نیکیوں کے اجر کو ہرگز ضائع نہیں کرتا۔" سورہ یوسف آیت ۹۰"

سوچیئے اور جواب دیجیئے

(۱) پیغمبر اسلامؐ اور آپ کے اعزاء واقارب کتنی مدت شعب میں محصور رہے؟ یہ مدت ان پر کیسی گزری ان تمام سختیوں کو وہ کس مقصد اور غرض کے لئے برداشت کرتے رہے؟

(۲) قریش کے سرداروں نے جناب ابوطالبؑ کو دیکھ

کر کیا سوچا؟ انہوں نے کس لئے صدر مجلس میں جگہ دی ــــــ؟

(۳) ــــــ جناب ابوطالبؑ نے جوانوں کے صبر و استقامت کی کس طرح تعریف کی؟

(۴) ــــــ مشرکین نے پیغام کے سننے اور صندوق کے کھولنے سے پہلے کیا سوچا تھا؟

(۵) ــــــ ابوطالبؑ کی ملاقات اور پیغام کا کیا نتیجہ نکلا ــــــ؟

انسانوں کی نجات کیلئے کوشش

بعثت کے دسویں سال اقتصادی بائیکاٹ ختم ہوگیا پیغمبر ص خدا اور آپ کے باوفا ساتھی تین سال تک صبر واستقامت سے صعوبتوں کو برداشت کرنے کے بعد شعب کے قیدخانہ سے آزاد ہوئے اور اپنے گھروں کی طرف گئے۔ خداوند متعال نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ خدا کی راہ میں سعی وکوشش کریں اور صبر واستقامت کا مظاہر کریں تو خدا ان کی مدد کرے گا اور خدا نے اپنا کیا ہوا وعدہ پورا کیا۔

حضرت ابوطالبؑ کہ جنہوں نے رسول خداؐ کی حفاظت کی ذمہ داری کو قبول کیا تھا، کفار کی طاقت اور کثرت سے نہ گھبرائے اور آپ نے پوری قوت کے ساتھ رسولؐ خدا کا دفاع کیا۔

آخرکار خدا کی نصرت آپہنچی اور انہیں اس جہاد میں کامیابی نصیب

ہوئی اور ان کے احترام، سماجی مرتبے اور عظمت میں اضافہ ہوگیا بنی ہاشم اپنی اس کامیابی پر بہت خوش ہوئے اور تمام تکالیف اور سختیوں کے بعد دوبارہ اپنی زندگی کا آغاز کیا۔

بت پرست اور قریش کے سردار اپنی شکست پر بہت پیچ و تاب کھا رہے تھے لیکن ان حالات میں بے بس تھے لہٰذا کسی مناسب موقع کا انتظار کرنے لگے ان حالات میں پیغمبر اسلامؐ کو تبلیغ دین کا نہایت نادر موقع ہاتھ آیا وہ بہت خوش تھے کہ اس طرح اپنے چچا کے سماجی رتبہ اور حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نہایت آزادی سے اپنے الٰہی پیام کو پہنچانے میں کامیابی حاصل کرسکتے ہیں اس لئے آپؐ بہت زیادہ لگن سے تبلیغ میں مشغول ہوگئے۔

آپؐ نے لوگوں سے کہا!

اے لوگو!

وہ کون ہے جو زمین و آسمان سے تمہارے لئے روزی پہنچاتا ہے؟ کون ہے جس نے تمھیں آنکھ اور کان عنایت فرمائے؟ کون ہے جس کے ارادے سے جہان خلق ہوا اور اس کا نظام چل رہا ہے؟

لوگو! تمہارے اس جہان کا پیدا کرنے والا خدا ہے وہی تمہاری اور اس جہان کی پرورش کرتا ہے اور روزی دیتا ہے وہ تمہارا حقیقی پروردگار ہے پس کیوں اس کا شریک قرار دیتے ہو اور اس کے علاوہ کسی اور کی

اطاعت کرتے ہو؟ صرف خدا کی پرستش کرو اور
صرف اسی کی اطاعت کرو کہ یہی صحیح راستہ ہے اور
حق کا ایک ہی راستہ ہے اور اس کے سوا سب
گمراہی ہے۔ پس جان لو کہ کس طرف جا رہے ہو؟
اے لوگو!
جو لوگ نیکی اور حق کا راستہ اختیار کرتے ہیں خدا
انہیں بہترین جزا عنایت فرماتا ہے اور زیادہ اور
بہتر بھی دیتا ہے نیکوں کے چہرے پر کبھی ذلت
وخواری کی گرد نہیں بیٹھتی، ایسے لوگ جنتی ہیں
اور ہمیشہ اس میں رہیں گے لیکن وہ لوگ جو برائی
اور گناہ کا راستہ اختیار کرتے ہیں انہیں سخت
سزا دی جائے گی"

لیکن افسوس کہ یہ حالات اور آزادانہ تبلیغ و گفتگو کا سلسلہ زیادہ مدت تک برقرار نہ رہ سکا۔ ابھی اقتصادی بائیکاٹ کو ختم ہوئے نو ماہ بھی نہ گزرے تھے کہ حضرت محمدؐ کے چچا حضرت ابوطالبؑ وفات پا گئے اور یوں رسول خداؐ اپنے بہت بڑے مددگار، مہربان و ہمدرد اور جاں نثار سے محروم ہو گئے۔

مشرکین اس بات سے خوش ہوئے اور پھر مخالفتوں کا سلسلہ شروع کر دیا ابھی زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ حضرت محمدؐ کی زوجہ محترمہ جناب خدیجہ کہ جنہوں نے صداقت و وفاداری کے ساتھ حضرت محمدؐ کے ساتھ

ایک طویل عرصہ گزارا تھا اور جو کچھ بھی ان کے پاس تھا اسے تبلیغ دین اور اسلام کی مدد پر خرچ کر دیا تھا وفات پا گئیں۔

اس حساس موقع پر ان دو حادثات کا واقع ہونا پیغمبر خداؐ کے لیئے انتہائی تکلیف دہ اور رنج و غم کا باعث تھا آپ نے اس سال کا نام غم واندوہ کا سال یعنی عام الحزن رکھا۔

حضرت ابوطالبؑ کی وفات کے بعد بنی ہاشم نااتفاقی کا شکار ہو گئے، اپنے اتحاد کی طاقت کو ہاتھوں سے کھو بیٹھے اور اس کے بعد وہ پہلے کی طرح رسول خداؐ کی حمایت نہ کر سکے۔

کفار و مشرکین نے جو ایسے ہی کسی موقع کی تلاش میں تھے رسول خداؐ کو تکلیف اور ایذا پہنچانے کا سلسلہ پھر شروع کر دیا اور آپ کے کاموں میں مداخلت کرنے لگے۔

کوچہ و بازار میں پیغمبر اسلامؐ کا مذاق اڑاتے اور آپؐ کو آزادانہ طور پر قرآن کی آیات کو لوگوں کے سامنے پڑھنے نہ دیتے اور نہ ہی لوگوں سے بات چیت کرنے دیتے اور آپ کو ڈراتے دھمکاتے۔

آخر کار نوبت یہاں تک آپہنچی کہ کبھی کبھار آپ کے سر مبارک پر کوڑا کرکٹ ڈال دیتے اور آپ خاک آلودہ ہو کر گھر واپس آتے آپ کی کم عمر صاحبزادی جناب فاطمہؑ آپؐ کے استقبال کے لیئے آگے بڑھتیں۔ آپؐ کو اس حال میں دیکھ کر ان کا دل دکھتا اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے آپ کے سر منہ کو صاف کرتیں اور بے اختیار رو پڑتیں لیکن رسول خداؐ فاطمہؑ سے نہایت شفقت کے ساتھ

فرماتے ،

میری پیاری بیٹی ! پریشان نہ ہو، خدا کی راہ میں ان
مصائب کا برداشت کرنا بہت آسان ہے "

اس طرح جناب ابوطالبؑ اور حضرت خدیجہ کی وفات
سے پیغمبر اسلامؐ کی اندرونی اور بیرونی زندگی تہ و بالا ہو کر رہ گئی کیوں کہ آپ
اپنے سب سے بڑے حامی و مددگار اور جانباز سے جو قریش کے
قبیلے کا سردار تھا محروم ہو گئے اس لئے آپ کو اس معاشرے اور اجتماع
میں آزادی اور سکون حاصل نہ رہا ہر وقت آپ کی جان خطرے میں رہتی تھی
آپ کا گھر بھی ایک جاں نثار و وفا شعار، دوست و مددگار اور غمگسار بیوی سے
خالی ہو چکا تھا جب آپ ان مصائب اور تکالیف کو جو باہر دی جاتی تھیں برداشت
کرتے ہوئے گھر واپس لوٹتے تو اپنی بیوی اور ہمسفر کا کشادہ اور مسکراتا چہرہ نہ
دیکھ پاتے بلکہ چھوٹی سی بچّی کے روتے ہوئے چہرے پر نگاہ پڑتی، وہ آپ
کے استقبال کے لئے آتی اور اپنی والدہ کو پوچھتی اور سوال کرتی "

بابا ! اماں کہاں ہیں ؟

رسول خداؐ اپنی بیٹی کا چہرہ چومتے اسے پیار کرتے اور اس کے
رخساروں پر بہتے ہوئے آنسوؤں کے قطروں کو صاف کرتے اور فرماتے ؛

بیٹی رؤو مت، تمہاری ماں بہشت میں گئی ہیں اور وہاں
جنّت کے پاک فرشتے ان کی مہمان نوازی کر رہے ہیں

اس قسم کے حالات میں پیغمبر اسلامؐ نے کس طرح اپنی رسالت کے
کام کو انجام دیا ؟ آیا ممکن تھا کہ حضرت ابوطالبؑ جیسا کوئی اور شخص تلاش

کریں کہ جوان کی تبلیغ اور دعوت کی حمایت کرے؟

کیا اس قسم کے حامی اور مددگار کے بغیر اپنی دعوت اور لوگوں کی ہدایت کا اہم فریضہ انجام دے سکتے تھے؟

طائف کا سفر

جب پیغمبر اسلامؐ پر وہ وقت آیا کہ آپ مکہ کے لوگوں کی حمایت اور ان کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو آپؐ نے ارادہ کیا کہ طائف[1] کا سفر کریں اور وہاں کے لوگوں کو دین اسلام کی دعوت دیں اس امید کے ساتھ کہ وہ اسلام کو قبول کریں گے اور قریش کے سرداروں کے مقابلہ میں ان کی حمایت کریں گے۔

پیغمبر خداؐ نے اپنی بیٹی فاطمہؑ کو اپنے عزیزوں میں سے ایک کے سپرد کیا اور تھوڑی سی خوراک اور پانی لے کر خفیہ طور پر مکہ سے باہر نکلے اور بندگان خدا کو ظلم و ستم، شرک و پلیدی اور گناہ سے نجات دلانے اور انہیں اللہ کی اطاعت اور بندگی کی طرف دعوت دینے کی غرض سے طائف کا رخ کیا

مکہ اور طائف کا درمیانی راستہ نہایت دشوار گزار اور کٹھن

---

[1] طائف ایک ٹھنڈا شہر ہے جو مکہ سے بارہ فرسخ کے فاصلہ پر واقع ہے اور ثقیف قبیلہ جو قریش کا سب سے بڑا قبیلہ تھا وہاں سکونت پذیر رہا ہے

تھا آپ خستہ حال لیکن ایمان کامل اور بھرپور امید کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے وہاں آپ بالکل اجنبی اور ناآشنا تھے۔

اگرچہ طائف کے اکثر لوگوں نے آپ کا نام اور آپ کے دین کے متعلق تھوڑا بہت سن رکھا تھا لیکن لوگوں نے آپ کو نزدیک سے نہیں دیکھا تھا اور وہ آپ کو نہیں پہچانتے تھے۔

آپ شہر میں داخل ہوئے اور گلی کوچوں کا رخ کیا کہ شاید کوئی شناسا مل جائے لیکن آپ کو کوئی شناسا نظر نہیں آیا کہ جو شہر کے رؤسا اور بزرگوں کے گھروں تک رہنمائی کرے اور آپ سے آپ کی آمد کے متعلق دریافت کرے کہ آپ اس شہر میں کیوں تشریف لائے ہیں۔؟

آخر کار کوئی صورت آشنا نہ پا کر رسولؐ خدا نے خود اپنی پہچان کروائی اور اپنے سفر کے مقصد کو بیان کیا:

میں محمد بن عبداللہ، اللہ کا رسولؐ ہوں، میں اللہ کی طرف سے تمہاری ہدایت و نجات کا پیغام لایا ہوں تم لوگ شرک و بت پرستی اور ظلم و ستم سے ہاتھ اٹھا لو اور خدا کی اطاعت کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور میری پیروی کرو تاکہ میں تمہیں دنیا و آخرت کی پاکیزہ زندگی اور دائمی و نیک زندگی کی طرف راہنمائی کروں میں تمہیں قیامت کے دن حاضر ہونے سے ڈراتا ہوں اور آخرت کے عذاب سے خوف دلاتا ہوں ڈرو اس وقت سے جب کام تمام ہو جائے اور تم کافر و مشرک

دنیا سے چلے جاؤ کہ پھر قیامت کے دن حسرت و
عذاب میں گرفتار ہو گے میری دعوت کو قبول کر لو!
تاکہ دنیا و آخرت میں فلاح پاؤ میری اور میری آسمانی
دعوت کی حمایت کرو تاکہ میں تمام لوگوں کو دین اسلام
کی طرف بلا سکوں۔

لیکن قبیلۂ ثقیف کے سرداروں کے دل ظلم و ستم کی وجہ سے سخت اور تاریک ہو چکے تھے انہوں نے آپ کی آسمانی ندا کو قبول نہ کیا بلکہ آپؐ کے ساتھ بے جا اور ناروا سلوک کیا۔ رسول خداؐ بہت زیادہ ملول ہوئے کہ یہ لوگ کیوں اپنی گمراہی پر اصرار کر رہے ہیں؟ کیوں بتوں کی عبادت کرتے ہیں؟ کیوں ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ سنتی ہیں اور نہ دیکھتی ہیں اور نہ ہی وہ ان کو کچھ دے سکتی ہیں؟

کیوں لوگ میرے نور پیغمبری کی جو اللہ نے مجھے عنایت کیا ہے پیروی نہیں کرتے؟ کیوں خدا کی وحدانیت کا اقرار نہیں کرتے؟

کیوں اپنی برائیوں اور ظلم پر باقی رہنا چاہتے ہیں؟

کیوں یہ لوگ اپنے ان برے اعمال سے دنیا و آخرت کی ذلت و خواری میں اپنے آپ کو گرفتار کرنا چاہتے ہیں؟ ۔۔۔؟

رسول خداؐ افسردہ اور بے قرار ہو گئے اور مجبور ہو کر ان کے گھر سے باہر نکل آئے اور دوسرے لوگوں کو دعوت دینا شروع کر دی۔ تقریباً ایک مہینہ تک آپؐ نے اس شہر میں قیام کیا اور لوگوں سے کوچہ و بازار سے گزرتے تھے گفتگو کی اور آخرت کی دنیا ——— میں انسانی اعمال کی

قدر و قیمت اور زندگی کی غرض و غایت اور صحیح راہ و رسم کے بارے میں لوگوں کو بتایا اور انہیں خدا پرستی اور خدا دوستی اور اللہ کی اطاعت کی طرف دعوت دی اور آخرت کے عذاب سے ڈرایا۔ لیکن آپؐ کے وعظ و نصیحت اور تبلیغ نے ان کے تاریک دلوں پر کوئی زیادہ اثر نہ کیا گو کہ ان میں سے بعض کے دلوں میں کہ جو بہت زیادہ آلودہ نہیں ہوئے تھے ایک نور سا چمک اٹھا تھا اور آہستہ آہستہ تاریکی اور برائی چھٹتی چلی گئی۔

لیکن مستکبرین اور سردار کہ جو اپنی قدرت اور منافع کو خطرے میں دیکھ رہے تھے انہوں نے تدریجاً خطرے کا احساس کر لیا اور بعض نادان اور کمینے انسانوں کو ابھارا کہ وہ جناب رسول خداؐ کی راہ میں زحمتیں اور رکاوٹیں پیدا کریں آپؐ کا مذاق اڑائیں اور آپؐ کی گفتگو کے درمیان شور و غل مچائیں اور انہیں ناسزا کہیں اور پتھر ماریں۔

آخر کار ایک دن جب آپؐ لوگوں کے درمیان تقریر فرما رہے تھے کہ اوباش قسم کے انسانوں اور دھوکہ میں آئے ہوئے نادانوں نے کہ جنہیں مستکبرین نے بھڑکایا تھا آپ کے گرد گھیرا ڈالا اور آپ کو پتھر مارنے شروع کر دئے اور کہنے لگے کہ ہمارے شہر سے نکل جاؤ۔

طائف سے خروج

پیغمبر اسلامؐ نے مجبور ہو کر شہر سے باہر کا رخ کیا۔ بے وقوف اور نادان لوگ اب بھی آپؐ کا پیچھا کر رہے تھے اور پتھر مار رہے تھے آپؐ

کا جسم مبارک بری طرح زخمی ہو چکا تھا اور آپؐ کے پاؤں سے خون بہہ رہا تھا آپؐ تھکے ماندے خون آلود جسم اور غم اندوہ کے ساتھ طائف سے نکل گئے۔

آپؐ ان لوگوں کی ہدایت اور نجات کے لئے تنہا اور اجنبی ہوتے ہوئے اس شہر میں داخل ہوئے تھے جو ظلم کا اسیر تھے اور اب زخمی اور خستہ بدن کے ساتھ اس شہر سے باہر جا رہے تھے بالآخر طائف کے احمق اور کمین لوگوں نے آپؐ پر پتھر برسانا بند کئے اور آپؐ کا پیچھا چھوڑ کر اپنے ظلم اور تاریکی سے مغلوب شہر کی طرف واپس لوٹ گئے۔

پیغمبرؐ جو زخموں سے چور تھے اور تھکن کی وجہ سے مزید چلنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے ایک ایسے درخت کے سایہ میں بیٹھ گئے جس کی شاخیں ایک باغ کی دیوار سے باہر نکلی ہوئی تھیں اور اپنے خدا سے یوں مناجات کرنے لگے

اے پروردگار! میں اپنی کمزوری و ناتوانی اور ناتوان لوگوں کے ظلم و ستم کو تیرے سامنے بیان کرتا ہوں
اے مہربان خدا اور اے مستضعفین کے پروردگار! مجھے کس کے آسرے پر چھوڑا ہے؟ کیا مجھے بیگانوں کے لئے چھوڑ دیا ہے؟ تاکہ وہ اپنے سخت اور کرخت چہرے سے مجھے دیکھیں؟ کیا تجھے پسند ہے کہ دشمن مجھ پر مسلط ہو جائے؟
خدایا! میں ان تمام مصائب کو تیرے لئے اور تیرے بندوں کی خاطر برداشت کر رہا ہوں۔

باغ کا مالک آپؐ کی یہ حالت دور سے دیکھ رہا تھا اس کا دل پیغمبر اسلامؐ کی اس حالت پر دکھا انگور سے بھری ایک ٹوکری غلام کے حوالہ کی جس کا نام "عداس" تھا کہ پیغمبر اسلامؐ کو دے آئے۔ عداس نے ٹوکری کو اٹھایا اور پیغمبر خداؐ کے نزدیک لایا۔ پیغمبرؐ کا تھکا ہوا نورانی چہرہ، زخمی جسم، اور خون میں آلودہ پاؤں اس کے لئے تعجب خیز تھے۔ اس نے انگوروں کی ٹوکری پیغمبرؐ کی خدمت میں پیش کی اور ادب سے بولا:

شوق فرمائیے! ان انگوروں میں سے کھا لیجئے"

اور خود ایک طرف جا کر کھڑا ہو گیا اور حیرت سے اللہ کے پیغمبرؐ کی جانب دیکھنے لگا۔

رسول خداؐ نے کہ جو بھوک و پیاس سے نڈھال تھے ایک خوشہ انگور کا اٹھایا اس کے صاف شفاف دانوں پر نظر ڈالی "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پڑھا اور ایک ایک دانہ منہ میں ڈالنا شروع کر دیا۔

کتنی برمحل اور موقع کی مناسبت سے رسول خداؐ کی مہمانی کی گئی آپؐ کا خشک گلا تر ہو گیا"

عداس جو بڑی توجہ سے رسول خداؐ کی طرف دیکھ رہا تھا جب اس نے۔ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کا کلمہ رسول خداؐ سے سنا تو سخت متعجب ہوا اور پوچھا:

اس کلمہ سے کیا مراد ہے؟ اس کلمہ کو آپ نے کس سے سیکھا ہے؟

رسول خداؐ نے عداس کی صورت کو محبت آمیز نگاہ سے دیکھا اور پھر اس سے پوچھا:

تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ تمہارا کیا دین ہے؟

اس نے جواب دیا۔

نینوا کا رہنے والا ہوں اور مسیحی دین رکھتا ہوں"

اچھا نینوا کے ہو جو اللہ کے نیک بندے یونسؑ کا شہر ہے۔

یونس جو متیٰ کے فرزند ہیں"

عداس کی حیرانی میں اور اضافہ ہوا اور پوچھا کہ:

آپؐ یونسؑ کو کس طرح جانتے ہیں؟ اور ان کے باپ کا نام کس طرح معلوم ہے؟ خدا کی قسم جب میں نینوا سے باہر نکلا تو اس وقت دس لوگ بھی نہیں تھے جو جناب یونسؑ کے باپ کو جانتے ہوں آپؐ ان کو کس طرح پہچانتے ہیں؟ اور کس طرح ان کے باپ کا نام جانتے ہیں؟ اس خطے کے لوگ جاہل ہیں اور آپؐ نے یونسؑ کے باپ کا نام کس سے معلوم کیا ہے۔

رسول خداؐ نے فرمایا:

یونس میرا بھائی اور خدا کا پیغمبرؑ تھا اور میں بھی خدا کا پیغمبر ہوں خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ اپنے تمام کاموں کا آغاز اس کے نام اور اس مقدس کلمہ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" سے کروں جانتے ہو کس لئے؟

عداس کہ جس کا دل روشن اور حق کو قبول کرنے پر راغب تھا بہت خوش ہوا اور پیغمبر خداؐ کی دعوت اور آپؐ کی پیغمبری کے

متعلق بہت سے سوالات کیے پیغمبر اسلامؐ باوجود اسکے کہ بہت تھکے ہوئے تھے اس کے تمام سوالات کا بہت صبر و حوصلہ سے جواب دیتے رہے۔ عداس کی گفتگو پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ کئی گھنٹوں تک جاری رہی اور آخر کار پیغمبر اسلامؐ کی رسالت کی دعوت کی حقیقت اس پر واضح ہوگئی وہ آپؐ پر ایمان لے آیا اور مسلمان ہوگیا۔

پیغمبر اسلامؐ بھی اس کے اسلام لانے سے بہت خوش ہوئے اور اس بات پر اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس سفر میں ایک محروم اور ستم رسیدہ انسان کی ہدایت کی۔

آپؐ نے عداس کو خدا حافظ کہا اور مکہ کی طرف روانہ ہوگئے اس مکہ کی جانب کہ جس کے رہنے والے مشرکین تلواریں نکالے آپؐ کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے راستہ بہت سخت اور دشوار تھا۔ لیکن اللہ کی طرف سے ذمہ داری اور ماموریت اور رسولؐ خدا کا ہدف زیادہ اہم تھا آپؐ نے چلنا شروع کیا آپؐ کے پاک و پاکیزہ خون کے قطرے آپ کے ایمان راسخ اور خدا کے بندوں کی ہدایت کی راہ میں۔ استقامت کو راستے کے سخت پتھروں پر نقش کی صورت میں چھوڑ رہے تھے۔

آیت قرآن

"لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ
عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ

عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ"

سورہ توبہ آیت ۱۲۸ "

تم میں سے رسول ہدایت کے لئے آیا ہے تمہاری پریشانی
اور رنج اس پر سخت ہے وہ تمہاری ہدایت کے لیے
حریص و دلسوز ہے اور مومنین پر مہربان اور رحیم ہے "

سوچئے اور جواب دیجئے

(۱) —— پیغمبر خدا اپنی تبلیغ و گفتگو میں لوگوں کو کن اصولوں کی طرف دعوت دیتے تھے ؟

(۲) —— حضرت ابو طالب کی وفات نے پیغمبر اسلام کی تبلیغ اور دعوت پر کیا اثر ڈالا ؟

(۳) —— پیغمبر نے طائف کا سفر کس غرض سے کیا تھا ؟ کتنی مدت طائف میں رہے اور اس مدت میں آپ کی تبلیغ کا کیا پروگرام تھا ؟

(۴) —— شہر کے بزرگوں اور سرداروں نے کس طرح پیغمبر کی تبلیغ کی مزاحمت کی ؟ اور کیوں ؟

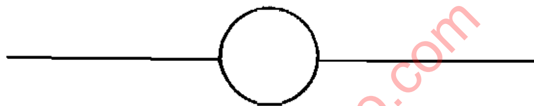
(۵) —— رسول خدا نے طائف کے شہر سے نکلنے کے بعد اللہ سے کیسی مناجات کی اور خدا سے کیا کہا ؟

(۶) —— اس حالت میں کس نے آپ کی مہمان نوازی کی ؟

⑦ —— عداس نے کس چیز کے سبب تعجب کیا؟ اور رسولؐ سے کیا سوال کیا؟

⑧ —— کس چیز کو سن کر عداس کے تعجب میں اضافہ ہوا

⑨ —— عداس کس طرح مسلمان ہوا پیغمبر اسلامؐ عداس کے مسلمان ہونے سے کیوں خوش ہوئے؟



پیغمبر اکرمؐ کی بیعت

حج کے ایام میں بہترین اور مناسب موقع تھا کہ پیغمبر اسلامؐ مشرکین کے کسی دباؤ کے بغیر لوگوں سے گفتگو کر سکیں اور انہیں اسلام کے بارے میں غور و فکر کی دعوت دے سکیں اور اسلام و ایمان کے نور کو لوگوں کے دلوں میں روشن کر سکیں۔

اس مرتبہ پیغمبر اسلامؐ خزرج قبیلہ کے چھ آدمیوں سے گفتگو کر رہے تھے اپنے دل نشین اور آسمانی آہنگ میں لوگوں کے لئے قرآن مجید کی ان آیات کی تلاوت فرما رہے تھے جو خدا پرستی کی تائید اور شرک و بت پرستی کی نفی کے بارے میں تھیں اور بعض آیات عقل و دل کو بیدار کرنے کے بارے میں تھیں۔

ان آیات میں سے چند ایک بطور نمونہ یہاں تحریر کی جاتی ہیں جن

کا تعلق سورۂ نحل سے ہے،،

خدا آسمان سے بارش برساتا ہے اور مردہ کو زندہ
کرتا ہے، البتہ اس میں واضح اور روشن نشانی ہے اس
گروہ کے لئے جو بات سننے کے لئے حاضر ہو تمہیں چوپایوں
کی خلقت سے عبرت حاصل کرنا چاہیئے۔ خون اور گوبر
کے درمیان سے پاکیزہ اور خوش مزہ دودھ تمہیں پلاتے ہیں
کھجور اور انگور کے درخت کے پھلوں کو دیکھو کہ جس
سے شراب بناتے ہو اور اس سے پاک و پاکیزہ روزی
حاصل کرتے ہو اس میں عقلمندوں کے لئے واضح علامت
موجود ہے تیرے خدا نے شہد کی مکھی کو وحی کی ہے کہ وہ
پہاڑوں اور درختوں میں گھر بنائیں اور تمام میوے کھائیں
اور تیرے اللہ کے راستے کو تواضع سے طے کریں اور
دیکھو کہ ہم کس طرح شہد کی مکھی سے اس طرح کا مزیدار شربت
مختلف رنگوں میں باہر لاتے ہیں کہ جس میں لوگوں کے
لئے شفا ہے اور اس میں سوچنے والوں کے لئے واضح
نشانی موجود ہے خدا ہی ہے جس نے تمہیں خلق کیا اور
وہی ہے جو تمہیں موت دے گا تم میں سے کچھ لوگ
ضعیفی اور بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں گے کہ کچھ بھی
نہیں سمجھ پائیں گے البتہ خدا علیم و قدیر ہے ...
پس کیوں غیر خدا کی پرستش کرتے ہیں وہ چیزیں کہ

جن کے ہاتھ میں زمین و آسمان کی روزی نہیں ہے، کچھ نہیں اور نہ ہی ان کے ذمہ کوئی کام ہے ...

قرآن مجید کی آیات کے معنی اور پیغمبرؐ کی حکیمانہ اور دل نشین اور محبت بھری گفتگو نے ان لوگوں پر بہت اچھا اثر کیا اور انہیں اسلام کا گرویدہ بنا دیا اس کے علاوہ انہوں نے یہودیوں سے سن رکھا تھا کہ حضرت موسیٰؑ نے اپنی آسمانی کتاب میں خبر دی ہے کہ ایک پیغمبر مکہ سے اٹھے گا جو خدا پرستی اور توحید پرستی کی ترویج کرے گا۔ غرض پیغمبر خداؐ کی اس تمہیدی گفتگو ان کی روح پرور باتیں سن کر اور ان کا محبت بھرا انداز دیکھ کر ان میں ایک نئی روح پیدا ہوئی اور انہوں نے اسی مجلس میں اسلام قبول کر لیا،

جب وہ لوگ پیغمبرؐ سے جدا ہونے لگے تو کہنے لگے کہ:

ایک طویل عرصہ سے ہمارے اور اس قبیلے کے درمیان جنگ جاری ہے امید ہے کہ خداوند عالم آپؐ کے مذہب اور دین کے وسیلے سے اس جنگ کا خاتمہ کر دے گا اب ہم اپنے شہر یثرب کی طرف لوٹ کر جائیں گے تو آپ کے آسمانی دین اسلام کو لوگوں سے بیان کریں گے۔

یثرب کے لوگوں نے تھوڑا بہت حضرت محمدؐ اور آپ کے دین کے متعلق ادھر ادھر سے سن رکھا تھا لیکن ان چھ افراد کی تبلیغ نے اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے ایک مناسب فضا پیدا کر دی اور اسلام کے لئے حالات سازگار بنا دئے اور یوں کافی تعداد میں لوگ

اسلام کی طرف مائل ہو گئے اور بعضوں نے اسلام قبول بھی کر لیا۔

تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ یثرب کے مشہور افراد میں سے بارہ آدمی مکہ آئے تا کہ اپنے اسلام کو پیغمبرؐ کے سامنے پیش کریں اور اسلام کیلئے اپنی خدمات وقف کر دیں۔

ان افراد کی پیغمبرؐ سے ملاقات اتنی آسان نہ تھی کیونکہ مکہ کی حکومت بت پرستوں اور طاقتوروں کے زور پر چل رہی تھی اور شہر مکہ رعب دبدبہ اور ظلمت و تاریکی کا شہر تھا آخر ان لوگوں سے ملاقات کے لئے ایسی جگہ کا انتخاب کیا گیا جو شہر سے باہر، پہاڑ کے دامن میں اور مشرکوں کی نظروں سے دور تھی یہ ملاقات آدھی رات کو عقبہ نامی جگہ پر رکھی گئی۔

عقبہ کا معاہدہ

آدھی رات کے وقت چاند کی معمولی روشنی میں نہایت خفیہ طور پر سعد ابن زرارہ، عبادہ ابن صامت اور دوسرے دس آدمی پہاڑ کے پیچھے پر پیچ راستے سے گزرتے ہوئے پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھوڑے سے مسلمان بھی مکہ سے پیغمبرؐ کے ساتھ آئے

تمام گفتگو بہت رازداری کے ساتھ اور خفیہ طور پر ہوئی اور سپیدی صبح سے پہلے جلسہ برخاست ہو گیا اور ان تمام کے تمام حضرات نے انتہائی احتیاط کے ساتھ اپنی راہ لی۔ اور خوش بختی سے مکہ کے مشرکوں میں سے کسی کو بھی اس جلسہ کی خبر نہ ہوئی۔

مدینہ میں مسلمانوں نے ان بارہ افراد سے پوچھا کہ رسول خداؐ سے ملاقات کیسی رہی ——— ؟ ان سے کیا کہا اور کیا معاہدہ ہوا ——؟

انہوں نے جواب میں کہا کہ:

ہم نے خدا کے رسولؐ سے معاہدہ کیا ہے کہ خدا کا کوئی شریک قرار نہ دیں گے، چوری نہ کریں گے نہ زنا اور فحشا کا ارتکاب کریں گے، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گے ایک دوسرے پر تہمت نہیں لگائیں گے نیک کاموں میں رسول خداؐ کی مدد کریں گے اور آپ کی نافرمانی نہیں کریں گے۔"

مدینہ میں تبلیغ اسلام

ایک مدت کے بعد انہوں نے پیغمبر اکرمؐ کو خط لکھا کہ ایک ایسا آدمی ہماری طرف روانہ کیجئے جو ہمیں اسلام کی تعلیم دے اور قرآن مجید کے معارف سے آگاہ و آشنا کرے۔

پیغمبرؐ نے ایک جوان مصعب نامی ان کی طرف روانہ کیا مصعب قرآن مجید کو عمدہ طریقہ سے اور خوش الحانی کے ساتھ قرات کیا کرتا تھا اور بہت عمدہ اور دل نشین گفتگو کرتا تھا دن میں مدینہ کے ایک کنویں کے نزدیک درخت کے سائے میں کھڑا ہو جاتا اور بہت اچھی آواز کے ساتھ قرآن پڑھتا، لوگ اس کے ارد گرد حلقہ بنا لیتے اور وہ ٹھہر ٹھہر کر قرآن

کی تلاوت کرتا جب کوئی دل قبول کرنے کے لئے تیار ہو جاتا تو اس سے گفتگو کرتا اور دین اسلام کی اعلیٰ تعلیمات کو اس کے لئے بیان کرتا:

جن حق پرست اور حق کو قبول کرنے والے لوگوں کے دل نرم ہو جاتے تو وہ اس کی باتوں کو توجہ سے سنتے اور اسلام کے گرویدہ ہو کر ایمان لے آتے تھے۔"

اسلام کی طرف اس طرح مائل ہونے کی خبر سن کر مدینہ کے بعض قبائل کے سردار سخت ناراض ہوئے اور ان میں سے ایک مصعب کو مدینہ سے باہر نکالنے کے لئے بڑی تیزی کے ساتھ اس کی طرف بڑھا اور اس کے نزدیک پہنچ کر غصے کے عالم میں اپنی تلوار کو نیام سے باہر کھینچ کر چلایا کہ:

اسلام کی تبلیغ کرنے سے رک جا اور ہمارے شہر سے باہر چلا جا ورنہ .... ؟

مصعب نے اس کے اس سخت لہجہ کے باوجود نہایت نرمی اور محبت سے کہا:

کیا ممکن ہے کہ ہم تھوڑی دیر کے لئے یہیں بیٹھ جائیں اور آپس میں گفتگو کریں؟ میری باتوں کو سنو! اگر وہ غیر معقول اور غلط نظر آئیں تو میں ان کی تبلیغ سے دستبردار ہو جاؤں گا اور اس راستے سے کہ جس سے آیا ہوں واپس چلا جاؤں گا ..."

تم سچ کہہ رہے ہو، مجھے پہلے تمہاری بات کو سننا چاہیئے، تمہاری دعوت کو سننا چاہیے اس کے بعد کوئی

فیصلہ کرنا چاہئے ،،

اس سردار نے اپنی شمشیر کو نیام میں رکھا اور مصعب کے قریب بیٹھ گیا۔ مصعب نے قرآن مجید کی چند منتخب آیات اس کے سامنے تلاوت کیں ،،

اے کاش ! کہ تاریخ نے ہمارے لئے ان آیات کو تحریر کیا ہوتا جو اس حساس لمحہ میں مصعب نے تلاوت کیں۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ قرآن ہمارے سامنے ہے ہم ان آیات کے مانند دوسری آیات کو سمجھنے کی کوشش کریں جو تقریبا وہی معنی رکھتی ہیں جن میں خدا نے مشرکین کو خبردار کیا اور انہیں اسلام کی دعوت دی ہے ،، ——— دیکھیں اور سوچیں ،،

آیا جو خلق کرنے والا ہے خلق نہ کرنے والے کے برابر ہے پس تم کیوں نہیں سوچتے ؟

اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہ کر سکو گے البتہ خدا بخشنے والا اور مہربان ہے اور خدا ان چیزوں کو جنہیں تم چھپاتے ہو اور انہیں جنہیں ظاہر کرتے ہو تمام کا علم رکھتا ہے ،

یہ بت کہ جنہیں خدا کے مقابل پرستش کرتے ہو اور ان سے مانگتے ہو یہ کوئی چیز بھی خلق نہیں کر سکتے بلکہ خود کسی کے بنائے ہوئے ہیں ،،

تمہارا خدا ایک ہے وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل برے اور سرکش و متکبر ہیں ،،

خدا اس سے جو تم چھپ کر انجام دیتے ہو آگاہ ہے اور اس سے کہ جسے علانیہ بجالاتے ہو آگاہ ہے اور خدا متکبرین کو کبھی بھی دوست نہیں رکھتا

قرآن کے نورانی حقائق اور آیات کی جاذبیت و زیبائی اور مصعب کے حوصلے اور اخلاق و استقامت نے اس شخص میں تغیر اور تبدیلی پیدا کردی، اس کی سوئی ہوئی روح کو بیدار کر دیا اور اس کی سرکشی اور تکبر عداوت سرنگوں ہوگئیں اور اسے ایسا سکون و اطمینان حاصل ہوا کہ وہ جاننے اور ماننے کے لئے آمادہ ہوگیا تب اس نے انتہائی تحمل اور بردباری سے کچھ سوالات ادب سے کئے پھر پوچھا:

اسلام کس طرح قبول کیا جاتا ہے؟ اس دین کے قبول کرنے کے آداب و رسوم کیا ہیں؟

مصعب نے جواب دیا:

کوئی مشکل کام نہیں، صرف اللہ کی وحدانیت اور محمدؐ کی رسالت کی گواہی دی جائے، کپڑوں اور جسم کو پانی سے دھو کر پاک کیا جائے اور خدا کے بندوں سے انس و محبت کی راہ کھول دی جائے اور نماز پڑھی جائے۔

عقبہ میں دوسرا معاہدہ

مدینہ کے لوگ دین اسلام کی حقانیت دریافت کر رہے تھے اور ایک کے بعد دوسرا امر الٰہی کو تسلیم کر رہا تھا وہ لوگ بہت ذوق و شوق سے دین اسلام کو قبول کر رہے تھے۔ انتظار کر رہے تھے کہ حج کے دن آپہنچیں اور وہ سفر کریں اور پیغمبرؐ کے دیدار کے لئے جائیں اور اپنی مدد اور خدمت

کرنے کا اعلان کریں،،

آخر کار پانچ سو آدمیوں کا قافلہ مدینہ سے مکّہ کی طرف روانہ ہوا اس قافلہ میں ستر کے قریب مسلمان بھی موجود تھے۔ ان سب کا پروگرام پیغمبر اکرمؐ سے ملاقات کرنے کا بھی تھا وہ چاہتے تھے کہ اس ملاقات میں پیغمبرؐ سے رسمی طور سے بیعت کریں اور آپؐ کی مدد کا اعلان کریں،،

۱۳ ذی الحجہ کی آدھی رات کو منیٰ میں ایک پہاڑی کے دامن میں ملاقات کرنے کا وقت معین کیا گیا،

وہ وقت آپہنچا اور مسلمان چھپ چھپ کر ایک، ایک، دو، دو، کر کے اس عقبہ کی طرف چل دیئے اور وہاں مشرکوں کی سوئی ہوئی آنکھوں سے دور جمع ہو کر پیغمبرؐ کے گرد حلقہ ڈال دیا،

انہوں نے پیغمبرؐ سے خواہش کی کہ آپؐ کچھ خطاب فرمائیں، پیغمبرؐ نے قرآن مجید کی کچھ آیات کا انتخاب کر کے ان کے سامنے تلاوت کی اور اسکی تشریح بیان کی اور فرمایا،، اللہ سے مدد طلب کرو اور صبر واستقامت کو اپنا شیوہ بناؤ اور یہ جان لو کہ نیک انجام متقیوں کے لئے ہوا کرتا ہے اس کے بعد پیغمبرؐ نے اپنی خواہش کا اظہار کیا اور فرمایا:

کیا تم پسند کرتے ہو کہ میں مدینہ کی طرف ہجرت کروں
اور تمہارے ساتھ زندگی بسر کروں ؟،،

سبھی نے پیغمبرؐ کی اس خواہش پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا اور نہایت اشتیاق سے ایک بولا!

خدا کی قسم! میں پوری صداقت کے ساتھ آپؐ سے عہد

کرتا ہوں کہ آپؐ کے دفاع میں اپنی جان کی بازی لگا دوں گا اور جو کچھ زبان سے کہہ رہا ہوں وہی میرے دل میں بھی ہے "

دوسرے نے کہا :

میں آپؐ کی بیعت کرتا ہوں کہ جس طرح اپنے اہل و عیال اور اولاد کی حفاظت کرتا ہوں، آپؐ کی بھی کروں گا :

تیسرے نے کہا :

ہم جنگ اور لڑائی کے فرزند ہیں اور جنگ کے سخت میدان کے لئے تربیت حاصل کی ہے اور جان کی حد تک پیغمبر خداؐ کی خدمت اور دفاع کے لئے حاضر ہیں "

یہ پورا اجتماع، شوق اور محبت سے لبریز تھا اور ان میں سے ہر ایک نے اپنے دل کی بات کہی لیکن وہ بھول چکے تھے وہ مکہ میں اور مشرکوں کی ایک خطرناک حکومت کے درمیان بیٹھے ہوئے ہیں،

پیغمبر اکرمؐ کے چچا نے جو آپؐ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے بہت دھیمی آواز میں جو کہ مشکل سے سنی جا رہی تھی کہا :

مطمئن رہو، آہستہ بولو، کہیں مشرکوں نے ہمارے اوپر کوئی آدمی تعینات نہ کیا ہو ... "

اس کے بعد یہ جلسہ ختم ہوا اور لوگوں نے فرداً فرداً پیغمبرؐ کے ہاتھ پر بیعت کی، عہد کیا اور خدا حافظ کہا :

ابھی دن کی سفیدی بھی نمودار نہیں ہوئی تھی کہ تمام لوگ وہاں سے علیحدہ علیحدہ روانہ ہو گئے "

لیکن افسوس، دوسرے دن معلوم ہوا کہ مکّہ کے مشرکوں کو اس جلسے کی خبر مل چکی ہے اور اہل مدینہ کی پیغمبرؐ سے بیعت اور رات کی گفتگو کا کافی حد تک انہیں علم ہو چکا ہے۔ مشرکین میں اضطراب اور خوف پھیل گیا اور انہوں نے سوچا کہ اگر محمدؐ اور دوسرے مسلمان مکّہ سے مدینہ چلے گئے اور وہاں مضبوط مرکز بنا لیا تو کیا ہوگا؟

لہٰذا وہ سب دارالندوہ میں اکٹھے ہوئے اور بہت زیادہ سختی کرنے کا فیصلہ کیا اور اسلام کی جڑیں کاٹنے اور مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے کسی عمدہ طریقہ کو سوچنے لگے۔

آیت قرآن

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ
اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ
وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ" سورہ احقاف آیت ۱۳"

ابتہ جن لوگوں نے اقرار کیا کہ ہمارا رب خدا ہے اور پھر اس پر محکم رہے تو نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ ہی وہ محزون ہوں گے"

سوچیے اور جواب دیجیے

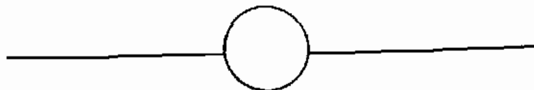
(۱) سورۂ نحل کی جن آیات کا ترجمہ اس سبق میں بیان ہوا ہے ان میں خداوند عالم نے کن چیزوں کو اپنی قدرت کی واضح نشانیاں بتایا ہے؟ اور ان نشانیوں کے ذکر کرنے سے کیا نتیجہ اخذ کیا ہے؟ یہ نشانیاں دین اسلام کے اصولوں میں سے کس اصل کو بیان کرتی ہیں

(۲) قبیلۂ خزرج کے ان چھ آدمیوں نے کہ جنہوں نے پیغمبر اسلامؐ کے سامنے اسلام قبول کیا تھا یہودیوں سے کیا سن رکھا تھا؟ اور یہودیوں کی وہ خبر کس اصول کو بیان کرتی ہے؟

(۳) جب یہ لوگ پیغمبر اسلامؐ سے جدا ہو رہے تھے تو کس مسئلہ کے بارے میں امید کا اظہار کر رہے تھے؟

(۴) پیغمبرؐ نے کس آدمی کو مدینہ کی طرف تبلیغ کے لئے بھیجا؟ اور اس میں کیا خصوصیات موجود تھیں؟ اس کی تبلیغ کا کیا طریقہ تھا؟ اور دین اسلام کو قبول کرنے کے لئے وہ کون سی چیزیں بیان کرتا تھا؟

(۵) دوسرے معاہدہ کا وقت کیا تھا؟ اس میں کتنے افراد نے پیغمبرؐ کا دیدار کیا؟ اور کیا کہا اور کیا سنا؟



مشرکوں کا مکروفریب

جب مشرکوں کو اس خفیہ اجلاس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے مسلمانوں پر آزار و تکلیف پہنچانے میں اضافہ کر دیا مسلمان جو مصائب و مشکلات کی بنا پر بہت زیادہ دباؤ میں تھے انہوں نے پیغمبرؐ سے سوال کیا کہ کیا ان مصائب پر صبر کریں؟ یا کوئی اور راستہ اس کے لئے سوچیں؟

رسولؐ خدا نے انہیں حکم دیا کہ بالکل خفیہ طور پر مشرکوں کی آنکھوں سے چھپ کر مدینہ کی طرف کہ جسے اس زمانے میں یثرب کہا جاتا تھا اور بعد میں اس کا نام پیغمبرؐ اسلام کے احترام میں "مدینۃ الرسول" رکھا گیا ہجرت کر جائیں اور آپؐ نے انہیں خوشخبری دی کہ:

جو لوگ اس رنج و غم اور ظلم پر جو ان پر روا رکھا گیا ہے صبر کر کے ہجرت کر جائیں گے تو خداوند۔

بزرگ ان کے لئے دنیا میں ایک عمدہ اور قیمتی جگہ عطا
کرے گا البتہ ان کا آخرت میں اجر بہت بہتر اور بالا تر ہوگا
یہ عظیم اجر اس شخص کو نصیب ہوگا کہ جو مشکلات میں
صابر اور پائیدار اور استقامت رکھتا ہو اور خداوند عالم
پر توکل کرے البتہ خدا تم پر جو مشکلات میں صبر و حوصلہ
رکھتے ہو اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت اور جہاد کرتے
ہو بہت ہی مہربان اور بخشنے والا ہے "

لیکن ہجرت کس طرح ممکن ہے ؟

اس شہر سے کہ جس میں بہت طویل مدت گزاری ہو اور اس سے
مانوس ہوں کس طرح چلے جائیں ۔؟

کیسے ہو سکتا ہے کہ گھر بار کو چھوڑ کر یک و تنہا ایک ایسے شہر کی طرف
چلے جائیں جو ہمارے لئے بالکل اجنبی ہے ؟

کس طرح چھوٹے بچوں کو اتنے طویل اور سخت سفر میں ہمراہ لے
جایا جائے ۔

اور کس طرح اس شہر میں کہ جس سے واقف نہیں زندگی گزاری
جائے ؟ نہ کسب اور نہ کوئی کام ... نہ کوئی آمدنی اور نہ ہی گھر۔ یہ
یہ تمام مشکلات ان کی آنکھوں میں پھر گئیں ۔ لیکن اللہ کا وعدہ
اور خدا پر توکل اور خدا کے راستے میں صبر ان تمام مشکلات اور سختیوں
کو آسان کر دیتا تھا ۔

لہٰذا خدا کے وعدے پر اعتماد اور خدا کی مدد سے ان فدا کار مسلمانوں

نے مدینہ کی طرف ہجرت کا آغاز کیا"

مشرکوں کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس وقت تک کافی زیادہ مسلمان مدینہ ہجرت کر چکے تھے۔ لہٰذا دوسرے مسلمانوں کی ہجرت کو روکنے کے لئے انہوں نے ان پر سخت کڑی نگرانی شروع کر دی لیکن مسلمان بھی اس سے دست بردار ہونے کو تیار نہ تھے۔ جیسے ہی موقع ملتا مدینہ کی طرف ہجرت کرتے تھے بالخصوص رات کے وقت اور وہ بھی آدھی رات کے وقت جب نگرانی کرنے والے غفلت اور نیند میں ہوتے تھے تو وہ عام راستوں سے ہٹ کر سخت اور دشوار گزار راستہ کے ذریعہ پہاڑوں کے نشیب و فراز عبور کر کے زخمی پیروں اور جھلسے ہوئے چہروں کے ساتھ مدینہ پہنچتے تھے"

اس قسم کی ہجرت اور استقامت وایثار نے کفّار کی وحشت میں اور اضافہ کر دیا وہ ڈرتے تھے کہ مسلمان مدینہ میں ایک مضبوط مرکز بنا کر ان پر حملہ نہ کر دیں۔ لہٰذا فوراً انہوں نے میٹنگ طلب کی تاکہ صلاح و مشورے اور سوچ بچار سے اس خطرے کے تدارک کے لئے کہ جس کا ان کو خیال تک نہ تھا خوب غور و خوض کریں

اس اجلاس میں ایک مشرک نے گفتگو کی ابتدا ان الفاظ سے کی:

"ہم سوچتے تھے کہ محمدؐ کی آواز کو اپنے شہر میں خاموش کر دیں گے لیکن اب خطرہ بہت سخت ہو گیا ہے مدینہ کے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور محمدؐ سے عہد و پیمان باندھ لیا ہے جانتے ہو کیا

ہوا ہے؟ کیا تمہیں معلوم ہے کہ چند روز قبل عقبہ میں ایک اجلاس ہوا ہے؟ کیا جانتے ہو کہ اکثر مسلمان مدینہ کی طرف چلے گئے ہیں اور وہاں کے مسلمانوں سے مل گئے ہیں؟ جانتے ہو کہ اگر محمدؐ مدینہ کو اپنا مرکز بنانے میں کامیاب ہو گئے تو کتنا بڑا خطرہ ہمارے لئے پیدا ہو جائے گا؟ اس سے پہلے کہ حالات ہمارے قابو سے باہر ہو جائیں اس کا علاج سوچا جائے۔ اگر اس خطرے کے تدارک کے لئے جلد ہی کوئی اقدام نہ اٹھایا گیا اور کوئی قطعی فیصلہ نہ کیا گیا تو باقی ماندہ فرصت بھی ہاتھ سے نکل جائے گی اور بہت جلد محمدؐ بھی مدینہ میں اپنے ساتھیوں سے جا ملیں گے۔

جانتے ہو اس کا علاج کیا ہے؟ صرف اور صرف محمدؐ کا قتل۔ اب ہمارے پاس صرف یہی ایک راستہ باقی ہے۔ ایک بہادر آدمی کو اس کام پر مامور کیا جائے کہ وہ چھپ کر محمدؐ کو قتل کر دے اور اگر بنی ہاشم محمدؐ کے خون کا مطالبہ کریں تو خوں بہا ادا کر دیا جائے یہی ایک راہ ہے اطمینان و سکون سے زندگی بسر کرنے کی"

ایک بوڑھا آدمی جو ابھی ابھی اجلاس میں شامل ہوا تھا اس نے کہا:

نہیں یہ طریقہ صحیح نہیں ہے کیونکہ بنی ہاشم یقیناً خونبہا لینے پر راضی نہیں ہوں کے جس طرح بھی ہوگا وہ قاتل کا پتہ لگا کر اسے قتل کردیں گے کس طرح ممکن ہے کہ تم میں سے کوئی اس کام کو رضا کارانہ طور پر انجام دے کیا کوئی تیار ہے؟

کسی نے جواب نہ دیا،

دوسرے نے کہا:

کیسا رہے گا کہ اگر محمدؐ کو پکڑ کر قید کردیں؟ کسی کو ان سے ملنے نہ دیا اس طرح لوگوں سے ان کا رابطہ منقطع ہو جائے گا اور لوگ ان کو اور ان کی دعوت کو بھول جائیں گے"

اس بوڑھے نے کہا:

نہیں: یہ اسکیم بھی قابل عمل نہیں ہے، کیا بنی ہاشم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں گے اور تم آسانی کے ساتھ محمدؐ کو گرفتار کرلو گے۔؟ اور اگر بالفرض ان کو پکڑ بھی لو تو بنی ہاشم تم سے جنگ کریں گے اور انہیں آزاد کرالیں گے"

ایک اور آدمی بولا:

محمدؐ کو اغوا کر کے ایک دور دراز مقام پر چھوڑ آئیں انہیں خفیہ طریقے سے گرفتار کر کے ایک سرکش اونٹ پر بٹھا کر ان کے پاؤں اونٹ کی پیٹھ کے نیچے مضبوطی سے باندھ دیں اور اس اونٹ کو کسی دور دراز مقام پر چھوڑ آئیں تاکہ بیابان کی بھوک و پیاس سے محمدؐ ہلاک ہوجائیں۔ اور اس صورت میں قبائل میں سے انہیں کوئی بچا بھی لے تو وہ مجبوراً اپنی دعوت

سے دستبردار ہو جائیں گے کیونکہ اس حالت میں انہیں کون پہچانے گا اور کون ان کی باتوں اور ان کی دعوت پر کان دھرے گا یہ ایک بہترین طریقہ ہے اے ضعیف مرد!"

وہ بوڑھا تھوڑی دیر خاموش رہا جلسہ میں بیٹھے ہوئے لوگ اسے دیکھ رہے تھے کہ دیکھیں اب وہ کیا کہتا ہے۔ کچھ توقف کے بعد اس نے سکوت کو توڑا اور گفتگو شروع کی:

نہیں ... یہ کام بھی قابل عمل نہیں ہے۔ اول تو یہ کہ تم اتنی آسانی سے محمد کو گرفتار نہ کر سکو گے، دوسرے یہ کہ تم نہیں جانتے کہ اگر انہیں بیابان میں چھوڑ دو اور وہ کسی قبیلے میں چلے جائیں تو پھر کیا ہوگا؟ اپنی عمدہ اور دلنشین گفتگو سے کہ جسے وہ قرآن کہتے ہیں اس قبیلے کے لوگوں کو اپنی طرف بلائیں گے اور یوں تمہارے ساتھ جنگ کرنے اور تم سے اور تمہارے بتوں اور رسم و رواج سے لڑنے اور تمہارا مقابلہ کرنے کے لئے ایک مضبوط مرکز پالیں گے۔"

عجیب بوڑھا ہے؟ جو کچھ کہتے ہیں ان کی مخالفت کرتا ہے؟

اے ضعیف مرد! تم بتاؤ تمہاری تجویز کیا ہے؟

وہ بوڑھا کچھ دیر تک اور خاموش رہا، سب اس کی طرف دیکھ رہے تھے کہ وہ کیا کہتا ہے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد دھیمی آواز میں بولا،

جانتے ہو کہ اس کا قابل عمل علاج کیا ہے؟

علاج یہ ہے کہ ہر ایک قبیلے سے ایک آدمی منتخب کرو اور انہیں اس بات پر مامور کرو کہ وہ سب

مل کر رات کی تاریکی میں محمدؐ پر حملہ کر دیں اور محمدؐ کو
ان کے بستر پر ٹکڑے ٹکڑے کر دیں اس طرح
سے بنی ہاشم بھی قاتل کو نہ پہچان سکیں گے اور
نہ ہی ایک ساتھ سب سے جنگ کر سکیں گے
لہٰذا وہ خون بہا لے کر خاموش اور راضی ہو جائیں گے
اجلاس میں شامل لوگوں نے بحث و گفتگو کے بعد اس طریقۂ
کار کی تائید کی اور اس کو انجام دینے کا ارادہ کر لیا لیکن خداوند عالم کی ذات ان کی
باتوں اور ان کے برے ارادوں سے غافل نہ تھی۔

خداوند عالم فرماتا ہے:
ہرگز گمان مت کرو کہ خدا ظالموں کے کردار سے غافل ہے
نہیں: ان کے اعمال کی تمام تر سزا کو اس دن تک
کہ جس دن سخت عذاب سے آنکھیں بند اور خیرہ ہوں
گی اور گردش کرنے سے رک جائیں گی ٹال دیا ہے
اس دن یہ جلدی (دوڑتے ہوئے) اور سر جھکائے حاضر
ہوں گے لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ کہ جب کا عذاب ان
کو گھیرے گا اور ظالم کہیں گے کہ پروردگار ہماری موت
کو کچھ دن کے لئے ٹال دے تاکہ ہم تیری دعوت کو قبول
کریں اور تیرے پیغمبروں کی پیروی کریں کیا تم ہی نہیں
تھے کہ قسم کھاتے تھے کہ ہم پر موت اور زوال نہیں
آئے گا۹ "

آیت قرآن

"وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ"

سورۃ آل عمران آیت ۵۴

انہوں نے مکروفریب کیا اور اللہ نے ان کا جواب دیا اور اللہ بہترین نقشہ کشی کرنے والا ہے۔

سوچیے اور جواب دیجیے

(۱) جب مسلمانوں نے پیغمبرؐ سے مصائب اور سختیوں کی روک تھام کا تقاضہ کیا تو انہوں نے کیا جواب دیا؟ اور خداوند عالم کی جانب سے کون سی خوشخبری دی؟

(۲) ہجرت کی مشکلات کیا تھیں؟ اور مسلمان کس طرح ان مشکلات پر غالب آتے تھے؟

(۳) مسلمان کس طرح ہجرت کر کے مدینہ پہنچا کرتے تھے؟

(۴) مسلمانوں کی ہجرت اور استقامت وایثار نے کفار پر کیا اثر ڈالا؟

(۵) کفار نے کس مسئلہ کے بارے میں اجلاس منعقد کیا اور کس بات پر ان کا اتفاق ہوا تھا؟

(۶) خداوند عالم ظالموں کی سزا کے متعلق قرآن مجید میں کیا فرماتا ہے؟ اور ظالم اپنے پروردگار سے کیا کہیں گے اور کیا خواہش کریں گے اور خدا انہیں کیا جواب دے گا؟



پیغمبرؐ خدا کی ہجرت

(۱)

اللہ تعالیٰ کفار کے منحوس ارادوں سے آگاہ تھا اس نے کفار کے حیلے سے پیغمبرؐ کو آگاہ کر دیا اور ان کے برے ارادے کو پیغمبرؐ کے سامنے ظاہر کر دیا۔

خداوند عالم نے پیغمبرؐ کو خبر دی کہ مشرکوں نے تمہارے قتل پر کمر باندھ رکھی ہے لہٰذا نہایت خاموشی کے ساتھ چھپ کر اس شہر سے مدینہ کی جانب ہجرت کر جاؤ کہ یہ ہجرت دین اسلام کی بنیاد کو مضبوط بنانے اور محروم لوگوں کو ان ظالموں سے نجات دلانے کا موجب ہوگی۔

تم اللہ کی رضا اور مخلوق خدا کی ہدایت کے لئے اپنے گھر بار کی محبت کو پس پشت ڈال کر ہجرت کر جاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں اور مہاجرین کی مدد کرتا ہے، ان کی حمایت کرتا ہے اور انھیں سعادت و کامیابی کا راستہ بتاتا ہے۔ اللہ کا دین ہمیشہ ہجرت و جہاد اور ایثار و قربانی سے وابستہ رہا ہے

اور ہمیشہ رہے گا۔

پیغمبر خداؐ نے اللہ کے حکم سے ہجرت کا پکا ارادہ کر لیا۔

لیکن یہ ہجرت اور یہ ارادہ نہایت پر خطر تھا۔ پیغمبرؐ اور ان کا گھر مکمل طور پر دشمنوں کی توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔ آمد و رفت کی معمولی سی علامت اور گھر میں ہونے والی غیر معمولی حرکات و سکنات پیغمبرؐ کے ارادے کو ظاہر کر دیتیں اور آپؐ کی ہجرت کے پروگرام کو خطرے میں ڈال سکتی تھیں۔

کفار نے آپؐ کے گھر اور سونے اور بیٹھنے کی جگہ تک کے متعلق مکمل معلومات حاصل کر لی تھیں تا کہ اس حملہ کی کامیابی کی تکمیل میں کہ جس کو انجام دینے کے طریقے اور وقت کا تعین ہو چکا تھا کوئی رکاوٹ کھڑی نہ ہو سکے۔

رات کے وقت پیغمبرؐ کی آمد و رفت کے معمولات سے یہ لوگ آگاہ تھے، یہاں تک کہ دروازے کے سوراخ اور دیوار کے اوپر سے پیغمبرؐ کے سونے کی جگہ تک ان کی نگاہوں سے اوجھل نہ تھی۔

یہاں تک کہ شب ہجرت آ پہنچی۔

پیغمبرؐ نے ہجرت کے موضوع پر حضرت علیؑ سے کہ جنہوں نے ابتدائے بعثت سے ہی آپؐ کی مدد و نصرت کا پیمان باندھ رکھا تھا مشورہ کیا اور پوچھا:

اے علیؑ! کیا تم خدا کے اس حکم کی تعمیل میں میری مدد کرو گے؟

یا رسول اللہؐ! میں کس طرح سے آپؐ کی مدد کروں؟"

حضرت علیؑ نے کہا:

کام بہت مشکل ہے۔ چالیس کے قریب مشرک چاہتے ہیں کہ

رات کے وقت سب مل کر مجھ پر حملہ کر دیں اور مجھے بستر ہی پر ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ خدا نے مجھے ان کے اس ارادے سے آگاہ کر دیا ہے اور ہجرت کر جانے کا حکم دیا ہے۔ لیکن اگر میں رات کے وقت مکہ چھوڑ دوں تو یہ میرے بستر کو خالی پا کر اس طرف متوجہ ہو جائیں گے اور میرا پیچھا کریں گے اور مجھے تلاش کر کے اپنا کام انجام دیں گے اب اس کے تدارک کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ میری جگہ کوئی اور بستر پر آج کی رات سو جائے۔ اس طرح مشرکین یہ گمان کریں گے کہ میں اپنے بستر پر موجود ہوں۔ اے علیؑ کیا تم تیار ہو کہ آج کی رات میرے بستر پر سو جاؤ اگرچہ یہ کام بہت خطرناک ہے کیونکہ چالیس مشرکین تلواریں سونتے ہوئے آدھی رات کے وقت گھر پر حملہ آور ہوں گے اور عین ممکن ہے کہ میری جگہ تمہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیں؟"

حضرت محمدؐ کا یہ بیان سنکر علیؑ نے سوال کیا

کیا اس صورت میں آپؐ محفوظ رہیں گے؟

ہاں میں محفوظ رہوں گا اور اگر اس طرح تم نے میری مدد کی تو خدا کے فضل سے میں کامیاب ہو جاؤں گا" حضرت محمدؐ نے جواب دیا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا۔

ہاں! میں ضرور آپ کی مدد کروں گا:

حضرت علیؑ کا یہ محکم اور قطعی جواب ایسا تھا کہ جس کی نظیر تاریخ اسلام میں نہیں لائی جا سکتی۔

ہاں یہ جذبۂ ایثار و قربانی ہی تھا جو اس بات کی بنیاد بنا کہ

حضرت علی ابن ابی طالبؑ، راہ خدا اور پیغمبر خدا کی حفاظت کے لئے اپنی جان کی بازی لگانے پر آمادہ ہوئے اور اس عہد و پیمان پر استقامت و پائیداری کا مظاہرہ کیا جو آپؑ نے پیغمبر خداؐ سے کر رکھا تھا۔

ہاں، علیؑ اپنی جان کو خطرے میں ڈال رہے تھے تاکہ پیغمبرؐ خدا کی جان سلامت رہ سکے۔ اور آپؐ اللہ کے دین کی تبلیغ کرتے رہیں۔ لوگوں کو خدا پرستی کی دعوت دیتے رہیں اور ظلم و ستم اور فسق و فجور کو جڑ سمیت اکھاڑ پھینکیں۔

یوں حضرت محمدؐ نے اپنی عظیم الشان ہجرت کا آغاز فرمایا۔ ایک مناسب و موزوں وقت پر مکہ سے مدینہ کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔

اس رات کہ جس کا مشرکین کو شدت سے انتظار تھا مشرکین آہستہ آہستہ پیغمبرؐ کے گھر کے نزدیک جمع ہوئے اور ابھی رات کا زیادہ حصہ نہیں گزرا تھا کہ چالیس طاقتور اور جنگجو آدمیوں نے تلواریں نیام سے نکال کر پیغمبرؐ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔

دروازے کے سوراخ اور دیوار کے اوپر سے گھر کے اندر دیکھا رات کی دھیمی روشنی میں انھیں نظر آیا کہ محمدؐ معمول کے مطابق سبز رنگ کی چادر اپنے اوپر ڈالے کبھی اس پہلو کبھی اس پہلو کروٹیں بدل رہے ہیں وہ مطمئن ہو گئے کہ آپؐ گھر میں موجود ہیں اور ان کا منصوبہ کامیابی سے ہمکنار ہونے والا ہے۔

ان میں سے کچھ نے چاہا کہ آدھی رات کے وقت گھر پر حملہ

کر دیں اور محمدؐ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ لیکن بعض نے کہا کہ گھر میں عورتیں اور بچے بھی سوئے ہوئے ہیں یہ انصاف نہیں کہ رات کی تاریکی میں انہیں پریشان کیا جائے پورا گھر ہمارے محاصرہ میں ہے۔ محمدؐ بھی بستر پر سوئے ہوئے ہیں اور ان کے لئے کوئی فرار کا راستہ بھی نہیں ہے تو کیوں جلد بازی دکھائیں ۔ ___________؟ بہتر ہے صبر کریں اور صبح کے وقت حملہ کریں تاکہ سب دیکھ لیں کہ مختلف قبیلوں کے افراد اس قتل میں شریک ہیں

انہوں نے صبح تک صبر کیا بعض وہیں پر سو گئے اور بعض پہرہ دیتے رہے کہ کوئی گھر سے باہر نہ نکلنے پائے۔ سحر کے وقت تلواریں برہنہ کئے دروازے اور دیوار پھاند کر گھر میں داخل ہوئے اور پیغمبرؐ خدا کے حجرے کے پاس آکر جمع ہو گئے۔

حضرت علی علیہ السلام ان کا شور و غل سنتے ہی ایک دم اپنی جگہ کھڑے ہو گئے اور پکارے۔

یہاں کیا کر رہے ہو۔؟"

حضرت علی علیہ السلام کی رعب دار آواز سن کر اور ان کے غضب ناک چہرے کو دیکھ کر وہ بے اختیار مبہوت اور حیران و پریشان ہو کر اپنی اپنی جگہ رک گئے۔ اور پوچھا:

محمدؐ کہاں ہیں؟

کیا انہیں میرے سپرد کیا تھا؟ حضرت علیؑ نے غیظ و غضب کے عالم میں جواب دیا۔

مشرکین اپنے پروگرام کی ناکامی اور دن رات کی محنت کے ضائع ہو جانے پر سخت مایوس ہوئے اور فوراً ہی حضرت محمدؐ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔

انہوں نے خیال کیا کہ یا تو محمدؐ مکہ میں چھپے ہوئے ہیں یا پھر مدینہ کی طرف چلے گئے ہیں دونوں صورتوں میں انھیں تلاش کیا جا سکتا ہے اور گرفتار کر کے قتل کیا جا سکتا ہے۔

مختلف گروہوں کو مکہ کی طرف روانہ کیا تاکہ مکہ سے باہر نکلنے کے راستوں کو کنٹرول میں لے لیں۔ ان لوگوں کو جو پیروں کے نشان پہچاننے میں مہارت رکھتے تھے حکم دیا کہ محمدؐ کے قدموں کے نشانات کے ذریعہ اس راستے کو دریافت کریں جہاں سے وہ گزر گئے ہیں۔ اس کے علاوہ عام اعلان کر دیا گیا کہ جو بھی محمدؐ کو گرفتار کرے گا یا ان کی پناہ گاہ کے متعلق بتائے گا اسے ایک سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔

لوگوں کی بڑی تعداد انعام کے لالچ میں حضرت محمدؐ کو تلاش کرنے کے لئے نکل کھڑی ہوئی سب نے بہت تلاش کیا، تمام جگہوں کو دیکھا بالآخر حضرت محمدؐ کے پیروں کے نشانات انہیں نظر آہی گئے۔

پیغمبرؐ کے پیروں کے نشانات کو جو مٹی، ریت اور پتھروں پر بن گئے تھے پہچان لیا گیا اور ان کی وساطت وہ غار تک پہنچ گئے اور آپس میں کہنے لگے۔

یقیناً محمدؐ اس غار میں چھپے ہوئے ہیں۔

جناب رسول خداؐ اور ابوبکر ان کی آوازوں کو غار میں سن رہے تھے

اور انہیں دیکھ رہے تھے، لیکن مکڑی کے جالے نے جو غار کے منہ پر بنا ہوا تھا اور جس پر ایک کبوتر انڈوں پر بیٹھا ہوا تھا ان کو غار کے اندر جانے سے روک دیا انہوں نے کہا :

کیسے ممکن ہے کہ کوئی غار میں داخل ہو؟ اگر کوئی غار میں داخل ہوتا تو مکڑی کا جالا ٹوٹا ہوا ہوتا اور کبوتر کا گھونسلہ نیچے گر جاتا اور اس کے انڈے ٹوٹ چکے ہوتے۔

لیکن انہیں یہ علم نہیں تھا کہ تمام زمین اور آسمان کے موجودات اللہ کی فوج ہیں، اس کا لشکر ہیں، اور چونکہ خداوند علیم و حکیم ہے۔ وہ اس قسم کے لشکر کو بھیج کر اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے خصوصاً ان بندوں کی جو اس کی راہ میں جہاد و ہجرت اور کوشش کرتے ہیں اور مشرکوں کے مکر و فریب سے خوف نہیں کھاتے اور اپنی تمام کوشش کو اللہ کی رضا جوئی میں اور اس کے احکام کے نفاذ کے لئے مشغول رہتے ہیں مکڑی و کبوتر اور خار و خاشاک تمام کے تمام خدا کی فوج ہیں، نظر آنے والی اور نظر نہ آنے والی۔ اور پیغمبر ان فوجوں کی پناہ میں غار کی تہہ میں ابوبکر کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور بہت آرام سے باہر دیکھ رہے تھے اور ابوبکر کو تسلی دے رہے تھے اور فرما رہے تھے۔

ڈرو نہیں، خدا ہمارے ساتھ ہے اور مشرکوں کے شر کو ہم سے دور کرے گا۔

کفار نے کافی دیر تک آپؐ کو تلاش کیا اور آخر کار مایوس ہو کر واپس لوٹ گئے۔

ہم نے پہلے سے اپنے بندوں اور رسولوں سے وعدہ کر
رکھا ہے اور تاکید کی ہے کہ ہمارا لشکر ہی کامیاب ہوگا
سلام ہو تمام پیغمبروں پر اور حمد و سپاس تمام جہانوں
کے لئے ۔ (القرآن)

اور یوں خداوند عالم نے اپنے پیغمبرؐ کی مدد فرمائی اور کافروں کے وقار کو ختم اور نیچا کر دکھایا اور اپنے کلمے کو باوقار و بالاتر کر دیا کیونکہ خدا ہمیشہ کامیاب اور حکیم ہے اور کافروں کا مکر اسی طرح ختم ہو جاتا ہے اگرچہ ان کا مکر و فریب اپنی قدرت کی زیادتی سے پہاڑوں کو ہی کیوں نہ گرا دینے والا ہو۔

ہم نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبرؐ کی کس طرح مدد کی اور یہ بھی دیکھا کہ خدا کے کیسے لشکر پوشیدہ ہیں۔ پس کتنا اچھا ہے کہ ہم بھی اس کی مدد پر اعتماد کریں، اس پر توکل کریں اور اپنی جان و مال سے اس کی راہ میں ہجرت و جہاد کریں کہ یہ طریقہ زندگی کا بہترین اور نیک ترین طریقہ ہے سب سے بہتر ہجرت گناہ سے ہجرت کرنا ہے اور سب سے بڑا جہاد اپنی خواہشات اور شہوت سے جہاد کرنا ہے اور جو بھی خدا کی راہ میں جہاد کرے خدا اس کے لئے کامیابی کے ایسے راستے کھول دیتا ہے جس کا انہیں علم بھی نہیں ہوتا۔

خدا کے خالص بندے جو خدا پر توکل کرتے ہیں اس سے صبر و ثابت قدمی طلب کریں تو جان لیں کہ کامیابی اسی ذات کی طرف سے ہوتی ہے اور تمام قدرت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ خداوند عالم اس قسم کے بندوں کے لئے اپنا لشکر روانہ کرتا ہے تاکہ اپنے وعدے کو پورا کرے اور یقیناً خدا

وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

کون جانتا تھا کہ خدا اپنے پیغمبر کی مکڑی کے باریک جالے اور ایک کبوتر سے مدد کرے گا؟ پیغمبرؐ نے لطف خداوندی پر اعتماد کرتے ہوئے ہجرت کے لئے قدم اٹھایا اور کبھی نہ سوچا کہ لوگ مجھے تلاش کریں گے اور مجھے ڈھونڈ نکالیں گے تو پھر کیا ہوگا؟ وہ اللہ کی نصرت کے وعدے پر ایمان واطمینان رکھتے تھے اور اسی کی مدد سے ہجرت کی طرف اپنا قدم بڑھایا خدا نے بھی آپ کی مدد کی اور یہ خدا کا پکا وعدہ ہے کہ اس کے دین کی مدد کرنے والے کی وہ خود مدد کرتا ہے۔

آیت قرآنی

"وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا"

زمین و آسمان کا تمام لشکر اللہ کا ہے اور اللہ عزیز و حکیم ہے" (سورہ فتح ۴۸ آیت ۷)

سوچئے اور جواب دیجئے

(۱) ——— پیغمبرؐ خدا نے اپنی ہجرت کا ذکر کس کے سامنے کیا؟ اور کیا فرمایا؟ انہوں نے پیغمبرؐ سے کیا پوچھا؟ اور آخر میں کیا جواب دیا؟۔

۲- جب کفار برہنہ تلواروں کے ساتھ پیغمبرؐ کے گھر پر جمع ہوئے تو کیا دیکھا؟ اور کیا سنا؟

۳- پیغمبرؐ کو تلاش کرنے کے لئے کیا تدبیر کی؟ کتنا انعام مقرر کیا گیا؟

۴- جس وقت پیغمبرؐ خدا کے پیروں کے نشان تلاش کرتے اور غار تک جا پہنچے تو کیا دیکھا؟

۵- پیغمبرؐ اور ابوبکر کو غار سے باہر کیا نظر آیا؟ پیغمبرؐ ابوبکر سے کیا فرما رہے تھے؟

۶- خدا کا لشکر کیا چیزیں ہیں؟ اور خدا اپنے مہاجر اور مجاہد بندوں کی اس لشکر سے کس طرح مدد کرتا ہے؟

۷- سب سے بہترین ہجرت کون سی ہے اور سب سے بہترین جہاد کیا ہے؟

۸- خداوند عالم نے اپنے نہ نظر آنے والے لشکر سے جو کفار کی آنکھوں میں معمولی معلوم ہوتا تھا اس ہجرت میں کس طرح مدد کی؟

پیغمبرؐ خدا کی ہجرت

(۲)

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلسل تین دن تک غار ثور میں مقیم رہے آپؐ کا دل خدا کی یاد سے مطمئن اور خدا پر توکل و اعتماد سے پر امید و روشن تھا آپؐ موقع کی تلاش میں تھے کہ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے سفر ہجرت کو دوبارہ شروع کریں اور مدینہ پہنچ جائیں۔

اس ہجرت کے عظیم الشان اثرات اور نتائج کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھے اور اس ہجرت کا عظیم اور پروقار مستقبل کسی ذہن میں نہ تھا۔ کوئی سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ یہ ہجرت تاریخ میں تمام حق پسند اور حق کے متلاشی انسانوں کو اپنی تحریک کی بقا اور اس کے پھیلاؤ کے لئے ہجرت اختیار کرنے کا سبق دے گی۔

اس وقت مکہ کی تمام بدبخت طاقتیں چاہتی تھیں کہ راستے

ہجرت کے لئے آمادہ و تیار ہے ــــــــــــ اہل مکہ کو بیدار کرنے کے لئے ۱۳ رسال تک شدید محنت و کوشش کرنے کے بعد اب اپنا شہر اور اپنا گھر چھوڑنے کے لئے تیار ہے ــــ اپنے آپ کو سفر کی صعوبتوں اور مشکلات میں ڈالنے کے لئے تیار ہے ــــ اس شہر کو کہ جو ظلم و شرک اور بت پرستی کی غلاظتوں سے پُر ہے ترک کرنے کو تیار ہے ــــــــ صحراؤں پہاڑوں کی طرف راہ پیما ہونے کو تیار ہے۔ لیکن خداوند عالم آپؐ سے واضح الفاظ میں وعدہ کرتا ہے۔

وہی ذات جس نے تم پر قرآن نازل کیا اور اس کی پیروی تم پر فرض کر دی تمہیں اس شہر میں واپس لائے گا"۔

اس جانے کا انجام لوٹ کر آنا ہے تم اس شہر میں لوٹ کر آؤ گے اور توحید کے گھر سے بتوں کو توڑ پھینکو گے۔

پیغمبر اسلامؐ نہایت آہستگی کے ساتھ غار کی تاریکی سے باہر آگئے اونٹوں پر سوار ہوئے اور مدینہ کی طرف اپنے سفر کا آغاز کر دیا رات کو سفر کرتے اور ستاروں کی چمک سے راستہ معلوم کرتے اور دن میں پہاڑوں کے دروں اور پتھروں کے سائے میں پناہ لیتے اور آرام کیا کرتے اور رات کو پھر سفر پر چل پڑتے اور راہ خدا میں سراپا تسلیم ہوتے ہوئے ذوق و امید سے راستہ طے کرنے لگتے۔

غیر مانوس راستے سے تیزی کے ساتھ گزرتے تھے۔ یہ ایک طویل و خطرناک اور دشوار سفر تھا۔ لیکن راستے کی دوری کو خدا سے امید

نزدیک کردیتی تھی اور راہ کی سختی کو ،،اللہ کے حسن و ثواب کے اعتماد،، نے آسان کردیا تھا اور سفر کے خطروں کا بدل ،،اللہ تعالیٰ کا فتح و نصرت کا وعدہ تھا،،

سفر کے دوران ایک روز جبکہ آپ ایک بڑے پتھر کے سایہ میں آرام فرما رہے تھے آپؐ نے دیکھا کہ کفار کا ایک سوار تیزی کے ساتھ آپؐ کی جانب آرہا ہے۔ اگر یہ سوار نزدیک آجاتا اور آپؐ کا راستہ روک لیتا تو دوسرے کفار بھی پہنچ جاتے اور آپؐ کی ہجرت ناکام ہوجاتی لیکن پیغمبر خداؐ کو اپنے پروردگار کے لطف و کرم پر کامل یقین تھا۔ آپؐ نے اپنے ہاتھ دعا کے لیے اٹھائے اور فرمایا۔

اے خدا ! اے رحمٰن ! جو بندوں پر عنایت کرتا ہے اے رحیم ! جو مومنوں پر مہربانی کرتا ہے تیرے سوا کسی کی تعریف نہیں کرتے کیونکہ تو ہی حمد و ثنا کے لائق ہے اور حمد و ثنا تیرے لیے ہی مخصوص ہے تیرے سوا کسی کو اپنا رب نہیں جانتا کیونکہ تو ہی میرا پروردگار ہے صرف تو ہی میرا معبود ہے۔ اے میرے مددگار ! میری مدد کر میں نے تیری طرف ہجرت کی ہے اور ہمیں اس کافر دشمن کے شر سے محفوظ رکھ اور تو ہی ہر ایک کام پر قادر ہے

فوراً ہی پیغمبرؐ کی دعا قبول ہوئی اور سوار کے تیز رفتار گھوڑے نے اچانک اپنی لگام سوار کے ہاتھوں سے چھڑائی اور دونوں پچھلے پیر اپنے

کے بل کھڑا ہو گیا اور چکر لگا کر جھٹکے کے ساتھ سوار کو زمین پر گرا دیا اور ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ سوار اٹھا اور سخت تکلیف اور غصہ کے عالم میں دوبارہ گھوڑے پر سوار ہوا۔ چند قدم چلنے کے بعد گھوڑے نے پھر اسی طرح سے زمین پر گرا دیا۔

غرض دو تین مرتبہ ایسا ہی ہوا تو سوار سمجھ گیا کہ گھوڑے کی اس ناراضی کی کیا وجہ ہے۔ سوار نے اپنے ارادے کو بدلا اور معذرت خواہی کے لئے خدمت پیغمبرؐ میں حاضر ہوا اور معافی چاہی۔

رسولؐ خدا نے اس سے فرمایا کہ اب جب کہ تجھے حقیقت کا علم ہو گیا ہے جلدی سے واپس لوٹ جا اور ہمارے تعاقب میں جو بھی اس طرف آ رہا ہے اسے واپس لوٹا دے۔

کافر واپس چلا جاتا ہے اور پیغمبر خداؐ تیز رفتاری سے مدینہ کی جانب چل پڑتے ہیں یہاں تک کہ آپؐ مدینہ کے نزدیک پہنچ گئے مسلمانان مدینہ، انصار و مہاجر، عورت مرد، بچے بوڑھے سب کے سب آپؐ کے شوق دیدار میں منتظر نگاہوں کے ساتھ بیرون مدینہ آپؐ کے استقبال کے لئے موجود تھے۔

یکایک ان لوگوں نے دور سے رسولؐ خدا کو آتے ہوئے دیکھا اور عالم شوق میں بے اختیار صدائے تکبیر بلند کرتے ہوئے اور صلوات و سلام بھیجتے ہوئے آپؐ کی سمت دوڑے۔ رسولؐ خدا مدینہ سے نزدیک ایک "قبا" نامی دیہات میں قیام پذیر ہوئے تاکہ حضرت علیؑ اور ان کے ہمراہی بھی پہنچ جائیں۔

ہجرت پیغمبر اکرمؐ اتنا عظیم اور اہم واقعہ ہے کہ اسلامی تاریخ کی ابتدا اسی سے ہوئی۔ ہجرت کے ذریعہ ہمیں سبق دیا گیا کہ ہر زمانہ کے لوگ پیغمبرؐ کی اس سیرت پر عمل کریں اور ہمیشہ اپنا رخ خدا کی جانب اور اپنے قدم ہجرت کی راہ میں اٹھانے کے لئے تیار رہیں۔ اور مسلسل کہیں کہ۔۔۔

پروردگار! ہم نے ایمان کی ندا دینے والے کی پکار کو سنا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ پروردگار پر ایمان لے آؤ پروردگار! ہم ایمان لے آئے ہمارے گناہوں کو معاف کر دے، ہماری خطاؤں کی پردہ پوشی کر اور ہمیں نیک اور صالح لوگوں کے ساتھ اس دنیا سے اٹھا۔ خدایا: جو کچھ تو نے اپنے پیغمبروں سے وعدہ کیا ہے ہمیں عنایت فرما اور ہمیں قیامت کے دن ذلیل و خوار نہ کر کہ تو کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

اس طرح اپنے پروردگار سے راز و نیاز کریں اور اس سے یوں جواب سنیں کہ:

خداوند عالم نے تمہاری دعا کو قبول کر لیا کہ میں ہرگز تمہارے (خواہ مرد ہوں یا عورت) کسی عمل کو ضائع اور بغیر اجر کے نہ چھوڑوں گا جن لوگوں نے ہجرت کی ہے اور اپنے گھر بار کو چھوڑ دیا ہے، خدا کی راہ میں تکالیف اور اذیتوں سے دوچار ہوئے ہیں اور

اللہ تعالیٰ کے راستے میں جنگ و جہاد کیا ہے یہاں تک
کہ وہ قتل ہو جائیں، خدا ان کی خطاؤں اور گناہوں کو
چھپائے گا اور انہیں بخش دے گا اور اس بہشت میں
کہ جس کے گھنے درختوں کے نیچے نہریں جاری ہیں داخل
کرے گا۔ یہ اللہ کا ثواب و تحفہ ہے اور یقیناً اچھا
ثواب تو اللہ ہی کے پاس ہے۔ خبردار کافروں
کے چند دن تمہارے شہر میں آمد و رفت تمہیں دھوکہ
میں مبتلا نہ کر دے یہ تھوڑے دن کچھ فائدہ دیکھیں
گے پھر ان کا مقام و ٹھکانہ جہنم میں ہوگا جو بہت بری
جگہ ہے لیکن وہ لوگ کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی
ذات سے تقویٰ اختیار کیا ان کے لئے وسیع و کشادہ
بہشت ہے کہ جس کے درختوں اور باغوں کے
نیچے پانی سے بھری نہریں جاری ہیں۔ وہ اس
پُرامن اور خوبصورت جگہ میں زندگی بسر کریں گے
یہ ہدیہ ہے ان کے لئے خداوند عالم کی طرف سے
البتہ وہ جو اللہ کے نزدیک ہے ابرار لوگوں کے لئے
وہ بہت ہی بہتر ہے۔

ابرار اور نیک لوگ اللہ تعالیٰ کی دعوت کو دل و جان سے سنتے
ہیں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرتے ہیں زمین کی فضا کو بہت وسیع پاتے
ہیں اور ابرار تو ہمیشہ ہجرت میں زندگی بسر کرتے ہیں ظلم و ستم اور جہاد

کی زمین سے عدل و علم کی سرزمین کی طرف اور بدی سے نیکی کی طرف اور
برائی سے اچھائیوں کی طرف ہمیشہ ہجرت کرتے ہیں۔ حقیقت میں
مہاجر وہ ہے جو برائیوں سے ہجرت کرے اور انھیں ترک کرے

آیت قرآن

"إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ
لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ۖ فَأَنزَلَ اللَّهُ
سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ
تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا
السُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللَّهُ

جب وہ دو غار میں تھے اور وہ اپنے ساتھی سے
کہہ رہے تھے کہ رنج و ملال نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ
ہے۔ اللہ نے اس پر اطمینان اور سکون قلب
نازل فرمایا اور اس کی ایسے لشکروں سے مدد کی
کہ تم انھیں دیکھ نہیں سکتے اور اللہ نے کافروں کا بول
نیچا کر دیا اور اللہ کا بول تو اونچا ہی ہے اللہ زبردست
اور دانا و بینا ہے"۔

(سورہ توبہ آیت ۴۰)

سوچئے اور جواب دیجئے

(۱) پیغمبر خداؐ کتنے دن غار ثور میں پوشیدہ رہے ؟

(۲) جب پیغمبرؐ کے ساتھی کافروں کی آواز سن کر خوفزدہ ہوئے تو پیغمبرؐ نے کن الفاظ میں انھیں تسلی دی ؟

(۳) آپؐ کے غار میں پوشیدہ رہنے کے دوران کون لوگ آپؐ کے لئے غذا اور پانی لے کر آتے تھے ؟

(۴) امانت اور اسے اس کے مالکوں کو لوٹانے کے سلسلہ میں اسلام کا کیا حکم ہے ؟

(۵) چند سوال خود سے بناؤ ؟

بابرکت پیسہ

خداوند عالم نے پیغمبرؐ کو مبعوث کیا تاکہ لوگوں کو صحیح اور درست زندگی گزارنے کے اصول اور طریقے بتائیں اور انہیں فردی اور اجتماعی زندگی کے صحیح اصول اور طریقوں سے روشناس کرائیں پیغمبرؐ کی سیرت اور سنت، زندگی کے لئے بہترین سبق ہے اور آپؐ کی گفتگو انسانوں کے لئے بہترین راہنما ہے۔

مندرجہ ذیل سطور میں ہم ایک واقعہ نقل کرتے ہیں جس میں آپ دیکھیں گے کہ رسول خداؐ کس طرح معاشرے میں زندگی گزارتے ہیں تھے آپؐ کیسا لباس زیب تن کرتے تھے اور کس طرح آپ حاجت مندوں کی مدد کو پہنچتے تھے:

جناب رسول خداؐ کا لباس پرانا اور بوسیدہ ہو چکا تھا آپؐ

نے کچھ پیسے حضرت علی علیہ السلام کو دئے اور فرمایا کہ بازار جاؤ اور میرے لئے ایک قمیص لے آؤ!

حضرت علی علیہ السلام اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں کہ:

میں نے پیغمبرؐ سے پیسے لئے اور بازار سے ان پیسوں کی جو بارہ درہم تھے ایک قمیص خریدی اور لاکر پیغمبرؐ کی خدمت میں پیش کردی پیغمبرؐ نے قمیص لی اور اسے تھوڑی دیر دیکھا پھر فرمایا: کیا بازار میں اس سے سستی قمیص بھی موجود تھی؟ میری خواہش ہے کہ اس سے سستی قمیص پہنوں کیا بیچنے والا اس قمیص کو واپس لے لے گا؟

پتہ نہیں میں جاتا ہوں اور اس سے اس بارے میں بات کرتا ہوں"

میں نے جواب دیا اور پیغمبرؐ سے قمیص لی اور بیچنے والے کے پاس گیا اور اس سے کہا:

میں نے یہ قمیص پیغمبرؐ کے لئے خریدی تھی لیکن پیغمبرؐ چاہتے ہیں کہ اس سے سستا لباس پہنیں کیا تم اس قمیص کو واپس لے سکتے ہو؟"

بیچنے والے نے وہ قمیص لی اور بارہ درہم واپس کر دئے میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، رسول خداؐ نے فرمایا:

بہتر یہ ہے کہ ہم دونوں اکٹھے بازار چلیں اور کوئی
سستا لباس تلاش کریں،

ہم دونوں بازار کی طرف چل دیئے راستے میں ایک لڑکی گلی کے
کنارے بیٹھی رو رہی تھی۔ رسول خداؐ اس کے نزدیک گئے اور پوچھا
"پیاری بیٹی" ! کیا ہوا ہے؟ کیوں پریشان ہو؟
کیوں رو رہی ہو؟

وہ چھوٹی بچی پیغمبر خداؐ کو پہچانتی تھی اس نے اپنی آنکھوں سے
آنسو صاف کئے اور بولی:

یا رسول اللہؐ! میں ایک گھر کی کنیز اور خدمتگار ہوں
مجھے چار درہم دیئے گئے کہ ان سے سودا خریدوں لیکن
وہ پیسے مجھ سے کہیں گم ہو گئے ہیں، اگر خالی ہاتھ گئی
تو وہ پوچھیں گے اور مجھے ماریں گے۔ کچھ سمجھ
میں نہیں آرہا کہ کیا کروں؟ گھر جانے کی ہمت نہیں
ہو رہی ..."

پیغمبر خداؐ نے نہایت مہربانی اور شفقت سے اسے تسلی دی
اور فرمایا:

بیٹی افسوس نہ کرو، یہ چار درہم لو اور سودا لے کر گھر
لوٹ جاؤ"

اس لڑکی نے وہ درہم لیئے اور خوش خوش وہاں سے چلی گئی
ہم بھی بازار کی طرف روانہ ہو گئے پیغمبرؐ نے ایک سادہ لباس چار درہم میں

خریدا وہیں پہنا اور خدا کا شکر ادا کیا "

کیا ہی اچھا ہو اگر آپ یہ جان لیں کہ جب پیغمبرؐ نیا لباس پہنتے تھے تو کیا دعا فرماتے تھے آپؐ فرماتے تھے۔

اللہ کا شکر ہے کہ اس نے یہ لباس مجھے عنایت فرمایا تاکہ اس کے ذریعے میں اپنے بدن کو ڈھانپ سکوں خدایا! اس لباس کو میرے لئے خیر و برکت کا لباس قرار دے اور مجھے اس میں سالم اور عافیت سے رکھ "

ہمارے پیغمبر گرامی کبھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں ہوا کرتے تھے اپنے آپ کو اس کا بندہ سمجھتے تھے اور ہمیشہ اس کے بے شمار الطاف اور نعمتوں پر شکر ادا کرتے تھے،

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

جب ہم گھر واپس آئے تو ایک آدمی کو دیکھا جو ایک پھٹا پرانا لباس پہنے ہوئے لوگوں سے مدد کا طالب ہے اور کہہ رہا ہے کہ جو بھی میرے جسم کو لباس کے ذریعہ ڈھانپے گا خدا اسے بہشتی لباس پہنائے گا۔

پیغمبرؐ اس کے نزدیک گئے۔ ابھی کچھ دیر پہلے جو لباس آپؐ نے خریدا تھا اسے اپنے جسم سے اتارا اور اس مرد کو دے دیا اور فرمایا کہ اسے پہن لو۔ آپؐ نے کچھ دیر اس سے اور باتیں کیں، وہ آدمی بہت خوش ہوا اور پیغمبرؐ کا شکریہ ادا کرنے لگا "

پیغمبرؐ نے فرمایا:

جو مسلمان اللہ کی رضا کی خاطر کسی مسلمان کو لباس
دے گا تو جب تک وہ لباس اس مسلمان کے
جسم پر رہے گا لباس دینے والا خدا کی ضمانت
وحفاظت اور خیر وبرکت میں رہے گا۔

ہم دوبارہ بازار آئے اور چار درہم میں ایک اور قمیص خریدی پیغمبرؐ
نے اسے پہنا اور پھر اسی طرح اللہ کا شکر ادا کیا اور گھر کی طرف واپس آنے
لگے راستہ میں ہمیں یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا کہ وہ لڑکی جسے ہم نے پہلے
چار درہم دیے تھے وہ ابھی تک گلی کے کنارے بیٹھی ہوئی ہے پیغمبرؐ اس
کے نزدیک گئے اور پوچھا:

گھر کیوں نہیں گئی؟ کیا کچھ خریدا نہیں؟"

لڑکی نے جواب دیا:

یا رسول اللہ! کیوں نہیں چیزیں تو میں نے خرید لی ہیں لیکن بہت
دیر ہو گئی ہے، میں ڈرتی ہوں کہ گھر والے مجھے ماریں گے اور کہیں گے کہ اتنی
دیر کیوں کی؟"

پیغمبرؐ نے فرمایا"

ڈرو نہیں، میں تمہارے ساتھ چل کر تمہاری سفارش کرتا ہوں
لڑکی خوش ہو گئی اور گھر کا پتہ بتانے کے لئے ہمارے آگے آگے چلنے
لگی جب ہم گھر کے دروازے پر پہنچے تو پیغمبرؐ نے باآواز بلند گھر کے مالک
کو سلام کیا کسی نے جواب نہ دیا، دوبارہ سلام کیا پھر بھی کوئی جواب نہ پایا
پیغمبرؐ ہمیشہ پسند کرتے تھے کہ مسلمانوں کو سلام کریں،

جس کے پاس سے گزرتے اسے سلام کرتے خواہ وہ فقیر ہو یا امیر، چھوٹا ہو یا بڑا آپؐ نہایت عمدہ سلوک ورفتار کے مالک تھے آپؐ کے لبوں پر ہمیشہ ہلکی ہلکی مسکراہٹ کھیلتی رہتی اور آپؐ زور سے قہقہہ لگا کر نہیں ہنستے تھے۔ ہمیشہ انکساری سے پیش آتے تھے لیکن اس انکساری میں احساس کمتری کا ذرہ برابر شائبہ تک نہ ہوتا تھا آپؐ سخی تھے لیکن ہرگز فضول خرچی نہیں کرتے تھے نرم دل اور رقیق القلب تھے، تمام مسلمانوں سے محبت کرنے والے اور ان پر مہربان تھے،

اسی تواضع وانکساری کے پیش نظر آپؐ نے تیسری مرتبہ سلام کیا کسی نے گھر کے اندر سے جواب دیا،

السلام علیکم یا رسول اللہؐ،

اور فوراً دروازہ کھول دیا۔

رسولِ خداؐ نے فرمایا:

میں نے اس سے پہلے دو مرتبہ سلام کیا تھا لیکن تم نے کوئی جواب نہیں دیا، کیا میری آواز کو نہیں سن رہے تھے؟

صاحب خانہ نے دست بستہ عرض کیا:

کیوں نہیں یا رسول اللہؐ! لیکن آپؐ کی دلکش آواز اور سلام کرنا میرے دل کو اس قدر بھایا کہ بے اختیار میرا جی آپؐ کی من موہنی آواز کو دوبارہ سننے کے لئے مچل گیا"

پیغمبر خداؐ نے فرمایا:

یہ لڑکی تاخیر سے گھر لوٹی ہے لیکن یہ بے قصور ہے، میں اس لئے آیا

ہوں کہ اس کی سفارش کروں، تم اسے معاف کردو۔

صاحب خانہ کہا،

یارسول اللہ آپؐ کی بابرکت تشریف آوری کے سبب میں نے اس لڑکی کو معاف کیا اور راہ خدا میں آزاد کیا،

پیغمبر خداؐ بہت خوش ہوئے، صاحب خانہ کا شکریہ ادا کیا اور ساتھ ہی ساتھ خداوند عالم کا بھی شکر ادا کیا۔

واپسی میں آپؐ نے مجھ سے فرمایا:

یا علیؑ! یہ بارہ درہم کتنے بابرکت تھے جنہوں نے دو آدمیوں کو لباس پہنایا اور ایک کنیز کو آزاد کرایا،،

سچ ہے، اگر پیغمبرؐ نے اس قیمتی لباس کو پہن لیا ہوتا تو کس طرح ممکن تھا کہ ان کی مدد ہو سکتی تھی پیغمبرؐ کے بارے میں کتنا اچھا کہا گیا ہے کہ وہ " خفیف المؤونہ وکثیر المعونہ " (کمتر مدد لینے والے اور زیادہ مدد کرنے والے) البتہ ہر مسلمان کو چاہیئے کہ وہ آپؐ کی پیروی اختیار کرے ایسا ہی ہو جائے۔

آیت قرآن

" اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَکُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْہِ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَاَنْفَقُوْا لَھُمْ اَجْرٌ کَبِیْرٌ "

خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ اور اس سے جو
خدا نے بطور امانت تمہارے اختیار میں قرار دیا ہے
خرچ کرو تم میں سے جو لوگ ایمان لے آئے اور
خرچ کرتے ہیں ان کے لئے بہت بڑا اجر ہوگا۔

"سورہ مائدہ آیت ۷"

سوچئے اور جواب دیجئے

(۱) وہ چھوٹی بچی جو پیغمبر اکرمؐ کو راستے میں ملی کیوں رو رہی تھی؟ پیغمبرؐ نے اس سے کیا پوچھا؟ اس نے آپؐ کو کیا جواب دیا؟

(۲) جب پیغمبرؐ نیا لباس پہنتے تھے تو کس طرح اور کن الفاظ میں اللہ کا شکر ادا کرتے تھے؟ اور خدا سے کیا طلب کرتے تھے؟

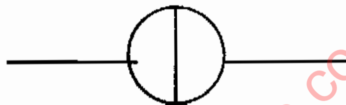
(۳) پیغمبرؐ نے ایک مسلمان کو رضائے الٰہی کی خاطر لباس پہننے کا کیا ثواب بیان فرمایا ہے؟

(۴) پیغمبرؐ نے واپس لوٹنے پر اس لڑکی کس حالت میں دیکھا؟ اور اس سے کیا گفتگو کی؟

(۵) رسولؐ کی سیرت لوگوں کو سلام کرنے اور ان سے میل ملاپ میں کیسی تھی؟ کیا تم بھی کوشش کرو گے کہ رسولؐ کی طرح لوگوں سے شفقت اور مہربانی سے پیش آؤ؟

۶ — رسول خداؐ کے بارے میں کہا گیا کہ وہ خفیف المؤونہ اور کثیر المعونہ" تھے اس کی وضاحت کیجئے؟

۷ — پیغمبر خداؐ کی صفات میں سے دس صفات کو بیان کیجئے؟



باہمی تعاون

جو شخص بھی اپنے آپ کو دوسروں سے برتر سمجھے
اور اپنے بوجھ کو دوسروں پر ڈالے، خدا کے غیظ و
غضب کا شکار ہوگا،،
لعنت اور نفرین ہو اس پر کہ جو اپنی زندگی کا بوجھ
دوسرے کے کندھے پر ڈالتا ہے،

یہ دونوں اقوال رسول گرامیؐ کے ہیں۔ آپؐ مسلمانوں کو تعلیم دیتے ہیں کہ سستی اور تن پروری سے پرہیز کریں اور محنت و کوشش سے اپنی روزی اپنے ہاتھ سے کمائیں خدا کے لطف و کرم کی امید رکھیں اور اپنی دنیا کو پاک و پاکیزہ اور آباد بنائیں،

نہ صرف یہ کہ اپنے بوجھ کو دوسروں پر نہ ڈالیں بلکہ دوسرے مسلمانوں

کے بوجھ کو بھی بانٹیں اور اپنی مدد کا ہاتھ ان کی طرف بڑھائیں اور جان لیں کہ خداوند عالم نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور ان کے اجر کو ضائع نہیں کرتا:

جانتے ہیں، رسول خدا نے اس نیک خصلت کی لوگوں کو کس طرح تعلیم دی ــــــــــــ؟

کیا صرف اپنی گفتگو سے ــــــــــــ؟

نہیں ... بلکہ گفتار سے زیادہ اپنے رفتار و عمل سے آپ نے اچھی باتوں کی تعلیم دی کیونکہ پیغمبر اکرمؐ جو کچھ فرماتے تھے اس پر کامل ایمان رکھتے تھے اور اس سے پہلے کہ لوگوں کو کسی کام کی دعوت دیں، خود اس پر ایمان اور بصیرت سے عمل کرتے تھے۔

لوگ بھی چونکہ آپؐ کی صداقت اور ایمان کو نہ صرف آپ کے قول میں بلکہ آپ کے اعمال و افعال میں بھی دیکھ رہے ہوتے تھے لہٰذا آپؐ سے اور آپؐ کے خدائی پیغام سے عقیدت کا اظہار کرتے اور آپؐ کی پیروی کرتے تھے،

اس بات کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے بہتر یہ ہے کہ ہم آپؐ کے ساتھ ایک سفر پر چلیں اور آپؐ کے سلوک و رفتار اور عادات و اطوار کو بالخصوص لوگوں کی مدد اور ان سے مدد و تعاون کے سلسلے میں آپؐ کی روش کو قریب سے دیکھیں۔

پیغمبرؐ سفر پر جانے کے لئے تیار ہیں آپؐ نے کنگھی، مسواک، اور مختصر سا سامان سفر اٹھایا، اور اپنے ہم سفروں اور ساتھیوں کو بھی

ہدایت کررہے ہیں کہ وہ سب بھی اپنا سامان سفر اور ضرورت کی چیزیں ساتھ لے لیں تاکہ سفر میں دوسروں کے لئے زحمت کا باعث نہ بنیں۔

تمام تیاریاں مکمل ہونے کے بعد آپؑ نے گھر سے نکلتے ہوئے اپنے اہل و عیال اور دوستوں کو نہایت گرم جوشی سے خدا حافظ کہا جب قافلہ روانگی کے لئے حرکت میں آیا تو آپ نہایت خضوع و خشوع کے ساتھ خداوند متعال سے یوں مخاطب ہوئے۔

خدایا تیری رضا و عنایت سے سفر کر رہا ہوں اور تیری ذات کی طرف متوجہ ہوں اور تیری رحمت پر اعتماد کرتا ہوں۔ خدایا اس سفر میں تمام امید و اطمینان تیرے لطف سے وابسطہ ہے تو میری حاجات کو برلا جس چیز کو تو میرے لئے پسند کرتا ہے اسی کی توفیق عنایت فرما کہ تو میری مصلحت کو مجھ سے بہتر جانتا ہے خدایا: پرہیز گاری اور تقویٰ کو میرے راستے کا سامان قرار دے اور مجھے اپنی رحمت و مغفرت کا مستحق قرار دے اور جس طرف بھی جاؤں مجھے نیکی اور اچھائی کی طرف متوجہ کر دے۔۔

اس سفر میں بھی دوسرے سفروں کی طرح آپؑ کاروان کے آخر میں چل رہے تھے تاکہ کمزور و ضعیف اور پیچھے رہ جانے والوں کی خبر گیری کرتے رہیں۔

راستے میں ایک جگہ کھانا کھانے اور سستانے کے لئے

یہ قافلہ ٹھہرا پیغمبر اکرمؐ کے فرمان اور خواہش کے مطابق اونٹوں سے سامان اتار کر انہیں بیابان میں چھوڑ دیا گیا تاکہ وہ بھی گھاس پھونس سے اپنا پیٹ بھر لیں۔

قافلہ کا ہر آدمی کسی نہ کسی کام میں مشغول ہو گیا ایک گروہ پانی لینے چلا گیا، کچھ لوگوں نے دنبہ ذبح کیا اور اس کی کھال اتارنے میں مشغول ہو گئے۔ ایک دو آدمی اونٹوں کی حفاظت کرنے لگے اسی دوران پیغمبرؐ نے فرمایا کہ میں آگ جلانے کے لئے بیابان سے سوکھی لکڑیاں اکٹھی کر کے لاتا ہوں۔

اصحاب نے کہا:

یا رسول اللہؐ! آپ تھکے ہوئے ہیں آرام کریں ہم خود

سب کام انجام دے لیں گے؟

آپ کا کیا خیال ہے؟

آیا رسول خداؐ نے اصحاب کی اس پیش کش کو قبول کر لیا ہو گا اور اپنی تھکاوٹ دور کرنے کے لئے آرام کی غرض سے لیٹ گئے ہوں گے؟

اس سلسلہ میں کیا جواب ہے آپ کا؟

خدا اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی اپنے آپ کو

دوسروں سے برتر سمجھے اور اپنے کام کی زحمت کو

ان کی گردن پر ڈالے

یہ تھا پیغمبر اکرمؐ کا جواب:

تم بھی میری طرح سفر سے تھکے ہوئے ہو جس طرح

میں غذا کھانے میں تمہارے ساتھ شریک ہوں گا
کام کرنے میں بھی مجھے تمہارا شریک ہونا چاہیئے یہ اسلامی
طریقہ نہیں ہے کہ میں آرام کروں اور تم لوگ کام کرو نہیں
ایسا نہیں ہوگا میں بھی تمہاری طرح کوئی کام انجام دوں گا،،
آپؐ اٹھے اور جلانے کے لئے سوکھی لکڑیاں جمع کرنا شروع کر
دیں۔ اس طرح تمام لوگوں نے مل جل کر اور باہمی تعاون سے کھانا تیار کیا اور
نہایت مہر و محبت کے ساتھ اکٹھے بیٹھ کر تناول کیا۔

پیغمبر اسلامؐ باوجود اس مقام اور خدائی منصب اور اجتماعی
حیثیت کے ایک عام مسلمان کی طرح زندگی بسر کرتے تھے آپؐ کی خوراک اور
لباس بھی دوسرے عام مسلمانوں کی طرح تھا بلکہ بسا اوقات ان سے بھی
زیادہ معمولی قیمت کا ہوا کرتا تھا اپنے ذاتی کاموں کو اکثر اوقات خود ہی انجام
دیتے تھے اپنی جوتی اور لباس کو پیوند لگاتے تھے گھر کے کاموں میں مدد
فرمایا کرتے تھے مشکیزہ کے ذریعہ گھر میں پانی لاتے تھے اور کبھی کبھی خود
کھانا تیار کرتے تھے: بچوّں کی نگہداشت و پرورش میں مدد کیا کرتے
تھے۔ گھر کا دروازہ کبھی خود آکر کھول لیتے تھے گندم اور جو کا آٹا پیسنے اور
روٹی پکانے میں مدد کیا کرتے تھے، حیوانات کا دودھ دوہتے تھے، انہیں
پانی پلاتے اور چارہ ڈالتے تھے،

کشادہ روئی سے لوگوں سے پیش آتے تھے اور خندہ پیشانی کے
ساتھ لوگوں سے گفتگو کرتے تھے، کوشش کرتے تھے کہ ہر ایک کو یہاں تک کہ بچوّں
کو بھی سلام کریں اور فرمایا کرتے تھے کہ:

میں بچوں کو سلام کرتا ہوں تاکہ بچوں کا احترام اور عزت
میری امت کی ایک اچھی سنت قرار پائے اور مسلمان
بچوں کو سلام کریں اور ان کا احترام کریں ،

آپؐ بدمزاج اور بدزبان نہیں تھے اگر آپ کے سامنے کوئی کسی کی برائی کرتا تو آپؐ ناراض ہو جاتے اور فرماتے کہ رک جاؤ ، کوئی اور بات کرو سب مسلمانوں کے لئے مہربان اور ہمدرد تھے اور ان کی مدد کو پہنچتے تھے ۔ اور اپنے کام دوسروں پر ڈالنے سے پرہیز کرتے تھے ،

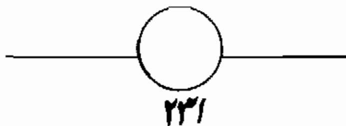
ایک دن مسلمانوں کی ایک جماعت جو سفر سے لوٹ کر آئی تھی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنے ساتھیوں میں سے ایک کی تعریف کرنے لگی ۔ یہ لوگ کہنے لگے کہ وہ کتنا دیندار اور متقی ہے اس نے کسی کو کوئی تکلیف اور ایذا نہیں پہنچائی جب ہم راستے میں کہیں قیام کرتے تو وہ فوراً پانی تلاش کر کے وضو کرتا اور نماز میں مشغول ہو جاتا اسے سوائے نماز اور دعا کے کسی کام سے سروکار نہ تھا ،

پیغمبر اکرمؐ نے دریافت کیا :
اگر اس کی سفر میں یہ عادت تھی تو اس کے کام کاج کون کرتا تھا ؟ اس کے اونٹ کا سامان کون اتارتا تھا ؟ کون اس کے لئے غذا اور پانی لاتا تھا ؟ کون اس کے لئے کھانا پکاتا تھا ؟ اور چلتے وقت کون اس کے اونٹ پر سامان لادتا تھا ؟ "

یا رسول اللہؐ ! ان تمام کاموں کو ہم فخریہ طور پر انجام دیتے

تھے!" ان لوگوں نے جواب دیا،
رسول خداؐ نے ارشاد فرمایا:
یقیناً تم اس سے بہتر ہو اور اللہ کے نزدیک بلند درجہ رکھتے ہو یہ ٹھیک نہیں کہ ایک مسلمان اپنے کام کا بوجھ دوسروں کی گردن پر ڈالے اور خود اپنے خیال میں عبادت کرنا شروع کردے نماز و دعا اپنی جگہ بہترین عبادات ہیں لیکن سعی و کوشش بھی ایک بہت بڑی عبادت ہے اور خدا تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت کرنا بھی بڑی عبادت ہے"

اب آپ سوچئے کہ:
آپ کس طرح اللہ کی مخلوق کی خدمت کرتے ہیں؟ کن کاموں میں ان کے ساتھ مدد و تعاون کرتے ہیں؟
کیا آپ کا پکا ارادہ ہے کہ اپنے مدرسے اور گھر کے کاموں کو خود انجام دیں گے اور دوسروں کے کاندھوں پر بوجھ نہیں ڈالیں گے؟
کیا آپ کوشش کرتے ہیں کہ ماں باپ اور دوسرے افراد کا بوجھ اٹھائیں اور خود کسی پر بوجھ نہ بنیں؟
مختصر یہ کہ آپ رسول خداؐ کی اس سنت پر کس طرح عمل پیرا ہوں گے؟



آیت قرآن

"وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ"

نیک کاموں اور تقویٰ میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور ظلم و گناہ میں کسی سے تعاون نہ کرو "

سوچیے اور جواب دیجیے

(۱) ——— عام طور پر پیغمبرؐ کون سی چیزیں سفر میں اپنے ہمراہ لے جاتے تھے؟ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ان تمام چیزوں کا سفر میں ساتھ رکھنا رسول خداؐ کی کن صفات کی نشاندہی کرتا ہے ——— ؟

(۲) ——— پیغمبرؐ سفر کرتے وقت اپنے اصحاب کو کیا تاکید کیا کرتے تھے اور کیوں ؟

(۳) ——— رسول خداؐ کی عادت اور سیرت، سفر کرنے سے پہلے اپنی قوم، دوستوں اور اہل بیتؑ کے ساتھ کیا تھی ؟
پیغمبرؐ کی یہ سیرت ہمیں کیا درس دیتی ہے؟

(۴) ——— قافلہ کی روانگی کے وقت رسولؐ خدا کون سی دعا پڑھا کرتے تھے؟ آپؐ کی دعا کے الفاظ بتائیے ؟

۵ ـــــ عام طور پر پیغمبرؐ قافلے کے کس حصہ میں چلا کرتے تھے ؟

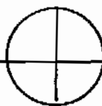
۶ ـــــ درمیان راہ قیام کے وقت ، رسول خداؐ جانوروں کے متعلق کیا حکم دیا کرتے تھے ؟

۷ ـــــ خدا کے رسولؐ نے غذا کی تیاری کے لئے کونسا کام اپنے ذمہ لیا ؟ اس وقت اصحاب نے آپؐ سے کیا کہا ؟ آپ نے ان کے جواب میں کیا فرمایا ؟

۸ ـــــ پیغمبرؐ بچوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا کرتے تھے ؟

۹ ـــــ اگر پیغمبرؐ کے سامنے کسی کی برائی کی جاتی تو آپ کیا فرماتے تھے ؟

۱۰ ـــــ پیغمبرؐ نے ان لوگوں سے کہ جو اپنے ہمسفر کی تعریف کر رہے تھے کیا پوچھا تھا ؟ اور ان سے ان کے ہمسفر کے بارے میں کیا فرمایا تھا ؟



ہمّتِ مرداں مددِ خدا

اسلامی لغت میں "سوال" کے دو معنی بیان کئے جاتے ہیں
ایک معنی پوچھنے کے ہیں۔ یعنی نہ جاننے والا کسی جاننے والے
سے سوال کرتا ہے، تا کہ اس طرح وہ اپنے علم میں اضافہ کر سکے اس
لحاظ سے سوال کرنا بہت اچھا اور پسندیدہ فعل ہے۔ جو شخص نہیں جانتا اسے
چاہئے کہ وہ جاننے والوں سے سوال کرے تاکہ اس کے علم و آگاہی میں اضافہ
ہو جائے دین اسلام کے پیشواؤں کے کلام میں ملتا ہے کہ
"علم و دانش کے بند دروازوں کی چابی "سوال" کرنا ہے"
سوال کے دوسرے معنی کسی سے مدد طلب کرنے اور بلا معاوضہ
کوئی چیز مانگنے کے ہیں ان معنوں میں کسی سے سوال کرنا اسلامی نقطۂ نگاہ
سے بہت ہی برا اور ناپسندیدہ عمل ہے۔

ایک شخص نے پیغمبرؐ سے پوچھا کہ :

یارسول اللہؐ ! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے کہ مجھے اس کے بجالانے کے بعد یقین ہو جائے کہ میں اہل جنّت میں سے ہوں ،،

پیغمبرؐ نے اس کے جواب میں تین چیزوں کے متعلق فرمایا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ آخرت میں جنّتیوں کے زمرے میں شامل ہو جاؤ تو ان تین چیزون کی ہمیشہ پابندی کرو :

(۱) ——— بلا وجہ غصہ نہ کرو

(۲) ——— کبھی لوگوں سے سوال نہ کرو

(۳) ——— لوگوں کے لئے وہی چیز پسند کرو جو اپنے لئے کرتے ہو ۔

نیز پیغمبرؐ نے فرمایا ۔

جو شخص ایک دو دن کی روزی رکھنے کے باوجود لوگوں سے سوال کرے تو خداوندعالم اسے قیامت کے دن برے چہرے سے محشور کرے گا ،،

پیغمبرِ خدا مسلمانوں کی غیرت و شرافت انسانی کے اتنے قائل تھے کہ آپ کو پسند نہ تھا کہ کوئی مسلمان اپنی عزت و آبرو کو اس کے اور اس کے سامنے رسوا کرے اور بغیر ضرورت اور لاچاری کے سوال کے لئے لب کشائی کرے اور خدا کے سوا اور کسی سے حاجت طلب کرے ۔

آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ مومن کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل کرتا پھرے حالانکہ آپؐ ضرورت کے وقت محتاجوں اور ضرورت مندوں کی مدد و نصرت بھی کیا کرتے تھے لیکن پسند نہیں کرتے تھے کہ مومن

اپنی عزّت و شرافت اور آبرو کو کسی کے سامنے رسوا کرے یہاں تک کہ خود پیغمبرؐ کے سامنے بھی اظہار حاجت اور نیاز مندی کرے اور آپؐ تاکید فرماتے تھے کہ:

ہر وہ شخص جو بے نیازی کا مظاہرہ کرے اور کسی سے سوال نہ کرے اور اپنے دل کے راز کو فقط اپنے خدا سے کہے تو خدا اسے بے نیاز کردے گا لیکن جو شخص بلا وجہ اس سے اور اس سے سوال کرے اور اپنی عزّت نفس کو مجروح کرے، خداوند عالم بھی اس کے لئے فقر و نیاز مندی کے دروازے کھول دیتا ہے ؂

اس مطلب کو بہتر طور پر سمجھنے اور پیغمبر خداؐ کی انسان ساز اور عزّت آفرین سنّت کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے یہ واقعہ ملاحظہ فرمائیے اور اس میں حضرت رسول خداؐ کے اس شخص سے برتاؤ پر توجّہ دیجئے

ایک شخص مدّت سے بے کار تھا اور بے کاری نے اسے فقیر و تہی دست کردیا تھا اس کے سامنے فقر سے نجات اور ضروریات پوری کرنے کے تمام راستے بند ہو چکے تھے اور اس کا کوئی علاج دکھائی نہ دیتا تھا ایک دن اس شخص نے اس مسئلہ کو اپنی بیوی کے سامنے بیان کیا اور اس سے مشورہ طلب کیا،

اس کی بیوی نے کہا کہ رسول خداؐ ایک مہربان اور کریم و سخی انسان ہیں بہتر ہے کہ ان کی خدمت میں جاؤ اور اپنی حالت کو بیان کرو اور ان سے مدد طلب کرو۔

اس شخص کو یہ تجویز پسند آئی وہ اٹھا اور رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوا سلام کیا اور شرم کے مارے ایک کونے میں بیٹھ گیا

رسول اکرمؐ نے اس کے چہرے پر نگاہ ڈالی اور ایک ہی نگاہ میں تمام معاملے کو سمجھ گئے اس سے پہلے کہ وہ شخص اپنی مصیبت اور تنگدستی کے متعلق کچھ کہتا اور سوال کے لیے لب کشائی کرتا پیغمبرؐ نے گفتگو کے لئے اپنے لب کھولے اور وہاں موجود افراد سے ان الفاظ میں خطاب فرمایا:

ہم ہر سائل کی مدد کریں گے لیکن اگر وہ بے نیازی اختیار کرے اور اپنا ہاتھ مخلوق کے سامنے نہ پھیلائے اور کام میں زیادہ محنت و کوشش کرے تو خدا اس کی احتیاج کو پورا کرے گا۔

خدا کے رسولؐ کی مختصر و پر معنی گفتگو اس محتاج انسان کے دل پر اثر کر گئی۔ آپ کے مقصد کو اس شخص نے سمجھ لیا اپنی جگہ سے اٹھا آپ کو خدا حافظ کہا اور اپنے گھر لوٹ آیا۔ بیوی جو اس کے انتظار میں تھی اس نے ماجرا دریافت کیا۔

مرد نے جواب دیا کہ:

میں رسول خداؐ کی خدمت میں گیا تھا اس سے پہلے کہ کچھ کہتا، رسولؐ نے فرمایا کہ جو شخص چاہے ہم اس کی مدد کریں گے لیکن اگر بے نیازی اختیار کرے اور اپنا ہاتھ کسی کے سامنے نہ پھیلائے تو خدا اس کی احتیاج کو دور کر دے گا میں سوچتا ہوں کہ آپؐ کی نظر میری

حالت پر تھی اسی لئے میں نے کچھ نہ کہا اور گھر واپس لوٹ
آیا ہوں لہٰذا پیغمبرؐ کے ارشاد کے مطابق ہمیں خود ہی کوئی
علاج سوچنا چاہئے۔

اس نے ایک دو دن مزید مشکل اور پریشانی میں کاٹے اور غور و فکر کرتا رہا لیکن تمام سوچ بچار کے باوجود کوئی مناسب کام اور کوئی ایسا علاج جو اسکے بند دروازے کو کھول دیتا اس کے ذہن میں نہ آیا مجبوراً اس نے دوبارہ ارادہ کیا کہ پیغمبرؐ خدا کی خدمت میں جائے اور اپنی حالت کو بیان کرے اور آپ سے امداد طلب کرے۔

دوبارہ خدمت رسولؐ میں پہنچا، سلام کیا اور شرمساری کے ساتھ آپؐ کے سامنے بیٹھ گیا منتظر تھا کہ موقع ملے اور اپنے مقصد کو پیغمبرؐ کے سامنے بیان کرے لیکن رسولؐ خدا جن کے نزدیک ایک انسان کی عزت و آبرو کی بہت قیمت تھی، آپؐ نے اسے موقع نہ دیا کہ وہ اپنے آپ کو شرمندہ کرے اور پیغمبرؐ کے سامنے اپنی حاجت کا اظہار کرے اس سے پہلے کہ وہ اس بات کے لئے لب کشائی کرے آپؐ نے دوبارہ وہی جملہ دہرایا:

ہم ہر سائل کی مدد کریں گے لیکن اگر وہ بے نیازی اختیار
کرے اور اپنا ہاتھ مخلوق کے سامنے دراز نہ کرے اور
اپنے کام میں زیادہ محنت و کوشش کرے تو خدا اس کی
ضروریات پوری کر دے گا۔

پیغمبر خداؐ کی گفتگو نے اس شخص کے ایمان قلبی کو راسخ و قوی کر دیا اور عزت نفس، آبرو اور شرافت کی اہمیت کو اس کے سامنے واضح

کر دیا اس نے سوال کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور گھر واپس لوٹ آیا جہاں اس کی بیوی فقر و فاقہ سے عاجز، رسولؐ خدا کی طرف سے مدد کے انتظار میں بیٹھی تھی۔ شوہر نے پیغمبرؐ سے ملاقات کی تفصیل کو بیوی کے سامنے بیان کیا اور دونوں ایک بار پھر فقر و فاقہ کے تدارک کی فکر کرنے لگے مگر نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات آخر کار انہوں نے پکا ارادہ کر لیا کہ رسولؐ خدا کی خدمت میں جائیں اور ہر حال میں اپنے مقصد کو بیان کریں اور مدد طلب کریں۔

اب تیسری دفعہ وہ پیغمبرؐ کی خدمت میں شرف یاب ہوا وہ قطعی فیصلہ کر چکا تھا کہ اپنے رنج و مصیبت اور پریشانی کو آپؐ کے سامنے تفصیل سے بیان کرے گا اور آپؐ سے مدد طلب کرے گا لیکن جونہی اس کی نگاہ پیغمبرؐ کے چہرہ مبارک پر پڑی اس کے تمام وجود کو شرم و حیا نے گھیر لیا اور کافی دیر تک آرام سے ایک گوشہ میں بیٹھا رہا اور سوچ رہا تھا کہ کیا کہے۔ اسی دوران رسولؐ خدا کی عزت آفرین کلام کو سنا ہر جو یقین و امید کے لہجے میں فرما رہے تھے: جو شخص مدد طلب کریگا ہم اس کی مدد کریں گے لیکن اگر وہ زیادہ محنت کرے تو خدا اس کی ضرورت و حاجت کو دور کر دے گا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور محبت آمیز نگاہ رسولؐ چہرے پر ڈالی گویا وہ محسوس کر چکا تھا کہ رسولؐ اس کی عزت و آبرو کی حفاظت کو ہر چیز پر فوقیت دیتے ہیں اور آپ نہیں چاہتے کہ وہ اپنی عزت و آبرو کو اس آسانی کے ساتھ کھو بیٹھے اس نے رسول کو خدا حافظ کہا اور گھر واپس لوٹ آیا۔

خدا کے رسولؐ کی باتوں نے اس کے دل سے سستی، شک و شبہ اور ناامیدی کو پوری طرح دور کر دیا اور اس کی جگہ طاقت اور یقین نے لے لی

اور اللہ پر اعتماد کے ساتھ اس نے پکا ارادہ کرلیا کہ وہ سخت محنت و کوشش کرے گا اور ہر حال میں کوئی نہ کوئی کام شروع کرے گا اور اس طرح اپنی محتاجی اور بے سروسامانی کو دور کرنے کی کوشش کرے گا۔

ایک بار پھر وہ خالی ہاتھوں لیکن عزم و امید سے لبریز دل کے ساتھ گھر میں داخل ہوا اور اپنی بیوی کے سامنے پورا قصہ اور اپنا فیصلہ بیان کیا۔

دوسرے دن صبح ہی صبح وہ گھر سے نکلا اور صحرا کی جانب چل پڑا صبح سے شام تک سخت محنت اور مستقل مزاجی کے ساتھ لکڑیوں کا ایک ڈھیر اکٹھا کیا اور اسے کاندھے پر اٹھا کر شہر کی جانب چل دیا لکڑیوں کو بیچ کر تھوڑی سی غذا کا انتظام کیا اور خوش و خرم گھر کی طرف روانہ ہوا اس کی بیوی جو اس کے انتظار میں بیٹھی ہوئی تھی اس کے استقبال کے لئے خوشی خوشی دوڑتی ہوئی آئی دونوں نے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا اور محنت کوشش اور خدا پر اعتماد کے پھل کی لذت کو چکھا۔

دوسرے دن بھی صبح ہی صبح پکے ارادے کے ساتھ صحرا کی طرف روانہ ہوا اور خوب تلاش و کوشش کے بعد لکڑیوں کا ایک ڈھیر اکٹھا کرلیا۔ کندھے پر ڈالا اور شہر کی طرف چل پڑا یوں یہ شخص ایک مدت تک اسی طرح کام کرتا رہا۔

آہستہ آہستہ کچھ رقم جمع کر کے اس نے لکڑی کاٹنے کے لئے ایک کلہاڑی اور سامان اٹھانے کے لئے ایک جانور خرید لیا اس کا کام دن بدن بہتر ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ اپنے مال کے ایک حصہ سے غریبوں اور مسکینوں کی مدد کرنے لگا وہ لذت اور خوشی جو اسے اپنی کوشش اور

کام کرنے سے حاصل ہوئی تھی دوسروں سے اس کا تذکرہ کرتا اور انہیں بھی محنت کرنے کی طرف راغب کرتا،

ایک دن اس کی رسول خداؐ سے ملاقات ہوئی اسے وہ سختیوں کے دن اور پیغمبرؐ کی وہ حوصلہ افزا گفتگو یاد آگئی کہ کس طرح خدا کے رسولؐ نے اس کی عزت وآبرو کی حفاظت کی تھی، کہنے لگا:

یارسولؐ خدا! میرا کام بہت اچھا چل رہا ہے۔ اور میرے حالات زندگی بھی اچھے ہوگئے ہیں"

رسولؐ خدا مسکرائے اور فرمایا:

میں نے نہیں کہا تھا کہ جو بے نیازی کا اظہار کرے خدا اسے محتاجی سے نجات دیتا ہے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اس کا وعدہ سچا ہوتا ہے البتہ اس کے ساتھ اجر وثواب اور نیک انجام بھی عطا فرماتا ہے۔

آپ نے دیکھا کہ پیغمبرؐ کی نگاہ میں انسان کی عزت وشرافت کی کتنی قدر وقیمت ہے اور آپؐ سوال کرنا کتنا ناپسند فرماتے تھے؟

کام اور کام کرنے والا اسلام کی نظر میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے بالخصوص وہ کام جس کے ذریعہ کوئی چیز پیدا کی جائے ان کی اتنی قدر وقیمت ہے کہ عبادت میں بلکہ بہترین عبادات میں شمار ہوتے ہیں۔

پیغمبرؐ اکرم نے فرمایا ہے کہ:

عبادات کے ستر اجزاء ہیں اور ان میں سب سے بہترین کام کرنا ہے وہ کام کہ جس سے حلال روزی

حاصل ہو "

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ
جو شخص کام کرے اور محنت کرے تاکہ لوگوں سے
سوال نہ کرنا پڑے اور اپنے خاندان کے اخراجات میں
وسعت دے سکے اور اپنے ہمسایوں کی مدد کرے
جب وہ آخرت میں محشور ہوگا تو اس کا چہرہ چودہویں
رات کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا،

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:
جو شخص اپنے خاندان کے لئے روزی حاصل کرتا ہے
وہ اس شخص کی طرح ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے "

آیت قرآن

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا
فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ"

جب نماز ختم ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے
فضل کی تلاش کرو "

سوچئے اور جواب دیجئے

(۱) سوال کرنے سے کیا مراد ہے؟ ان دونوں معنی کو جو سبق میں بیان کئے گئے ہیں تحریر کیجئے؟

(۲) علم کے بند دروازے کی چابی کیا ہے؟ وضاحت کیجئے کہ کس طرح؟

(۳) پیغمبرؐ نے اس مرد کی درخواست کے جواب میں کیا کہا جس نے کہا تھا کہ اسے کچھ کام سکھائیں؟

(۴) جس شخص کے پاس ایک دو دن کی روزی موجود ہو اس کے باوجود لوگوں سے سوال کرتا پھرے قیامت میں کس طرح محشور ہوگا؟

(۵) پیغمبرؐ نے اس مرد سے کیا فرمایا جو آپؐ سے سوال کرنے آیا تھا؟

(۶) پیغمبرؐ کی امید افزا گفتگو نے کس طرح اس مرد کو کام کرنے پر آمادہ کیا؟

(۷) رسولِ اکرمؐ کا کام کرنے اور حلال روزی کمانے کے بارے میں کیا قول ہے؟

(۸) امام محمد باقرؑ کا قول محنت و کوشش کے متعلق کیا ہے؟ اس کے مفہوم کی وضاحت کیجئے؟

(۹) امام جعفر صادقؑ نے کن افراد کو جہاد کرنے والوں میں شمار کیا ہے؟

